ادبِ لطیف لاہور کا

ڈراما نمبر

۱۹۳۹ء

ادارہ تحریر

چودھری برکت علی بی، اے

میرزا ادیب بی۔ اے

مقام اشاعت

مکتبہ اردو لاہور

دفتر محمد دین عباسی کاتب لاہور

پبلشر چودھری رشید احمد

مینجنگ پروپرائٹر چودھری نذیر احمد

(در سالانہ مع سالنامہ و افسانہ نمبر یا ڈراما نمبر تین روپے آٹھ آنے قیمت ڈراما نمبر ۱۲)

منظور کردہ محکمہ تعلیم پنجاب صوبہ سرحد ریاست حیدرآباد دکن وغیرہ

زرِ سالانہ سالنامہ یا افسانہ نمبر یا ڈرامہ نمبر سمیت تین روپے آٹھ آنے علاوہ محصول ڈاک

ممالک غیر سے سالانہ ۸ شلنگ۔ برما سے چار روپے نمونہ کا پرچہ مفت

جلد ۹ — ڈرامہ نمبر

فہرست

مقالات

ڈرامے

چودھری برکت علی بی اے ایڈیٹر و پرنٹر نے ... پرنٹنگ پریس ... لاہور سے چھپوا کر دفتر ادب لطیف لاہور سے شائع کیا

ڈرامے

ادارہ:۔

اشارات

ڈراما نویسی بحیثیت ایک فن کے اردو میں ابھی ابتدائی منازل طے کر رہی ہے۔ اس لئے اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ ہم ڈراما نویسی کی طرف خاص توجہ دیں کیونکہ موجودہ دور میں یہ فن ادبیات کا ایک نمایاں جزو بن گیا ہے۔ جس کی ترقی کے بغیر ادب بحیثیت مجموعی ترقی یافتہ ادب کہلانے کا مستحق نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ اسی امر کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم نے ڈراما نمبر کا اعلان کیا اور اب یہ ڈراما نمبر آپ کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔ اس امر کے علاوہ ایک اور چیز بھی ہے جس نے ادارہ ادب لطیف کو افسانہ نمبر کی بجائے ڈراما نمبر شائع کرنے پر مجبور کیا اور وہ یہ ہے کہ متنوع ادب لطیف کے افسانہ نمبر بہت مقبول ہو چکے ہیں۔ اور اب تک ان کی مانگ میں فرق نہیں آیا لیکن ہم چاہتے ہیں کہ اپنے ناظرین کیلئے ادب لطیف کے ذریعہ ادبیات کے مختلف گوشوں اور گوناگوں پہلوؤں سے بہرہ ور ہونے کا سامان پیدا کرتے رہیں۔ افسانہ نمبر کے بعد یہ ڈراما نمبر ہے۔ اسکے بعد اور کئی مختلف موضوعات سے متعلق خاص نمبر شائع ہونگے۔ قارئین جانتے ہیں کہ ہم نے اپنے افسانہ نمبروں میں افسانہ نگاری سے متعلق مقالات کی اشاعت پر خاص توجہ دی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ادب لطیف کے ہر افسانہ نمبر میں افسانوں کے ساتھ ساتھ متعدد تحقیقی مقالات بھی درج ہیں۔ انکے مطالعہ سے قاری افسانہ نگاری کے فن سے بہت حد تک واقفیت حاصل کر سکتا ہے ہمارے ڈراما نمبر میں بھی پانچ مفید اور کامیاب مقالات شائع ہو رہے ہیں چونکہ پہلے مقالات کا ذکر کیا ہے۔ ہم نے ڈراما نمبر کے اسی جزو پر روشنی ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ڈراما نمبر میں پانچ مقالات میں پہلا مقالہ ایک ایکٹ کے ڈرامے ہے۔ ایک ایکٹ ڈراما موجودہ ڈراما نگاری کی سب سے بڑی اور اہم شاخ ہے۔ آجکل دنیا میں زیادہ تر ایک ایکٹ ڈرامے ہی لکھے جاتے ہیں۔ یہ مقالہ اردو ادب میں اپنے موضوع کے لحاظ سے پہلی کوشش ہے!

دوسرا مقالہ ڈراما نویسی کی مختصر تاریخ ہے۔ یہ حضرت ... کی کاوش دماغی کا نتیجہ ہے۔ فاضل مقالہ نویس نے ڈراما کی مختلف ارتقائی منازل پر روشنی ڈالتے ہوئے "دریا کو حباب" میں بند کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔

ڈراما اور تعلیم:۔ سب سے پہل جب ڈراما عالم وجود میں آیا تو اسے یونان میں مذہبی حیثیت دی گئی۔ اسکے بعد اسے تفریح کا ذریعہ سمجھا گیا۔ مگر اب جبکہ ہم ہر فن کو افادی نقطۂ نظر سے دیکھنے لگے ہیں لازماً ڈرامے کے متعلق پرانے نظریے میں بھی تغیر پیدا ہونا چاہیئے تھا چنانچہ اب ڈراما جو کسی زمانے میں تفنن طبع کا ایک وسیلہ تھا۔ پرانے نظریات کو چھوڑ کر زندگی کے ساتھ ساتھ چلنے پر مجبور ہو گیا ہے۔ ہمارے ماہرین فن اسے زندگی کے قریب سے قریب تر لانے کی سعی بلیغ کر رہے ہیں اور اسکی افادی حیثیت کو زیادہ سے زیادہ ابھرنے کا موقع دیا جا رہا ہے۔ چنانچہ ڈرامے کی تعلیمی حیثیت عہد حاضر کے ڈرامے کا اہم موضوع ہے۔ یورپ میں تو قریباً قریباً ہر سکول میں طالب علم ماہرین فن کی ہدایات کے ماتحت سال میں کئی بار ایسے ڈرامے سٹیج کرتے رہتے ہیں۔ جو انکی معلومات میں اضافہ کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے ذہنی ارتقا میں خاص طور پر مدد و معاون ثابت ہوتے ہیں اور پڑھی ہوئی چیزیں انکے مشاہدے میں آتی رہتی ہیں۔ گزشتہ سال جرمنی کے ایک سکول میں لڑکوں نے ایک تعلیمی ڈراما کھیلا تھا، موجودہ زمانے کے قریباً تمام اسلحہ حرب مصنوعی اس ڈرامے میں موجود تھے۔ لڑکوں کے ذہن میں یہ بات بٹھائی گئی کہ انکا ملک دنیا کا طاقتور ترین ملک ہے۔ اور اس طاقتور ترین ملک کا فرض ہے کہ وہ انسانیت کی خدمت کرے۔ اور انسانیت دشمن ہستیوں کو صفحۂ ہستی سے نیست و نابود کرنے کیلئے انہیں ان اسلحۂ جنگ سے کام لینا ہوگا! اتنا ہی

بادِ سموم:۔ سویڈش ڈراما ہے۔ جسے ادب لطیف کے مشہور و مقبول قلمی معاون جناب علی احمد صاحب نے اردو میں پیش کیا ہے۔ اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ عورت کی "ہولناک نفرت" کیا کچھ کر سکتی ہے۔

ایک رومان:۔ موجودہ سوسائٹی کے انسانیت کش پہلو کو بڑی کامیابی کے ساتھ بے نقاب کیا گیا ہے؟

مہاتما:۔ اس ڈرامے کی بنیاد ایک تاریخی واقعے پر استوار کی گئی ہے۔ مگر صاحبِ قلم نے اس واقعہ میں ایک ایسا مفید اضافہ کر دیا ہے جس سے ڈراما بہت بلند اور بہت کامیاب ہو گیا ہے۔ غلام بہت امرا کی دولت اور اس دولت کا ہر کرشمہ غریبوں کے خون ناب کا مرہونِ منت ہے۔ اس لئے اس سے خون کا ٹپکنا لازمی امر ہے۔ مگر اس کے ساتھ یہ بھی حقیقت ہے کہ خیرات بذاتِ خود ایک لعنت ہے۔ اور یہی نظریہ اس ڈرامے کی جان ہے!

منظوم ڈرامے

گذری ہوئی رات:۔ حضرت لطاف مشہدی کی بڑی وجد آور نظم ہے: حضرت الطاف کی تمام شاعرانہ خصوصیات اسمیں موجود ہیں

ضیغمِ ہندوستان:۔ بیحد موثر اور کامیاب نظم ہے۔ جناب نسیم نے ہر مصرعہ میں آگ بھر دی ہے۔

بوجھ تو من کی بات:۔ دلپذیر و دلآویز نظم ہے۔ عورت کی فطرت کو بڑی کامیابی کے ساتھ پیش کیا گیا ہے!

گل و شاعر:۔ جناب امین حزیں نے اپنی اس نظم میں بھی پیغام حیات پیش کیا ہے۔ امین صاحب اپنے رنگ کے بہترین فلسفی شاعر ہیں۔ اور انکی کوئی نظم بھی انکے خاص نظریئے سے علیحدہ نہیں ہوتی تو رمین یہ سنکر بہت مسرور ہونگے۔ کہ ان کا کلام گلبانگ حیات زیر طباعت ہے۔ اور عنقریب شائع ہو جائے گا۔

محبت:۔ اس نظم میں فلسفۂ محبت کو نہایت دلپذیر، دلآویز اور شگفتہ انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ نظم نگار جناب راجہ مہدی خان اردو کے صفِ اول القدر ادیبوں میں سے ہیں۔ اور دنیائے ادب جہاں آپ کی مزاحیہ صلاحیت کا قائل ہے۔ وہاں آپ کے بلند پایہ کلام کا بھی معترف!

ترمیم میں، اور ہر روز سنا جاتا ہے اور پڑھا جاتا ہے کہ دیہات کا فلاں حصہ جہالت کی تاریکیوں سے نکل کر علم کی شعاعوں سے منور ہو گیا ہے اور فلاں قصبے میں انسداد امراض کے سلسلے میں فلاں پروگرام بروئے کار آرہا ہے۔ مگر کیا آپ جانتے ہیں یہ صرف دھوکا ہے۔ فریب ہے! دیہات کی مظلومیت بدستور قائم ہے۔ دیہات کی بے کسی میں ذرہ بھر فرق نہیں آیا۔

اس ڈرامے میں ارباب حکومت کے اسی فریب کا۔

دیہات ۔ سدھار پروگرام کو تمثیلی حیثیت میں پیش کیا گیا ہے:

ہمیں امید ہے صاحب قلم اس قسم کے کامیاب و مفید ڈرامے لکھ کر اردو کو نوازتے رہیں گے! فی الحقیقت اردو میں ایسے ڈراموں کی بہت ضرورت ہے۔

جودت:۔ انگریزی کے شہرہ آفاق مصنف آرنلڈ بینٹ کا شاہکار ہے جسے ہمارے مشہور و مقبول مترجم حضرت سراج الدین احمد نظامی نے سلیس و شگفتہ اردو میں پیش کیا ہے! جودت سرزمین بیونان کی ایک دوشیزہ تھی جس نے اپنے وطن کو ظالموں کے پنجے سے بچانے کیلئے ایک ایسا کارنامہ انجام دیا جس کی کیفیت سنکر بھی انسان کا دل لرز اٹھے۔ حضرت نظامی ہمیشہ ترجمے میں اصل کی خوبیاں برقرار رکھتے ہیں۔ یہاں بھی آپ کی یہ خوبی بدرجہ اتم موجود ہے۔

باہمی سمجھوتہ! ایک دلچسپ طربیہ ہے۔ اردو کے نامور ڈرامہ نویس جناب اشک کے قلم سے۔ بظاہر اس ڈرامے کے واقعات دو دوالکوں کے باہمی سمجھوتہ پر مشتمل ہیں۔ مگر غائر نظر سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے مصنف نے ملک کی موجودہ سب سے بڑی مصیبت یعنی بیکاری کی ہمہ گیری پر روشنی ڈالی ہے! ڈاکٹر ... بیکاری سے مجبور ہو کر ایک ایسا اقدام کرتے ہیں جو مضحکہ انگیز بھی ہے اور عبرت انگیز بھی۔

لیڈر:۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ جب کوئی قوم دور تنزل کی ملعون گرفت میں چلی جاتی ہے تو اس کے راہنما اخلاقی و ذہنی لحاظ سے اسقدر پست ہو جاتے ہیں کہ قوم ان کی راہنمائی قبول کرنے کی بجائے ان پر رحم کرنے لگتی ہے۔ غلام قوموں میں لیڈری ایک بڑی طفلانہ ہے جس میں ہر شخص حصہ لے سکتا ہے۔ اور شاید فطرۃً حصہ لینے پر مجبور بھی ہے! ہمارا ملک پستی کے انتہائی درجے پر پہنچ چکا ہے۔ اس لئے اسکے لیڈر بھی ہر لحاظ سے پست ہیں! جب افراد کو اپنی زندگی اور دنیا کے متعلق کچھ معلوم ہی نہیں۔ اور وہ صحیح معنوں میں کنوئیں کے مینڈک بن گئے ہیں۔ تو اسوقت کچھ لکھ کر ان کو بیوقوف بنا کر بنیا الو سیدھا کرنا... مشکل کام ہے! ناظرہ صاحب کا یہ ڈراما نہایت کامیاب طنز ہے۔ معمولی سے واقعات ہی میں انہوں نے موجودہ ہندوستان کے پریشان دماغ اور نادرہ لیڈروں کو انکے صحیح خدوخال کیساتھ پیش کیا ہے:

راجا اور پرجا:۔ مختصر سا ڈراما ہے۔ جسے ہندوستان کے شہرۂ آفاق ادیب ... ری ملیگ نے پیش کیا ہے۔

بیکاری:۔ ڈرامہ بالکل واضح ہے! مصنف نے ہمارے ملک کی بدترین بیکاری کی لعنت کو ڈرامے کی صورت میں پیش کیا ہے جناب جلال کا ترجمہ بھی کافی کامیاب ہے! ہمیں امید ہے۔ ہمارا یہ نووارد ادیب بہت ترقی کرے گا!

آزادی و شادی:۔ نہایت دلچسپ طربیہ ہے۔ اسکے مصنف جناب شاکر ... ”نود“ ... ان بزم ادب میں سے ہیں۔ مگر آپکا طریقہ رنگ دوسرے مزاح نگاروں سے بالکل جدا ہے:

جنگ:۔ چین کی موجودہ فضا سے متعلق ایک نہایت کامیاب ڈراما ہے۔ امید ہے چین کی پرستارہ وطن کا مقدس جذبہ ہمارے مردوں کے لئے دلیل راہ بنے گا! ہم اپنے محترم و معزز دوست جناب فرید جعفری کے شکر گذار ہیں کہ انہوں نے مصروفیات کے باوجود ہماری درخواست کو شرف قبولیت بخش کر ایسا کامیاب ڈراما بھیجا۔

رات کی تاریکی میں:۔ اس ڈرامے میں یہ بتایا گیا ہے کہ تاریکی میں رہ کر ہم کیا کچھ کر دیتے ہیں۔ ڈرامے کے مترجم مسٹر جنید ہیں۔ جو پہلی بار بزم ادب میں تشریف لا رہے ہیں۔ مگر انکے تیور کہے دیتے ہیں کہ یہ نوجوان عنقریب ادب اردو میں اپنی خاص حیثیت پیدا کرے گا۔

پاگل:۔ جدید و قدیم خیالات کی کشمکش کے ساتھ ساتھ توہم پرستی کا مذاق اڑایا گیا ہے۔ جناب شبلی نے ترجمہ بہت کامیابی کیساتھ کیا ہے!

جناب کرشن چندر ایم اے

ایک ایکٹ کے ڈرامے

ایک ایکٹ کے ڈراما کو موجودہ سماجی ماحول میں فروغ حاصل ہوا ہے۔ اور اگرچہ ایک لحاظ سے یہ موجودہ مشینی معاشرت کی پیداوار ہے۔ لیکن اس کی بنیاد آج سے بہت عرصہ پہلے تھیٹر کی تخلیق کے ساتھ رکھدی گئی تھی۔ ڈراما شروع ہونے سے پہلے تھیٹر میں ایک چھوٹا سا فارس (Farce) یا مذاقیہ منظر پیش کیا جاتا تھا اسے چاہے نقل کہیے یا (Curtain Raiser) بہرحال یہ ابتدائی سین ہی جو ڈراما کے شروع میں رکھا جاتا تھا موجودہ ایک ایکٹ کے ڈراما کی اولیں صورت تھی۔ اور اب تو ایک ایکٹ کی ڈراما نگاری ایک مستقل اور اہم فن کی صورت اختیار کر گئی ہے۔ اسے موجودہ ماحول میں اس لئے فروغ حاصل ہوا ہے۔ کہ لوگ مشینی معاشرت کے زیر اثر اپنے آپ کو ہمیشہ عدیم الفرصت سمجھتے ہیں۔ ان کے پاس اتنا وقت نہیں کہ وہ رات بھر بیٹھ کر تھیٹر دیکھ سکیں۔ اور صبح اٹھ کر پھر دفتر، کچہری یا فیکٹری میں دن بھر کام کر سکیں۔ اور پھر ایک ایکٹ کے ڈراما کو سٹیج پر لانے کیلئے اتنے لاؤ لشکر اور ساز و سامان کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی جتنی ایک تین ایکٹ کے ڈراما یا پانچ ایکٹ کے ڈراما کیلئے۔ جب آجکل لوگ تفریح کے لئے زیادہ وقت نہیں نکال سکتے۔ تو تھیٹر کے مالک بھی بے لمبے ڈراموں پر بھی اپنا روپیہ... ضائع نہیں کر سکتے۔ طلب اور تسکین طلب کے معاشی اصول کا اطلاق نہ صرف گندم کے نرخ پر ہوتا ہے۔ بلکہ ایک ایکٹ کے ڈراما بھی اسکی زد سے باہر نہیں۔ ایک ایکٹ کے ڈراما کی ترویج میں ہمارے موجودہ معاشی نظام نے کافی حصہ لیا ہے۔ اور اگر آج لوگوں کے کام کرنے کے اوقات میں کمی ہو جائے۔ اور ان کے پاس تفریح کے لئے کافی وقت بچ جائے تو لمبے لمبے ڈرامے پھر مقبول ہو سکتے ہیں۔ لیکن اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ ایک ایکٹ کا ڈراما محض ایک افادی اور کاروباری حیثیت رکھتا ہے۔ اس کی جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا۔ ایک مستقل ادبی حیثیت بھی ہے۔ اور یہ ادبی حیثیت نتیجہ ہے۔ ان معاشی حالات کا جن کا ذکر میں اوپر کر چکا ہوں۔

شروع شروع میں ایک ایکٹ کے ڈرامے سکولوں اور کالجوں کی سٹیج پر مقبول ہوئے۔ سکول اور کالجوں کی کلبوں کے پاس اتنا روپیہ تو ہوتا نہیں۔ کہ وہ لمبے لمبے ڈرامے سٹیج پر لے آئیں۔ اس لئے یہ ضرورت آپڑی کہ ایک ایسا ڈراما ایجاد کیا جائے۔ ضرورت ایجاد کی ماں ہے ملاحظہ ہو اردو کی پہلی کتاب، جس پر وقت کم خرچ ہو۔ اور جو آسانی سے سٹیج پر لایا جا سکے، اور روپے کے بارے میں۔ اس کی طلب زیادہ نہ ہو۔

فنی لحاظ سے ایک ایکٹ کا ڈراما مکمل ڈراما ہوتا ہے۔ (۲) یہ صرف ایک سین پر مشتمل ہوتا ہے۔ (۳) افرادِ ڈراما ایک سے زاید ہونے چاہئیں۔ (۴) وقت، جگہ اور عمل کی مطابقت ہو۔ (۵) ایک ایکٹ کے ڈراما میں پردہ صرف دو بار اٹھتا ہے۔ ع

اک ترے آنے سے پہلے اک ترے جانیکے بعد

(۶) ایک ایکٹ کے ڈراما میں طنزیہ، طربیہ، عشقیہ، معاشیہ کسی موضوع کی قید نہیں۔ ہر ایک موضوع ڈرامایا جا سکتا ہے۔

(۷) ایک ایکٹ ڈراما میں اوج Climax کا ہونا ضروری ہے ورنہ ایک ایکٹ کا ڈراما ایک مکالمہ بن کر رہ جائے گا۔ جیسا کہ اردو میں اکثر لکھے ہوئے ڈراموں کا حال ہے۔

ایک ایکٹ کے ڈراما کی فنی اور ادبی سربلندیاں دیکھنی ہوں اگر انہیں اردو میں منتقل کرنے یا اپنانے کا خیال ہو تو نوجوان ادیبوں کو ایک ایکٹ کے چند انگریز ڈراما نگاروں کی کتب کا مطالعہ کرنا چاہیئے

انگریز ڈراما نگار اس لئے کہ یہاں ہندوستان میں انگریزی ہر جگہ پڑھا لکھا جاتا ہے۔ اور اسی لئے انگریزی ادب تک رسائی آسانی سے ہو سکتی ہے۔ میں مندرجہ ذیل انگریزی ڈراما نگاروں کے مطالعے کی خاص طور پر سفارش کروں گا۔ گویہ راست ہے۔ پسند اپنی اپنی نظر اپنی اپنی

(۱) اے۔ اے۔ ملنے A. A. Milne انگریزی زبان کا بہترین انشا پرداز مدتوں تک انگلستان کے مشہور مزاحیہ ہفت روزہ پنچ کا سب ایڈیٹر رہ چکا ہے۔ ہلکی پھلکی زبان میں بہترین مضامین لکھتا ہے۔ بچوں کی کہانیاں۔ اور یک ایکٹ کے ڈرامے لیکن اس کے یک ایکٹ کے ڈرامے پڑھئے۔ اس کے ایک دو ڈرامے اردو میں منتقل ہو چکے ہیں۔ اسکے ڈراموں کا گھریلو انداز اور لطیف مزاح بہت جلد آپ کو گرویدہ بنا لے گا۔

(۲) بیری Barrie کے نام سے کون واقف نہیں لیکن اردو زبان میں ابھی تک اسکا ایک ڈراما بھی منتقل نہیں کیا گیا۔ بیری بچوں اور لڑکوں کی نفسیات کو بہت اچھی طرح سمجھتا ہے۔ لیکن اس کے ڈرامے ہر ایک کے لئے دلچسپ ہوتے ہیں۔ اسکی زبان بہت آسان ہے۔ لیکن اس نے ان پر ایک ایسا پرستانی رنگ چڑھا دیا ہے۔ جو نہیں پڑھتا ہے۔ عش عش کرتا رہ جاتا ہے۔ جو ادیب بچوں کے نفسیاتی الجھنوں میں دلچسپی رکھتے ہوں اور رومانی اور پرستانی پس منظر کے متلاشی ہوں۔ انہیں بیری کے ڈراموں کا ضرور مطالعہ کرنا چاہیے

(۳) ییٹس اور سینج Yeats and Synge مشہور اور مشہور آئرش ڈراما نگار ہیں اول الذکر کو نوبل پرائز مل چکا ہے ابھی حال ہی میں اس کا انتقال ہوا ہے۔ ییٹس کی تمثیلی شاعری نے اسکے ڈراموں میں بھی وہی رنگ بھر دیا ہے۔ ٹیگور کی طرح وہ مذہبیت اور روحانیت کا شیدائی ہے۔ سینج اپنے ڈراموں میں آئرش پس منظر پیش کرتا ہے Riders to the Sea اسکا بہترین ایک ایکٹ کا ڈراما ہے۔

(۴) انکے علاوہ ڈن زنے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور برگ ہوس Brighouse کا مطالعہ بھی ضروری ہے اوکانے O'Casey اور ۔ ۔ ۔ ڈبلیو جیکبز W. Jacobs کے طربیہ ڈرامے بھی قابل ذکر ہیں یہ ایک شخص ذاتی انتخاب ہے۔ ممکن ہے کہ بعض طبائع کو ۔ ۔ ۔ اور ڈراما نگار یک ایکٹ کے ڈراما نگار پسند آئیں۔ بہرحال میرے خیال میں ان ڈراما نگاروں کے ڈراموں کے مطالعہ سے ایک ایکٹ کی ڈراما نگاری کی تمام جزئیات سمجھ میں آ سکتی ہیں ۔ ۔ ۔ اردو ادب میں کیا خود مغربی ادب میں یک ایکٹ کا ڈراما ابھی نیا ہے اسلئے اسمیں انفرادی حیثیتوں کی تدریج و نشو و نما کا بہت امکان ہے۔ اب اردو کے بہت اچھے اچھے ادیب یک ایکٹ

جناب الطاف مشہدی

گذری ہوئی رات

اے سکھی وہ رات آئے گی کبھی پھر لوٹ کر

جب سہانی بیریوں میں گاؤں کے نالے سے پار
ہو رہے تھے مجھ ابھاگن کے لیے وہ بیقرار

جب بہانہ کھیلنے کا میں بنا کر آئی تھی!!
تھپکیوں سے ننھے بھائی کو سلا کر آئی تھی!!

"جلدی جلدی لوٹ کر آنا کہا تھا باپ نے
"کوئی ایسا گیت مت گانا کہا تھا باپ نے

ہولے ہولے ماں نے بھی مجھ سے کہا تھا کان میں
"گم نہ ہو جانا کسی کی بانسری کی تان میں"

اپنے چھپر سے بڑے بھائی نے دی تھی یہ صدا
"لڑکیوں کا رات کو پھرنا کبھی دیکھا نہ تھا!"

اے سکھی تو راہ میں مجھ سے ملی تھی یاد ہے؟
میرا دل تو آج تک اس یاد سے آباد ہے
تو نے پوچھا تھا کہ کیوں پھولی ہوئی سی سانس ہے"
کیا کسی کی یاد کی سینے میں تیرے پھانس ہے"

اے سکھی وہ رات آئے گی کبھی پھر لوٹ کر

جناب ماہر القادری

ڈراما کی مختصر تاریخ

سورج کی آنکھ نے تمدن و تہذیب کی بہت سی بہاریں دیکھی ہیں۔ زمین کے بہت سے کھنڈر اور گڑھے، تمدن و تہذیب کے مقبرے ہیں۔ بابل کا وہ عظیم الشان تمدن جس کی تعریف میں یونان کے مشہور مورخ "ہیرودوٹس" نے اپنے قلم کا تمام زور صرف کر دیا ہے، آج خاک کے ڈھیروں کی صورت میں نظر آتا ہے اور میں نے خود اپنی آنکھوں سے عراق کے چرواہوں کو بابل کے آثار کو پیروں تلے روندتے ہوئے دیکھا ہے۔ اور کیوں جائیے اپنی دلی کو ہی دیکھئے۔ کہ بہت سے تمدن اس کی خاک میں دفن ہیں جن سڑکوں پر آج انگریزوں کے موٹر دوڑ رہے ہیں وہاں اب سے بہت دن پہلے اندرپرستھ کے راجاؤں کے رتھ چلتے تھے۔ اور کسے خبر ہے کہ کل کیا ہوگا؟ لیکن قرائن سے پتہ چلتا ہے کہ اس سائنس زدہ تمدن کی عمر بہت تھوڑی ہے علامہ اقبال مرحوم نے کچھ دیکھ کر ہی تو کہا تھا۔

"وہ فرنگی مدنیت کہ جو خود ہے لب گور"

عجیب بات ہے کہ ہر زندہ تمدن مٹے ہوئے تمدنوں پر ہنستا ہے اور ساتھ ہی یہ سمجھتا ہے کہ جو کچھ اس کے زمانہ میں ہو رہا ہے وہ بالکل جدید اور بالکل تخلیقی ہے۔ چونکہ گزشتہ تمدنوں کے آثار قریب قریب مٹ جاتے ہیں اس لئے لوگ یہی سمجھنے لگتے ہیں کہ ان کا تمدن سچ مچ جدید داعیات اور افکار کا خالق ہے اور جو کچھ ان کے زمانہ میں ہو رہا ہے ایسا کبھی نہیں ہوا۔ لیکن جب کبھی کسی مٹے ہوئے تمدن کے آثار مل جاتے ہیں تو انکو دیکھ کر محسوس ہونے لگتا ہے کہ پہلے لوگ بھی تمدن و تہذیب کے خزانوں سے مالا مال تھے۔ اور انکے رجحانات میں بھی تعمیر و تجدد کی جھلک پائی جاتی تھی۔

تمدن صرف باغوں، مکانوں، لباسوں، کھانوں اور تہذیب و زیب آرائش کا نام نہیں ہے۔ بلکہ اس میں انسانوں کے افکار و داعیات اور عواطف و میلانات کو بھی بہت کچھ دخل ہے۔ اس میں مذہب بھی شامل ہے اور ادب بھی شامل ہے۔ مذہب اور ادب سے تمدن کا بڑا گہرا تعلق ہے۔ میں یہاں تمدن کے اس جزو سے بحث کرونگا جس کا تعلق لٹریچر سے ہے۔

ہر جدید تمدن اپنے لٹریچر کو قریب قریب تخلیقی سمجھتا ہے۔ اور اسکا یہ دعویٰ ہوتا ہے کہ ادب کی جو صنف اس نے پیش کی ہے اسکو گزشتہ تمدن ہاتھ بھی نہیں لگا سکے۔ اس کے افکار بالکل اچھوتے اور جدید ہیں۔ بات یہ ہے کہ ہر جدید تمدن کے دماغ میں گزشتہ تمدن کے تصورات ہوتے ہیں۔ اور وہ اس لئے کہ تاریخ اپنے کو ہمیشہ دہراتی رہتی ہے۔ اگرچہ لوگ محسوس نہیں کرتے۔ کہ جو کچھ ہو رہا ہے نیا نہیں ہے۔ اس سے پہلے بھی یہی ہو چکا ہے اور یہ صرف تاریخ کا اعادہ ہے۔ جدید تمدن صرف اتنا کرتا ہے کہ گزشتہ تمدنوں کے تصورات کو زیادہ رنگین، جاذب نظر اور نمایاں بنا دیتا ہے۔ اور ان تصورات کے نام بھی بدل کر رکھے جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر ناول کو لیجئے۔ جو تمدن حاضرہ کی ایجاد سمجھا جاتا ہے حالانکہ کسی تمدن کا ادب حکایات و قصص سے خالی نہیں ہے ناول بھی حکایات و قصص کی ایک ترقی یافتہ شکل ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ آجکل ناول بہترین کاغذ پر چھپ کر نگاہوں کو دعوت مطالعہ دیتے ہیں۔ اور اس زمانہ میں جبکہ کاغذ کا استعمال نہیں ہوتا تھا۔ لوگ زبانی طور پر حکایات و قصص بیان کرتے تھے لیکن ظرف کے بدل جانے سے مظروف تو نہیں بدل جاتا۔ آپ پانی کو خواہ کسی گلاس میں ڈال دیجئے یا اصلی طشتری میں انڈیل دیجئے پانی

حال میں باقی رہے گا۔

اسی طرح بعد میں تمدن کا ادب ڈراما کی تخلیق کا دعویدار ہے۔ لیکن جو کچھ میں نے اوپر کہا ہے۔ اسی روشنی میں میرا دعویٰ ہے کہ دنیا کے ہر تمدن میں ڈراما کا وجود تھا۔ لیکن اس کو کیا کیا جائے کہ لوگ الفاظ کی پوجا کرتے ہیں حقائق کو نہیں دیکھتے۔ حالانکہ الفاظ کی تبدیلی سے حقائق نہیں بدلتے۔ آپ گلاب کے پھول کا کوئی اور نام رکھ دیجئے گلاب کا پھول اپنی جگہ باقی رہے گا۔

تمہید قدرے طویل ہو گئی۔ لیکن میں جو کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ اس کے لئے اس تمہید کی ضرورت تھی۔ حالانکہ مجھے اب بھی اس بات کا کھٹکا ہے کہ وہ دماغ جو ادبی چٹخاروں کے عادی ہو گئے ہیں شاید اس خشک تمہید کو پڑھ کر اکتا جائیں گے۔ کہ زلف پیچاں، تبسم رنگیں اور شانوں کے گداز۔ کو چھوڑ کر یہ کیا خشک موضوع چھیڑ دیا لیکن میں عرض کروں گا کہ صرف رنگینیوں اور چٹخاروں سے کھیلنے کا وقت گزر گیا۔ اب اردو ادب چٹخاروں اور رنگینیوں کے ہاتھوں سے نکل کر تفکر و تعمق کی وادیوں میں آ چکا ہے۔

تو ہاں! میں یہ کہہ رہا تھا کہ ڈراما دورِ حاضر کی تخلیق نہیں ہے اب سے بہت پہلے یہ وجود میں آ چکا تھا۔ اس چیز کو ثابت کرنے کے لئے مجھے قدرے تفصیل سے کام لینا ہوگا۔ تاکہ دعویٰ دلائل کی روشنی میں صاف طور پر ناظروں کے سامنے آ جائے۔

ڈراما کی امتیازی خصوصیات

آپ تفصیلات معلوم کرنے کے لئے بے چین ہونگے۔ لیکن میری تفصیلات نامکمل رہیں گی، جب تک کہ میں حکایت قصے ناول اور ڈراما کی امتیازی خصوصیات پیش نہ کر دوں۔ اس بحث کو پڑھنے کے بعد موضوع کے بہت سے پہلو خود بخود آپ کی نگاہوں کے سامنے آ جائیں گے۔

جہاں تک حکایت، قصے، ناول اور ڈراما کی اصل کا تعلق ہے ان میں کوئی فرق نہیں ہے۔ یہ سب ایک ہی درخت کی ڈالیاں اور ایک ہی پودے کے پھول ہیں۔ ان میں مابہ الامتیاز چیز نفسیاتی طرز بیان ہے۔ اور اسی اعتبار سے اس میں تاثیر کی کمی بیشی پائی جاتی ہے۔ حکایت اور قصہ میں نفسیات کا زیادہ لحاظ نہیں رکھا جاتا ان میں بہت سی ایسی چیزیں بھی بیان کر دی جاتی ہیں جن کا نفسِ انسانی پر کوئی خاص اثر نہیں پڑتا۔ لیکن اس کے باوجود صرف رنگینی بیان کی خاطر لوگ اسے غور سے پڑھتے ہیں۔ مثال کے طور پر داستان امیر حمزہ اور طلسم ہوشربا کو لیجئے۔ ان دونوں کتابوں کو لوگ بڑی ہی دلچسپی کے ساتھ پڑھتے ہیں لیکن نفسیات انسانی ان کے مطالعہ سے متاثر نہیں ہوتی

اس کے برخلاف ناول اور افسانہ بہت زیادہ نفسیاتی ہوتے ہیں۔ ان کو پڑھ کر ایک خاص اثر ہوتا ہے۔ ناولوں اور افسانوں میں افسانوں کے کردار نمایاں طور پر نظر آتے ہیں۔ اور یہی ناول اور افسانہ کی امتیازی خصوصیت ہے۔ لیکن پھر بھی۔ ناول اور افسانہ کا ایک جزو حکایت اور قصے سے ملتا جلتا ہوتا ہے۔ مگر ڈراما خاص نفسیاتی حقیقت کا نام ہے۔ اس میں نفسیاتِ انسانی کی نزاکتوں کی ترجمانی کی جاتی ہے۔ اور اس کو پڑھ کر اور سن کر ایسا محسوس ہونے لگتا ہے جیسے سچ مچ ایسا ہو ہی رہا ہے۔ ڈراما میں صرف نفسیات کی ترجمانی کی جاتی ہے اور انسانی کردار پورے طور پر نمایاں ہو جاتے ہیں۔ اس میں ہر زندگی، اپنے اصلی رنگ میں پیش کی جاتی ہے اسی لئے ڈراما سے نفسِ انسانی بہت زیادہ متاثر ہوتا ہے۔

میں کسی افسانے، قصے، ناول، یا ڈراما کی تاثیر اور کامیابی کا معیار یہ سمجھتا ہوں۔ کہ اس میں اگر کسی انسانی کردار کی اچھائی بیان کی گئی ہے تو پڑھنے والا اسی کردار کی خصوصیات پیدا کرنے کی آرزو کرنے لگے۔ اور کسی کیریکٹر کو برے انداز میں پیش کیا گیا ہے، تو اس سے نفرت کرنے لگے۔ ڈراما میں یہ قوت بدرجہ اتم پائی جاتی ہے۔

ڈراما نویسی

ڈراما چونکہ نفسیاتی نزاکتوں کا ترجمان ہوتا ہے اس لئے ڈراما کا لکھنا بہت مشکل ہے۔ میرے خیال میں ایک مشاق افسانہ نویس، ڈراما نویس بن سکتا ہے۔ بشرطیکہ اس نے انسانی زندگیوں کا اس نگاہ سے مطالعہ کیا ہو، جس نگاہ کی ڈراما کو ضرورت ہے۔ ڈراما کے ایک ایک لفظ میں، نفسیات کا لحاظ رکھنا پڑتا ہے۔ فرض کیجئے۔ ایک شخص غصے

بے تاب ہوکر کچھ کہہ رہا ہے۔ تو اب ایک ایک لفظ سے غصہ کی کیفیت نمایاں کرنی ہوگی یہی حال دوسرے جذبات کی ترجمانی کا ہے۔

ڈراما میں لکھنے والے کے نفسیاتی مطالعہ اور زبان دانی کا اندازہ ہوتا ہے۔ جو شخص روزمرہ اور عام بول چال کے استعمال کی قابلیت نہیں رکھتا۔ وہ ڈراما نویس بن ہی نہیں سکتا۔ بلکہ میں تو یہاں تک کہتا ہوں، کہ ڈراما نویس کو ہر جملہ لکھنے کے بعد اپنی زبان سے اس جملہ کو اسی کیفیت اور جذبہ کے ساتھ دہرانا چاہیئے۔ جس کے اظہار کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس طرح الفاظ کی نشست اور ان کے استعمال کی صحت کا پتہ لگ جائے گا ـــــ ڈراما نویس حقیقت میں ایکٹر ہے تھیٹر ہال کے اسٹیج کا نہ ہوگا، خاتون کے مناظر کا نہیں بلکہ کاغذ کے اسٹیج کا، اس کو قلم کے ہاتھوں سے کاغذ کے اسٹیج پر اداکاری کرنا ہوتی ہے۔ یہی اداکاری جب کاغذ سے گذر کر اسکرین پر آتی ہے تو سحر حلال بن جاتی ہے۔

ڈراما کی قدامت

میری تمہید کو ذہن میں رکھ کر اب سطور ذیل کا مطالعہ فرمائیے۔ دنیا میں عبرت و نصیحت اور تفریح و تسکین کے لئے، ہمیشہ سے قصوں حکایتوں اور ڈراموں کے کہنے سننے اور دیکھنے کا رواج رہا ہے۔ دنیا کا کوئی تمدن اس خصوصیت سے خالی نہیں ہے۔ آپ خود اپنی زندگی پر نظر ڈالیئے کہ آپ کی زندگی کا کتنا وقت دوسروں کی زندگیوں کے واقعات سننے اور اپنی زندگی کے واقعات کے دہرانے میں صرف ہوتا ہے۔ آپ کی چوپالیں، دیوان خانے، ہوٹل، کلب گھر اور تفریحی مقامات کی رونق اور گرمی ان ہی قصوں اور افسانوں سے ہے۔ آپ روزانہ اپنے گھر میں بچوں کی باتیں سنکر اور ان کی اداکاری دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔ اور انکی باتوں کا جو حصہ زیادہ نفسیاتی ہوتا ہے۔ اسے آپ بار بار سننے اور دیکھنے کی خواہش کرتے ہیں۔ اور یہ قصہ یہیں ختم نہیں ہوجاتا۔ بلکہ آپ اپنے دوست احباب کو اپنے بچوں کی اداکاری دکھاتے ہیں۔ بس اسی چیز کا نام ڈراما ہے۔

یاد رکھئے کہ نفسیات کے داعیات کے اعتبار سے دنیا کے لوگ ہمیشہ یکساں رہے ہیں۔ لذتوں اور دلچسپیوں کے لئے جس طرح آج سے دس ہزار برس پہلے کے لوگ بے تاب رہتے تھے۔ بالکل اسی طرح آپ بھی بے تاب ہیں۔ جس طرح آج آپ کی صحبتوں میں مختلف کرداروں اور زندگیوں کو لوگ پیش کرتے ہیں۔ پہلے لوگ بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ اس زمانہ میں بھی جب کہ آگ پتھر رگڑ کر پیدا کی جاتی تھی، انسانی کرداروں کے اہم اور دلچسپ واقعات کو لوگ آپس میں نفسیاتی خصوصیات کے ساتھ بیان کرتے تھے۔ اور کردار کی اسی نفسیاتی ترجمانی ہی کا نام "ڈراما" ہے ـــــ آجکل تو سائنس کی تہذیب نے فنون لطیفہ کے پردے میں بہت سی دلچسپیوں کا اضافہ کر دیا ہے۔ لیکن اس زمانہ میں جبکہ اتنی زیادہ دلچسپیاں موجود نہ تھیں۔ اس زمانہ کے لوگوں کی زندگی ہماری زندگیوں سے زیادہ ڈرامائی زندگی تھی ـــــ اور فرصت کے لمحات میں وہ لوگ اسی چیز سے لطف اٹھاتے تھے۔

اہل عرب اور ڈراما

حضرت پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی تشریف آوری سے قبل اہل عرب کی زندگی بہت زیادہ پراگندہ، منتشر اور قبیلانہ تھی، ذرا سی بات پر خون کی ندیاں بہ جاتی تھیں۔ عربوں کی اسی جنگجویانہ فطرت کا اثر تھا۔ کہ کوئی حکومت ان کو غلام نہ بنا سکی، ایسے زمانہ میں جبکہ عرب ہر وقت جنگ کے میدانوں میں نظر آتے ہیں، ہم دیکھتے ہیں کہ عرب کے نامور شعرا، اپنے قبیلوں اور خاندانوں کے کارناموں کو بیان کرتے ہیں۔ ایک شاعر دوسرے شاعر کے دعوے کا جواب دیتا ہے۔ اور یہ شعر بازی ایک حیثیت میں "ڈراما" کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ ایام جاہلیت کے شعراء کے قصائد جہانتک انکے مکالموں کا تعلق ہے "ڈرامائی حیثیت رکھتے ہیں" اسی تاثیر کا نتیجہ تھا کہ بعض وقت ایک شعر نے ہی قبیلوں میں آگ لگا دی اور لہو کی ندیاں بہ گئیں۔ عرب شعراء کردار بیان کرنے میں کمال رکھتے تھے میں اوپر کہہ چکا ہوں کہ نفسیات اور کردار کی ترجمانی ہی کا نام ڈراما ہے۔ لہٰذا عرب شعراء کے ان اشعار... کو جو مکالمہ کی حیثیت رکھتے ہیں ڈرامائی اشعار کہا جا سکتا ہے۔

جناب سید انصار ناصری　　　　ریڈیائی ڈراما

آرامِ علاج

افراد

بیزار ———— لکھنوی لب ولہجہ کا شاعر بیمار
بیگم ———— غریب و مسکین رفیقۂ حیات
نرس میری ———— }
نرس جولیانا ———— } ہسپتال کی تیز طرار نرسیں
جمعدار ———— صرف ایک جمعدار باقی کچھ نہیں

سینٹ جانسن نرسنگ ہوم کمرہ نمبر ۵

نرس میری :- جلدی کرو، جلدی کرو، کمرہ ٹھیک ہوگیا یا نہیں، مریض آنیوالا ہے۔ صاف کردیا ٹھیک طرح ؟!

جمعدار :- سب ٹھیک ہوگیا۔ باقی بستر کرنا باقی ہے۔ اور باقی کچھ نہیں۔

(نرس کھٹ پٹ کرتی ادھر ادھر پھرتی ہے)

نرس :- اور فنیل خوب ڈال دیا تھا۔

جمعدار :- پوری بوتل ڈالدی تھی۔ باقی کچھ نہیں۔

نرس :- یہ فنیل الماری کے پاس رکھو۔ جلدی کرو۔ اور یہ جگ میز پر رکھو۔ اور یہ تولیہ ٹھیک سے رکھو چلو چلو۔ جلدی کرو ——

جمعدار :- ابھی لو۔ (سرگوشی کی آواز) ———— ایسا مریض بھی میں نے باقی کبھی نہیں دیکھا۔

نرس :- کونسا مریض ؟

جمعدار :- نمبر پانچ۔ کاٹ کھانے کو دوڑتا ہے۔ اور کہتا ہے میں گردن توڑ دونگا۔ باقی کچھ نہیں

(دور سے تیز کھٹ پٹ قدموں کی آواز)

نرس میری :- (دوایک قدم تیز چل کر) جولیانا ———— جولیانا ———— !!!

نرس جولیانا :- (دور سے رک کر) ہلو میری !! کیا کررہی ہو۔

(کھٹ پٹ کرتی آتی ہے راستہ بھر گنگناتی رہتی ہے)

la. la. ri. la. la. la. la. si. ee ee ee !!!

میری :- اس کمرے میں تمہاری ڈیوٹی ہے !

جولیانا :- آل رائٹ۔ کوئی نیا مریض ؟

(جمعدار پلنگ کو زور سے کھینچتا ہے)

میری :- نہیں۔ نیا کون آئیگا۔ تین نمبر اس میں آرہا ہے۔

جولیانا :- جو کل آیا تھا لمبی سی ناک والا۔ وہی نا۔

میری :- ہاں۔ وہی پرانا لنگور۔

(جمعدار میز ٹھیک کرتا ہے۔ کھٹ پٹ)

جولیانا :- بیماری کیا ہے ؟

میری :- وحشت !!

جمعدار :- بس باقی کچھ نہیں۔

(دونوں نرسیں ہنستی ہیں)

جمعدار :- یہ چادر ٹھیک ہے۔ یا باقی کچھ۔

میری: ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے۔ چلئے وہ سب ٹھیک ہے جیٹ
وہیں ٹھیک ہے۔ بیزار معقول مریض ہے کل مینیجر سے
شکایت کردی کہ کمرے میں غل بہت ہوتا ہے۔

جولیانا: مریض بتایا گیا ہے؟!
میری: آرام طلب ہے۔
جمعدار: یعنی آرام ہی آرام باقی کچھ نہیں۔
میری: شاباش چپ رہو۔
جولیانا: اے شاباش۔ میں کہتی کوئی شریف آدمی ہے کیا نام؟!
میری: بیزار ——
جولیانا: بیزار
میری: شریف ہی ہیں۔ وہ آ رہے ہیں آپ
جولیانا: وہ جو بہت تیز قدم آ رہے ہیں؟
میری: وہ دیکھو

(زور سے بھاری قدموں کی آواز اور لکڑی ٹیک کر چلنے کی آواز)

جولیانا: ہوں۔ دیکھنے میں تو معقول معلوم ہوتا ہے۔ اچھی خاصی گرم گرم
شکل ہے آنکھیں تو دیکھو کیسی پیاری پیاری ہیں۔
میری: ارے وہ تیرے جیسی عاشق مزاج نہیں کی
جولیانا: ہیں ہیں ہیں اور یہ ساتھ کون ہے سہمی ہوئی چوہیا!
میری: ان کی بیگم صاحبہ ——!
جولیانا: اے شادی شدہ ہے بیچارا۔ چہ چہ چہ ——!

(قدموں کی آواز قریب)

میری: جیسا تو کہتی ہوں۔ تیرے لئے کوئی گنجائش نہیں —— آیئے
بیگم صاحبہ یہی کمرہ ہے۔
بیگم: یہ کمرہ ہے!!
بیزار: کیا یہ کمرہ ہے!!
میری: جی ہاں یہی کمرہ ہے۔
بیزار: ارے یہ تو بہت ہی چھوٹا سا ہے۔
میری: جی ہاں بیزار صاحب! یہ تین نمبر سے بڑا ہے! یہ دیکھئے باتھ
روم۔ یہ ٹیبل۔ یہ آرام کرسی۔ یہ ایک اور میز۔ یہ پلنگ۔ یہ پنکھا

اور یہ دو کپیاں اور۔ اور۔ اور یہ آپ کی نرس مس جولیانا۔
جمعدار: اور باقی کچھ نہیں۔
بیزار: مس جولیانا۔ آ آ ہا آ۔ آپ۔ خ خ خ خوب۔ میرا نام بیزار
ہے۔ تسلیم تسلیم تسلیمات۔ ہیں ہیں ہیں ——!!!
جولیانا: آپ آرام فرمائیں بیزار صاحب۔ اطمینان رکھئے یہاں آپ
کو کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوگی۔ میں ہر وقت آپ کی خدمت کو
حاضر ہونگی —— تشریف رکھئے بیگم صاحبہ۔

(کرسی گھسیٹنے کی آواز)

بیزار: ہیں ہیں ہیں۔ آپ کی نظر عنایت رہی تو کسی بات کی تکلیف
نہیں ہو سکتی۔ ہوں۔ کمرہ تو ہوا دار ہے۔ نہایت خوب ہے

یہ کس رشک مسیح کا مکاں ہے
زمیں جس کی چہارم آسماں ہے

جمعدار: باقی کچھ نہیں۔
جولیانا: ہا ہا (ہنستے ہوئے) تشریف رکھئے۔
بیزار: (بستر پر بیٹھتے ہوئے) یہ پلنگ بولتا تو نہیں؟
میری: ہیں ہیں ہیں۔ نہیں بیزار صاحب! یہ تو بالکل نیا پلنگ ہے۔
بیزار: ہوں ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے۔ مگر کل والا پلنگ تو شیر
کی طرح گرجتا تھا —— توبہ
میری: ہیں ہیں ہیں (خفیف ہنسی) آپ آرام فرمائیں آپ کو [illegible]
آرام پہنچانا ہمارا فرض ہے —— جولیان جمعدار کے ساتھ
آپ کا سامان وغیرہ یہاں لے آؤ۔ تھینکیو۔

(جولیانا اور جمعدار تیزی سے جاتے ہیں)

بیزار: اوہ آہ! جان نکل گئی۔ ہا۔ واقعی یہ پلنگ ہے تو عمدہ۔ اور
اور یہ کھڑکی کدھر کھلتی ہے؟
میری: یہ کھڑکی وہ سڑک پر کھلتی ہے۔
بیزار: سڑک پر۔ اوہ! بہت غل ہوتا ہوگا۔
میری: جی نہیں بیزار صاحب۔ بالکل سنسان سڑک ہے۔ کوئی
نہیں آتا جاتا —— اب آپ آرام فرمائیں —— اور بیگم صاحبہ
افسوس ہے کہ مجھے آپ سے بھی درخواست کرنی پڑیگی کہ اب

آپ تشریف لے جائیں۔ مریض کے لئے تنہائی ضروری ہے۔

بیگم :۔ (گھبرا کر) ہاں ہاں۔ میں جا رہی ہوں۔ (بیزار سے مخاطب ہو کر) اچھا ــــ !!

بیزار :۔ ارے ارے نرس۔ میری خاطر سے انہیں تھوڑی دیر کی اجازت دیدو۔ مجھے بہت سی ضروری باتیں کرنی ہیں۔

میری :۔ اچھا پانچ منٹ۔ جلدی کیجئے۔ اس سے زیادہ کا حکم نہیں اور پھر اسکے بعد ایک مہینے تک عزیزوں سے ملاقات بند۔ کتابیں بند۔ اخبار بند۔ شاعری بند۔ سب چیزیں بند۔ مجھے آپ کے رول تو آپ جانتے ہی ہیں۔

بیزار :۔ ہاں ہاں۔ خوب جانتا ہوں۔ اسی لئے تو یہاں آیا ہوں۔ میں خود ان سب چیزوں سے تنگ آ گیا تھا۔ اوہو۔ ہو ہو۔ ایک مہینے تک آرام مطلق۔ سکون کامل۔ لیکن شاعری کیسے بند ہو سکتی ہے؟

میری :۔ پانچ منٹ سے زیادہ نہیں۔ اس کے بعد بیگم صاحبہ آپ کو فوراً چلا جانا ہوگا۔ بس میں جاتی ہوں۔

(نرس کے جانے کے بعد دروازہ بند ہوتا ہے)

بیزار :۔ بڑی عمدہ نرس ہے کتنی سختی سے حکم چلاتی ہے۔ مجھے ایسی ہی زبردست حکمران کی ضرورت تھی۔ دیکھو تو تم نے مجھے کیسا بنا دیا بیگم۔ اگر تم بھی میرے ساتھ اسی طرح سختی سے پیش آتیں۔ تو آج میری یہ حالت نہ ہوتی۔

بیگم :۔ میں نے تو ہمیشہ آپ کو باز رکھنے کی کوشش کی مگر آپ......

بیزار :۔ (ہانپتے ہوئے) آہ۔ ناراض نہ ہو بیگم۔ میرا مطلب یہ نہیں تھا بلکہ میں یہ کہنا چاہتا تھا کہ۔ ار۔ ار۔ دراصل میرا مطلب یہی تھا کہ تمہاری آواز میں زور نہیں تھا۔ بلکہ۔ اور۔ اور۔ کیا کہتے ہیں اس کو۔ ایک قسم کا۔ ایک قسم کی نرمی اور منت پائی جاتی تھی ــــ حالانکہ مجھ جیسے۔ ار۔ ار۔ ار مجھ جیسے آدمی کیلئے جو اپنی بساط سے زیادہ کام کرنے پر تلا ہو۔ سختی اور زبردستی۔ اور کیا کہتے ہیں۔ اسکو تشدد کی ضرورت تھی ــــ گو اس میں شک نہیں بیگم کہ پیاری بیگم کہ میں جانتا ہوں کہ تم نے ہمیشہ میری بہتری کی کوشش کی مگر کوشش کی مگر ــــ

(سیٹی کی آواز)

بیزار :۔ (ہلکی خوفزدہ چیخ کے ساتھ) ہائیں!!! ــــ یہ کیسی آواز؟!!

(چند سکنڈ خاموشی)

بیزار :۔ خیر خیر۔ کچھ ہوگا۔ ہاں تو میں یہ کہہ رہا تھا ــــ کیا کہہ رہا تھا میں؟؟ ہاں۔ میں یہ کہہ رہا تھا۔ کہ میرا کام تو آخر میرے ہی کئے پورا ہو سکتا تھا۔ ورنہ۔ ورنہ۔ تم جانتی ہو کہ میرے بعد میرا کام کون کرے گا؟ یہ موٹی موٹی کتابیں کون لکھیگا۔ ہائیں ہیں ہیں؟ بیگم؟؟ آ ــــ لیکن پھر بھی میں یہی چاہتا تھا۔ کہ۔ کہ تم مجھے زیادہ محنت کرنے سے روکتیں۔ تو اچھا تھا۔ خیر خیر۔ کوئی مضائقہ نہیں ــــ کوئی مضائقہ نہیں۔ کوئی مضائقہ نہیں۔ تم دیکھ لینا۔ ذرا میں اچھا ہو جاؤں۔ پھر تم دیکھنا ــــ

(جوش کے ساتھ) ؎

اگر بیزار ہوں دنیا کو حیراں کر کے چھوڑوں گا
جہانِ تیرگی کو خاورستاں کر کے چھوڑوں گا

تری اس زلف کی سوگند اے لیلائے رنگینی
کہ ارضِ خار و خس کو سنبلستاں کر کے چھوڑوں گا

عرق آ جائے گا تاروں بھری راتوں کے ماتھے پر
میں اس محفل میں وہ شمعیں فروزاں کر کے چھوڑوں گا

بیگم :۔ (رک رک کر) آپ کا سامان ابھی یہاں نہیں آیا۔ آخر کب تک آئیگا میں چاہتی ہوں کہ اپنے سامنے آپ کے کپڑے وغیرہ احتیاط سے رکھوا جاؤں۔ ورنہ یہ نرسیں ــــ (کرسی سے اٹھ کر) میں ابھی نرس کو بلاتی ہوں۔

بیزار :۔ شش شش!! بیگم کہاں جاتی ہو۔ بیٹھو۔ ناحق تم فضول باتوں کا اتنا فکر کرتی ہو۔ بیٹھو بھی۔ ارے بھائی کپڑوں کا کیا ہے ــــ مجھے ضرورت نہیں۔ مہینہ بھر تک آرام کرنا ہے۔ مجھے کونسے جوڑے لئے ہونگے۔ ہوں!! مجھے نہیں چاہئیں۔ کپڑے وپڑے۔ بیٹھو بیٹھو (کرسی پر بیٹھنے کی آواز) خدا خدا کر کے تو یہ دن میسر ہوا کہ مجھے کپڑوں کے جھنجھٹ سے نجات ملی۔ اب پھر تم اس مصیبت میں گرفتار ــــ

بیزار :- یہ کیسی آواز ہے آخر — ٹیں ٹو - ں - بٹ کیا ہے؟ اس شور
چیدہ کو بند کرنا چاہئے نا - یہ تو سخت تکلیف کا باعث ہے ۔
ہوں !! — ہاں - تو وہ — دیکھو یعنی یہ کہ دیکھو — یہ پہلی
ہدایت کس قدر مفید ہے - سنو پڑھتا ہے " مریض کو ہمیشہ
مقوی عمدہ اور لذیذ کھانا دینا چاہئے " دیکھا تم نے ؟؟

بیگم :- اس میں نئی بات کونسی ہے - کیا آپ کا یہ مطلب ہے
کہ میں آپ کو اچھا کھانا نہیں کھلاتی تھی کیا ؟

بیزار :- (گھبرا کر) نہیں نہیں - یہ مطلب نہیں - اور ہاں ہاں بیگم
صاحب - معاف کیجیے ایک مرتبہ آپ نے مجھے ابلی ہوئی
ارویاں کھلائی تھیں — ابلی ہوئی ارویاں — اور یہ جانتے
ہوئے کہ ارویاں میری چڑ ہیں - وہ سخت چڑ - زہر
قاتل - شہ شہ شہ !!

بیگم :- اوہ ! شاباش ہے آپ کے حافظے کو - اس بات کو پانچ
برس ہوئے — اچھا یہ بتائیے پھر تو کبھی ایسا اتفاق نہیں ہوا

بیزار :- ہاں ہاں میں مانتا ہوں کہ پھر کبھی . . . .

(دروازہ زور سے کھلتا ہے)

بیزار :- (وحشت زدہ) کون ہے ؟؟

جمعدار :- پانی لایا ہوں صاحب ! باقی کچھ نہیں

(پانی جگ میں ڈالنے کی آواز قدرے تامل)

بیزار :- ارے بھائی ہو چکا یا نہیں —!!

جمعدار :- جی ہاں صاحب ! باقی کچھ نہیں

بیزار :- تو پھر آپ جاتے کیوں نہیں ؟

جمعدار :- جا رہا ہوں صاحب ۔

(دروازہ زور سے بند کر کے جاتا ہے)

بیزار :- آنا دا ! جانا آنا - شہ - مستقل ڈراما کر رہا ہے یہ شخص تو -
ہوں !! خیر خیر - ہوم - تو دوسری بات سنو " مریض کے
کمرے میں بالکل شور نہ ہونا چاہئے - نہایت آہستگی سے کام
کرنا چاہئے - اگر کسی تیسرے شخص سے گفتگو بھی کرو - تو نہایت
آہستگی سے — اور تم ہمیشہ میرے ہی سر پر سوار ہو کر

اپنے بنگالے کی مینا کو دنیا بھر کے علم چیخ چیخ کر پڑھایا کرتی تھیں

بیگم :- (رنجیدہ ہو کر) اونہہ - خیر - میں نے جو کچھ کیا برا کیا - میں تو ہوں
ہی سدا کی بری - اب تو آپ اس ہسپتال میں آ گئے یہاں
تو ہر طرح کا آرام ملے گا - پیٹ بھر کے آرام حاصل کیجئے ۔

بیزار :- اور کیا ، یہاں تو ہم آئے ہی ہیں - آرام علاج کے لئے -
مگر خیر خیر تم برا مت مانو - لو سنو - یہ تیسری ہدایت :-
" مریض کے سامنے ہمیشہ دلچسپ اور خوش کرنے والی باتیں
کرو - کبھی کسی رنجدہ ، یا افسوسناک بات کا ذکر نہیں کرنا چاہئے "
سنا تم نے ؟ دیکھو بیگم برا نہ ماننا - اور تم ہمیشہ مجھے ڈاس کیپیٹل
اور وار ٹیکس کے خوفناک تقاضوں سے ڈرایا کرتی تھیں - ہو
ہو ہو - اُف !!! شاعروں کی فطرت عسا لی سے تو واقف
نہیں !! (مصرعہ)

بیگم :- مگر میں کیا کرتی ؟ آخر ٹیکس تو ادا کرنا ہی تھا — اچھا
ان باتوں کو جانے دیجئے - میں تو بڑی ہوں - یہ نرسیں بڑی کونسی
خوبی بھری ہیں - کل ہی آپ شکایت کر رہے تھے - کہ اسی ٹی
نرس نے چیر پھاڑ اور اپریشنوں کے ایسے خوفناک قصے سنائے
گئے - کہ آپ کو رات بھر نیند نہیں آئی — پھر ؟

بیزار :- نہیں نہیں - بیگم !! دیکھو دیکھو تم میرا مطلب غلط سمجھیں —
وہ نرس تو بیچاری — ابھی — آں — ارار - کیا کہتے ہیں اس کو
ناتجربہ کار ہے - اور پھر دوسرے یہ کہ — ہاں میں کیا کہہ رہا
تھا — ؟؟ ہاں خیر - دیکھو تو وہ چوتھی بات یہ کہ . . . . . .

(زور سے دروازہ کھول کر جولیانا داخل ہوتی ہے)

جولیانا :- وقت ہو چکا بیگم صاحب - بہت دیر ہو گئی - اب آپ کو
تشریف لے جانا پڑے گا ۔

بیگم :- اچھا —!!

بیزار :- اوہو - ابھی تو مجھے بہت سی باتیں کرنی تھیں ۔

جولیانا :- میڈن کا حکم نہیں - میں کیا کر سکتی ہوں — آپ جا سکتی
ہیں بیگم ۔

بیگم :- اچھا - رخصت — خدا کرے آپ بالکل تندرست ہو کر آئیں

بیزار :- اس میں بھی کیا شک ہے۔ ضرور ضرور — اچھا بیگم خدا حافظ — ذرا میری کتابوں کا خیال رکھنا۔ خدا حافظ۔

(بس کے چلنے کی آواز)

بیگم :- خدا حافظ — خدا — حا —

(بس کی آواز اس مرتبہ قدرے زور سے)

بیزار :- (غصہ میں) اوہ! ہو ہو۔ یہ شریر لڑکا کسی طرح باز نہیں آئے گا۔ [illegible] میرے پاس کون ہے؟

جولیانا :- کون لڑکا؟

بیزار :- وہی کمبخت جو برابر سیٹی بجائے جا رہا ہے۔ نامعقول نے دماغ پریشان کر دیا۔

جولیانا :- ارے — یہ تو سیٹی نہیں — یہ لڑکا نہیں یہ تو میرا طوطا ہے — میں نے اس کھڑکی کے نیچے پنجرہ رکھ دیا تھا [illegible]۔

(ایک قدم جلدی میں چلنے اور دروازہ کھولنے کی آواز)

جولیانا :- یہ ہائے بے چارا (پھڑ پھڑانے کی آواز) اوہ — ڈر گیا بچہ۔ پکی پوچی۔ پوچی۔ پولی ڈیر۔ پوچی (اسے پچکارتی ہے) پوں!!

(طوطا بھی آوازیں کرتا ہے)

جولیانا :- سہم گیا بے چارا بے زبان۔

بیزار :- بے زبان!! ہوں!! کاش یہ بے زبان ہوتا۔

(طوطا ٹیں ٹیں کر بولتا ہے)

جولیانا :- یہ میرا طوطا ہے — اوہ! سویٹ پولی میری بڑی بہن نے دیا تھا۔ ہم چار بہن بھائی ہیں۔ ایک بھائی پولیس میں ہے۔ دوسرا کلرک ہے۔ بڑی بہن تو بس پانچ مکانوں کا کرایہ کھاتی ہیں۔ چار چار مکان ہیں۔ اور بڑے عالیشان — بچی بچی — (طوطے کو پچکارتے ہوئے) سب یہی کہتے ہیں۔ کہ میں اپنی بہن سے ہزار درجہ خوبصورت ہوں۔

بیزار :- ہوں ں ں!!

جولیانا :- بچپن سے میرا یہی ارادہ تھا۔ کہ نرس بنوں۔ مجھے یہ زندگی بہت پسند ہے۔ پچھلے سال کا ذکر ہے۔ ایک خوبصورت نوجوان پندرہ میں آیا تھا۔ بڑے مزے کی باتیں کرتا تھا۔ میں اسے اکثر باغ میں ٹہلانے لے جایا کرتی تھی — وہ چاہتا تھا کہ مجھ سے . . . .

(یکدم سے دروازہ کھلتا ہے)

جمعدار :- تم یہاں ہو۔ اور وہاں سسٹر ن چیخ رہی ہیں — کمرہ ۲ کو ابھی تک دوا نہیں دی گئی۔ اور وہ بغیر دوا کے سو گیا۔

جولیانا :- پھر میں کیا کروں۔ میری ڈیوٹی نہیں ہے۔ نرس پامر کیوں نہیں دوا دے دیتیں۔

جمعدار :- نرس پامر کہتی ہیں میری ڈیوٹی نہیں ہے۔

(قدرے خاموشی)

جولیانا :- خیر میں آتی ہوں۔ مگر اس کمبخت کو سوتے سے جگانا بھی آفت ہے۔ چھوڑوں۔

(جولی ہوا ہو جاتی ہے۔ کھٹ پٹ قدموں کی آواز)

بیزار :- نرس — نرس — نرس نرس!!!

جمعدار :- کیا ہے؟

بیزار :- نرس!!!

جمعدار :- میں نرس نہیں ہوں جناب

بیزار :- اوہ۔ معاف کرنا۔ ارے بھئی دروازہ بند کر دو۔ تیز ہوا چل رہی ہے — توبہ!

(زور سے دروازہ بند)

(قدرے خاموشی — بھاری قدموں کی آواز)

کوئی مردانہ آواز (دروازہ کھول کر)

Oh! Excuseme nurse Jane. not here! Sorry to hav dis tur bed you!

(زور سے دروازہ بند کر کے جاتا ہے)

بیزار :- یہ مصیبت کیا ہے آخر —!

(چند منٹ کی خاموشی کے بعد میاں بیزار کے منہ سے کچھ گانے

کی آواز۔ "ہو۔ ہا۔ ؤ۔ جانیاں" ۔)

مندرجہ ذیل فی البدیہہ اشعار پڑھتا ہے۔ ایسے انداز میں جس سے معلوم ہو کہ یہ شعر ابھی کہے جا رہے ہیں ——— ہر شعر دو مرتبہ پڑھا جائے ؎

وہ آنکھیں وہ گیسو۔ آہ! . . . .

وہ نوخیز میری وہ اک بنتِ مریم
وہ مخمور آنکھیں وہ گیسوئے پُرخم

جیسے چاند — ماہ پارہ — شرارہ . . . .

وہ ارضِ کلیسا کی اک ماہ پارا
وہ دیر و حرم کے لئے اک شرارا

نرس۔ یعنی چارہ گر —— اف۔ دردِ جگر۔ ہا ہا۔ . .

وہ اک نرس ہے چارہ گر جس کو کہئے
مداوائے دردِ جگر جس کو کہئے

کپڑے کتنے سفید ہیں۔ بالکل نورانی جیسے حور . . . .

سفید اور شفاف کپڑے پہن کر
مرے پاس آتی ہے اک حور بن کر

بالکل فرشتہ ہے۔ انداز ہی فرشتوں جیسا ہے۔ ہوہو . . . .

وہ اک آسمانی فرشتہ ہے گویا!
کہ انداز ہے اس میں جبریل کا سا

دل کی تسکین تسکینِ دل ہے . . . .

وہ تسکینِ دل ہے سکونِ نظر ہے
نگاہ شفق ہے۔ جمال سحر ہے

میں تیری پرستش کروں۔ اس بت مرمریں۔ میرے آذر کدے کا بت ہیں

وہ اک جامِ نوریں مرے میکدے کا
بت مرمریں میرے آذر کدے کا

عجب چیز ہے واقعی کبھی سوز کبھی ساز . . . .

عجب چیز ہے وہ عجب راز ہے وہ
کبھی سوز ہے وہ کبھی ساز ہے وہ

جوش میں ———

کبھی سوز ہے وہ کبھی ساز ہے وہ
کبھی سوز ہے وہ کبھی ساز ہے وہ

(دروازہ زور سے کھلتا ہے)

بیزار :- (چونک کر) کون ہے!

نرس میری :- میں ہوں میری

بیزار :- اوہ! میری۔ تم ہو۔ میں تو تمہیں یاد ہی کر رہا تھا

نرس میری :- مجھے۔ ہی ہی ہی۔ فرمائیے میرے لائق کوئی خدمت؟

بیزار :- (آہ سرد کے ساتھ) آہ! خدمت!! کیا کہوں ؎

کل آپ عیادت کو جدھر بیٹھے تھے آکر
اب تک اسی کروٹ سے یہ بیمار پڑا ہے

میری :- ہا ہا ہا (ہنستے ہوئے) خوب۔ آ۔ معاف کیجئے گا۔ شاید میں اپنی بُننے کی سلائیاں یہاں بھول گئی تھی۔ آپ اجازت دیں تو ذرا دیکھ لوں

بیزار :- اجازت خوب ؎

ادھر وہ بدگمانی ہے ادھر یہ ناتوانی ہے
نہ پوچھا جائے ہے اس سے نہ بولا جائے ہے مجھ سے

میری :- خوب ———

میری :- میں دوسرے کمرے میں بیٹھ کر کام کرتی تھی ۔ مریض بالکل تنہا تھا۔ کل کی ساری رات آنکھوں میں کٹ گئی

بیزار :- کیا ساری رات جاگتی رہیں؟

میری :- ہاں۔

بیزار :- جبھی بہت اداسی ہے۔

(بیزار آہستہ آہستہ شعر گنگناتا ہے)

رات بھر جاگنے سے نیند کا آنکھوں میں خمار
اور کچھ کچھ اثرِ نشۂ صہبا باقی
آنکھ کے ڈوروں میں کم کم سی وہ سرخی کی نمود
تھوڑا تھوڑا سا اک اندازِ سراپا باقی

ہلکی ہلکی سی وہ رنگت وہ پریشاں ترکیب
لب پہ بدرنگ سا کچھ پان کا لاکھا باقی!

(ب : نہ وہ شب کا مزا اور نہ وہ صبح کا لطف
وہ نہ یک نعت افسوس کہ لطف باقی

(خدام جو دوسرے کو جلانے کی آواز آتی ہے دور سے)

جمعدار کی آواز ـــــ ہاں باقی باقی کچھ نہیں ـــــ باقی کچھ نہیں۔
ـ شش باقی

بیزار :- میری، خدا کیلئے دروازہ بند کردو۔

(چند قدم چلنے کی آواز درخت سے دروازہ بند کرنے کی آواز)

بیزار :- ہاں تو وہ خوش نصیب کون تھا جس پر آپکی نوازشیں صرف ہوتی تھیں۔

میری :- آرام طلاج کا کیس تھا۔

بیزار :- (دل میں) اچھا اچھا ـــ آرام طلاج ـــــ خوب کیا شاعر تھا!

میری :- نہیں صاحب۔ وہ تو بیچارا سیدھا سادا آدمی تھا۔ لیکن اپنی بیوقوفی سے یہ سمجھتا تھا کہ اسے کوئی مرض ہیں۔ حالانکہ غریب کو دق کا تیسرا درجہ تھا۔

بیزار :- (ڈر کر) اوہو ـــــ دق کا تیسرا درجہ ـــــ

میری :- (زور زور سے میز کی درازیں کھولتی بند کرتی ہوئی) بیچارا ایک مہینے کے لئے آیا تھا۔

بیزار :- تو پھر واپس کب گیا؟

میری :- (سنجیدگی کے درمیان) اوہ! واپس؟؟ میں ہی خفیف ہنسی، وہ بیچارا تو واپس جا ہی نہ سکا۔

بیزار :- ہائیں! (انتہائی خوف سے)

میری :- ہاں۔ اسی کمرے میں ـــــ

بیزار :- کیا اسی کمرے میں؟؟

میری :- ہاں اسی کمرے میں اور اسی پلنگ پر ـــــ یہ کمرہ کچھ بڑا ہی منحوس ہے آج تک تو کوئی اس میں ہے ـــــ یہ آپکا مفلر یہاں پڑا ہے ـــــ اسے سوٹ کیس میں رکھے دیتی ہوں۔ اسے۔ یہ لیجئے ـــــ

(چند سیکنڈ بعد)

میری :- معلوم نہیں کہاں غائب ہوگئیں۔ اور مجھے جلدی ہی جانا ہے نمبر ۲ میں نہایت خوفناک سرسامی مریض ہے۔ اٹھ اٹھ کر بھاگتا ہے ـــــ دوسرے مریضوں کے کمروں میں گھس کر انہیں کاٹتا ہے ـــــ نوچتا ہے اور سخت پریشان کرتا ہے ـــــ

بیزار :- یہ نمبر ۲ کتنی دور ہے؟

میری :- کچھ زیادہ دور نہیں قریب ہی ہے۔ سارے ہسپتال والے اس سے تنگ ہیں ـــــ ہر جگہ گھس آتا ہے (یکدم سے آواز بدل کر) ارے یہ رہا۔ ۔ ۔ !

بیزار :- (ڈر کے مارے چلا کر) ہوہوہوہو۔ آگیا؟ ہی ہی ہی۔ ہوہوہو

میری :- کون آگیا؟ خیر تو ہے۔

بیزار :- وہی سرسام والا۔

میری :- ارے نہیں صاحب! یہ تو میرا جنے کا سامان ہے۔ مل گیا مل گیا۔ آپ تو بہت ڈرتے ہیں۔

بیزار :- (جان میں جان پاکر) اوہو۔ ار۔ ار۔ نہیں ڈرتا وتا کیا۔ میں سمجھا شاید ـــــ اور تم جانو کمزوری ہے۔

میری :- تو آپ آرام کیجئے نا۔ بغیر آرام کے آپ کو کیسے فائدہ ہو سکتا ہے؟

بیزار :- (آہ سرد کے ساتھ) آہ! آرام۔ کاش آرام۔ ۔ ہوں۔!!

میری :- دیکھئے تو۔ آپ کے اس بستر میں کوئی سوئی تو نہیں ہے میں نے غلطی سے چادر میں لگادی تھی۔

بیزار :- سوئی!! ـــــ ابھی تک تو کہیں چبھی نہیں۔

میری :- خیر کوئی مضائقہ نہیں۔ لیکن ہے وہ آپ کے بستر ہی میں معلوم ہو جائے گی۔ معلوم ہو جائے گی۔ کوئی جلدی نہیں۔

(دور سے تیز تیز قدم قریب تر آتی ہے)

میری :- (زور سے) جولیانا۔

جولیانا :- اوہ! میری۔ میں نے تمام میں تمہیں ڈھونڈ ڈالا۔ چلو جلدی۔ نمبر ۲ کا کام تمام ہوگیا۔ جلدی کرو۔ سسٹر نے بلایا ہے

میری :- (اطمینان سے) اسے اتنی جلدی۔ مجھے خیال تھا کہ شاید صبح تک کھینچ جائے۔ اور سسٹر بھی ایسے موقعوں پر نئی نئی باتیں پیدا

کرتی ہے۔ میں کیا کروں گی چل کر۔

جولیانا:۔ نہیں نہیں کوئی کام نہیں ہے۔ بات یہ ہے کہ اس کا سارا جسم گل رہا ہے۔ وہ چاہتی ہے کہ ساری نرسیں دیکھیں اب تک آدھا جسم گل چکا ہوگا۔

میری:۔ اوہو۔ تب تو ضرور چلنا چاہیئے۔ کہیں سارا ہی ختم نہ ہو جائے۔ ہیں ہیں ہیں۔

(دونوں کھٹ پٹ کرتی ہنستی ہوئی جاتی ہیں)

بیزار:۔ (لمبی آہ سرد کے ساتھ) آہ! آرام علاج۔ ہوں۔ ان لوگوں نے تو رہنمائے نرسنگ بھی نہیں پڑھی — واہ ری قسمت — (قدرے خاموشی)

(دھڑسے کو یا کھڑکی کے باہر والی سڑک پر سے بھی ہوئی آواز سے ایک تانگے والا بھیانک سروں میں یہ دو اشعار پڑھتا ہے: آخری دیدار ہے — لوگو مرکاؤ منہ سے لاش فانی دیکھے جاؤ، گاتا ہوا قریب آتا ہے۔ اس شعر کو کئی مرتبہ دہراتا ہے دو مرتبہ بیزار صبر سے سنتا ہے۔ تیسری مرتبہ جب شعر ختم ہوتا ہے تو بیزار زور سے گھنٹی بجاتا ہے۔ چوتھی مرتبہ جب کہ شعر ابھی آدھا ہی گایا جا رہا ہے۔ پھر گھنٹی بجاتا ہے (گھنٹے کی کھٹ پٹ گھنٹی کی چھن چھن چھن اور شعر کی گونج کے درمیان دروازہ زور سے کھلتا ہے۔)

میری:۔ کیا آپ نے گھنٹی بجائی بیزار صاحب — ؟؟

بیزار:۔ ہاں! آخر یہ کیا مذاق ہے۔ یہ نرسنگ ہوم ہے یا پاگل خانہ دماغ پریشان ہوگیا۔ زمانہ بھر کا شور و غل اسی میں رہتا ہے۔ گھڑی بھر کا چین نصیب نہیں۔ میٹرن کو بلاؤ ابھی۔ میں یہاں اب ایک منٹ نہیں ٹھیر سکتا —

(تانگے کی اور تانگے والے کی آواز دور ہو جاتی ہے)

میری:۔ آپ تو بہت ناراض معلوم ہوتے ہیں۔ آخر معاملہ کیا ہے؟

بیزار:۔ معاملہ یہ ہے کہ ڈیڑھ گھنٹے سے یہ عورت باہر کھڑی گا رہی ہے۔ آخر اس کے کیا معنی کہ مریضوں کے سروں پر ڈھول پیٹا جائے

(دور ایک مدھم سی آواز)

میری:۔ کون عورت — ارے یہ تو کوئی تانگے والا گا رہا تھا۔ شہ۔ یہ لیجئے۔ تانگہ گذر گیا۔ آواز بند ہوگئی۔

(مدھم ہوتے ہوتے آواز بند ہو جاتی ہے)

میں نہیں سمجھی اس میں ناراض ہونے کی کونسی بات ہے سرکاری سڑک ہے۔ کیا آپ کی خاطر لوگوں سے لڑا جائے۔

(قدرے خاموشی)

بیزار:۔ ذرا پورٹ منٹو میں سے میرا سویٹر تو نکال دو —

میری:۔ میری ڈیوٹی نہیں ہے آپ کے کمرے کی نرس کا نام جولیانا ہے۔

(کھٹ پٹ کرتی اور دروازہ زور سے بند کرتی ہوئی جاتی ہے)

بیزار:۔ (حیرت سے) ارے واہ!!

(چند سے خاموشی کے بعد دروازہ زور سے کھلتا ہے)

بیزار:۔ کون ہے؟

جولیانا:۔ جولیانا۔

بیزار:۔ اس کمرے میں تمہاری ڈیوٹی ہے؟

جولیانا:۔ ہاں۔

بیزار:۔ ذرا میرے پورٹ منٹو میں سے سویٹر نکال دو۔

جولیانا:۔ یہ میری ڈیوٹی نہیں۔ جمعدار کو بھیجتی ہوں۔

(کھٹ پٹ کرتی جاتی ہے)

(قدرے خاموشی کے بعد بیزار خود ہی سویٹر نکالتا ہے۔ سٹرپٹ کی آواز۔ چند سیکنڈ کے بعد دروازہ حسب معمول زور سے کھلتا ہے)

جولیانا:۔ شکر ہے آپ ابھی تک سوئے نہیں۔ کھانا کھا لیجئے جمعدار میز قریب رکھو — ہاتھ دھلاؤ —

(چینی کے برتنوں کی آوازیں)

بیزار:۔ ہاں۔ کھانا۔ لاؤ بھئی۔ مجھے بھوک بھی لگ رہی تھی — ارے یہ کیا؟؟

جمعدار:۔ تم کھانا کھاؤ۔ میں آٹھ نمبر کو دوا دے آؤں۔

بیزار:۔ (چیخ کر) ارے نرس! نرس!!

جولیانا :- ہوں!

بیزار :- (غصے میں) یہ کیا ناشتہ ہے؟

جولیانا :- کیا ہے۔ میرے خیال نہیں کیا۔

بیزار :- (غصے میں) ابلی ہوئی اردیاں

جولیانا :- اچھا۔ تو پھر کیا مضائقہ ہے۔ اس میں وٹامن ——

بیزار :- بھاڑ میں جائے وٹامن۔ ابلی ہوئی اردیاں میری چڑ ہیں میں ان کی طرف دیکھنا بھی نہیں چاہتا۔ لے جاؤ یہ سب۔ میں ہرگز نہیں کھاؤں گا۔

جولیانا :- لیکن بیزار صاحب۔ آپ کو تھوڑا بہت تو ضرور کھانا چاہیئے۔ ورنہ ——

بیزار :- مگر یہ اردیاں تو میں ہرگز نہیں کھا سکتا۔ اور کچھ ہو تو ——

جولیانا :- اور کچھ تو اس میں ہے ہی نہیں۔

جمعدار :- باقی کچھ نہیں۔

بیزار :- باقی کچھ نہیں تو یہ سب لے جاؤ۔ میں کچھ بھی نہیں کھاؤں گا۔ صبح سے دم ناک میں کر رکھا ہے ——— آج تک مجھے کبھی اتنی تکلیف نہیں ہوئی ——— آرام علاج!!! ہوں!! اپنے گھر میں اس سے لاکھ درجہ آرام میں تھا ——— جاؤ ——— میٹرن سے کہو۔ میں اس سے فوراً ملنا چاہتا ہوں۔

جولیانا :- لیکن جناب ——

بیزار :- بس میں کچھ نہیں سننا چاہتا میٹرن سے کہو فوراً ——

(جولیانا زور سے دروازہ بند کر کے کھٹ پٹ کرتی جاتی ہے)

جمعدار :- (اطمینان سے برتن اکٹھا کرتے ہوئے) یہاں کا تو دستور ہی یہی ہے۔ باقی کچھ نہیں۔

بیزار :- باقی کچھ نہیں کیا؟

جمعدار :- آپ جانتے ہیں نرس کیا کرے گی!

بیزار :- کرے گی کیا

جمعدار :- یہی کہ تھوڑی دیر ادھر ادھر گھومے گی۔ اور آ کر کہہ دیگی۔ کہ میٹرن راؤنڈ کر رہی ہے۔ باقی کچھ نہیں۔

بیزار :- اچھا۔ تو بھاڑ میں جائیں میٹرن اور نرس اور تم سب کے سب میں ابھی یہاں سے چلا جاتا ہوں۔

جمعدار :- اس طرح تو آپ کبھی نہیں جا سکتے ——

بیزار :- کیوں کیا میں نے مہینہ بھر کی فیس پہلے ہی نہیں دیدی یا میں کچھ لیکر بھاگ رہا ہوں۔

جمعدار :- کچھ بھی ہو۔ قاعدہ ہے۔ اور باقی کچھ نہیں ——

بیزار :- اچھا قاعدہ ہے۔ ایسے قاعدہ کی ایسی تیسی۔ میں ابھی جاتا ہوں۔ مجھے کون روک سکتا ہے ——

جمعدار :- میری ڈیوٹی ہے۔ میں روکوں گا۔ باقی کچھ نہیں ——

بیزار :- اچھا۔

(زور سے دروازہ کھلتا ہے)

جولیانا :- افسوس ہے۔ میٹرن اسوقت راؤنڈ پر ہے۔ مل نہیں سکتی۔

جمعدار :- دیکھا صاحب میں پہلے ہی سے کہہ رہا تھا۔ کہ میٹرن اس وقت راؤنڈ پر ہے کبھی نہیں مل سکتی۔

جولیانا :- آپ کو چاء صبح چھ بجے ملے گی۔ امید ہے آپ اس وقت تک آرام سے سوئیں گے —۔ گڈ نائٹ

(کھٹ پٹ جاتی ہے)

بیزار :- دیکھو جمعدار میں تم سے التجا کرتا ہوں۔ تم مجھے جانے دو۔

جمعدار :- نہیں جناب۔ جب آپ بالکل ٹھیک ہو جائیں جب جائیے گا۔ باقی ——

بیزار :- (جوش میں) میں اب بالکل تندرست ہوں۔ مجھے کوئی شکایت نہیں۔ ایک ہی دن کے آرام علاج نے مجھے بالکل ٹھیک کر دیا مجھے اب کسی قسم کی شکایت نہیں۔ میں نے طے کر لیا ہے۔ کہ یہاں سے نکلنے کے بعد میں بالکل ہی نیا آدمی ہوں گا۔ تم مجھے جانے دو ——— شاباش جمعدار ——— تم بہت اچھے ہو۔

جمعدار :- اچھا جب تو کیا ہوں جناب۔ میری ڈیوٹی ہے اور باقی کچھ نہیں اور یہ تو باقی سب کہتے ہی ہیں۔ کہ کوئی مرض باقی نہیں رہا۔

بیزار :- نہیں نہیں۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں۔ میں اب بالکل تندرست ہوں ——— تم مجھے یہاں سے کسی طرح نکال دو بس ——

جمعدار :- بات یہ ہے جناب کہ اتنا بڑا کام کرنے کے لئے بہادر

کی ضرورت ہے۔ اور بہادری بغیر پیسے کے — باقی کچھ نہیں

بیزار :- ہوں، یہ بات ہے۔

(چند سے سرگوشیاں)

بیزار :- لو یہ دس روپے۔ کسی نہ کسی طرح تم مجھے یہاں سے نکال دو۔

جمعدار :- میں کوشش کروں گا۔ باقی کچھ نہیں۔

بیزار :- لو یہ میرا کمبل اور یہ تکیے ہول ڈال میں بند کر دو — میں کوٹ پہنتا ہوں۔

(چند سے سرگوشیاں)

(دور سے کھٹ پٹ کی آواز)

جمعدار :- ارے رے رے۔ نرس آ رہی ہے۔ جلدی، بستر پر جلدی

بیزار :- (جلدی سے بستر پر لیٹ کر خراٹے لینے لگتا ہے)

(زور سے دروازہ کھلتا ہے)

جولیانا :- تم یہاں کیا کر رہے ہو۔ مریض کو سونے دو۔ اور یہ کمبل یہ کہاں رکھ دیا۔ نکو ہول ڈال میں سے، اس پر ڈال دو۔ رات کو سردی ہوتی ہے۔ لاؤ مجھے دو، دھب سے کمبل ڈالتی ہے، اور یہ تکیے تم نے اس کے سرہانے سے کیوں نکال دیئے؟ یہ کیا حرکت ہے؟؟

جمعدار :- بات یہ ہے کہ ذرا صاف کر رہا تھا۔ باقی کچھ نہیں۔

جولیانا :- چلو، مریض کے سرہانے سے نکال نکال کر تکیے صاف کرنے تمہیں کس نے بتائے۔ لاؤ مجھے دو۔ چلو یہاں سے جاؤ — جاؤ —

(دھم دھم قدموں کی آواز چند منٹ کی خاموشی)

بیزار :- (خراٹے بند کر کے زور سے جمائی لیتا ہے) ھا۔ ھی۔ اووو

جولیانا :- آپ سو گئے کیا؟

بیزار :- ھوں۔ ہاں۔ (منہ سے چپ کی آواز)

(یکدم سے دروازہ کھول کر جمعدار زور سے: جلدی کرو — بھاگ نکلو۔ موقع ہے: کہکر زور سے دروازہ بند کر لیتا ہے)

بیزار کے منہ سے چیخ نکل پڑتی ہے —

جولیانا :- کیا۔ مط۔ لب۔ ہے اس گڑبڑ کا — اس کا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا۔ اس طرح چیختا ہے۔ دیکھئے نا۔ آپ کا رنگ بالکل زرد ہو گیا۔ میں ابھی ڈاکٹر کو بلاتی ہوں۔

بیزار :- نہ نہ نہ نہیں۔ نہیں۔ م م م میں اچھا ہوں۔ ڈاکٹر کی ضرورت نہیں —

جولیانا :- کیا اچھے ہیں آپ — سارا جسم تو آپ کا بید کی طرح لرز رہا ہے۔ میں ابھی ڈاکٹر کو بلاتی ہوں۔ اس طرح تو یہ جمعدار نکالا جائے گا — میں ابھی آئی —

(تیزی سے کھٹ پٹ کرتی جاتی ہے)

(چند سے خاموشی)

جمعدار :- (آہستہ دروازہ کھول کر) بیتے۔

بیزار :- (دھیمی آواز میں) جمعدار — کہو؟؟

جمعدار :- چلو چلو — بھاگو — موقع ہے — باقی کچھ نہیں —

بیزار :- ٹھینکیو — باقی کچھ نہیں — ٹھیک کہتے ہو آرام علاج میں بے آرامی کے سوا باقی کچھ نہیں۔

بھاگنے کی آواز —

(بتاریخ ۵ / اگست ۱۹۳۸ء پہلی بار دہلی ریڈیو اسٹیشن سے نشر ہوا)

جناب کنہیا لال صاحب کپور

حقوقِ نسواں

(ایک ایکٹ کا ڈراما)

افراد (جس ترتیب میں سامنے آتے ہیں)

۱ سر رتن ناتھ ——— ۲ مس ایلن
۳ شیلا ——— ۴ سجاد

منظر: سر رتن ناتھ کی لائبریری۔ خوبصورت الماریوں میں نئی اور خوبصورت جلدیں۔ سر رتن ناتھ جنکی عمر تقریباً چالیس برس کی ہے بال کھچڑی اور ناک سرخ صوفے پر نیم خوابی کی حالت میں لیٹے ہیں۔ ایک ہاتھ میں رسالہ صنفِ نازک کا تازہ نمبر ہے۔ معلوم ہوتا ہے وہ پڑھنا چاہتے ہیں۔ مگر نیند کا غلبہ مقصود ہے۔ رسالہ کھونے کو دل نہیں چاہتا۔ ایک لمبی جمائی لیکر وہ صوفے پر دراز ہو جانا چاہتے ہیں۔ اتنے میں دفعتاً مس ایلن دروازے کو کھٹکھٹاتی ہے۔ مس ایلن جیسی کیس برس کی ایک خوبصورت لیکن ذہین لڑکی ہے)

سر رتن ناتھ: (اٹھ کر صوفے پر بیٹھ جاتے ہیں) کون ہے؟

مس ایلن: (نہایت شیریں آواز میں) کیا میں اندر آسکتی ہوں؟

سر رتن ناتھ: (آواز پہچانتے ہوئے) مس ایلن! آپ تشریف لایئے

مس ایلن: گڈ آفٹرنون۔

سر رتن ناتھ: گڈ آفٹرنون۔ یس مس ایلن کیا کوئی ضروری خط آیا ہے؟

مس ایلن: (جس کے ہاتھ میں دو تین لکھے ہوئے خط ہیں) جی ہاں دو تین نہایت ضروری خط ہیں۔ ماڈرن لیڈی نے اپنے سالنامے کے لیے پیغام کے لیے لکھ بھیجا ہے۔ "اخلاقِ نسواں" اس ماہ کے وسط میں ایک خاص نمبر نکال رہا ہے۔ اور امید کرتا ہے کہ آپ گذشتہ سال کی طرح حقوقِ نسواں پر ایک مضمون ارسال کریں گے۔ رسالہ عورت نے بھی ....

سر رتن ناتھ: (بے صبری سے) توبہ! ان رسالوں کے خاص نمبر کبھی ختم بھی ہونگے! ہر نمبر خاص نمبر ہے۔ "چین نمبر" "جاپان نمبر" "عید نمبر" "دیوالی نمبر" "کرسمس نمبر" "ہیٹ نمبر" "دو نمبر" اور پھر اس پر طرہ یہ کہ ہر ایک نمبر کے لئے پیغام کی ضرورت ہے مضمون چاہئے!

مس ایلن: (ہمدردانہ لہجہ میں) یہ سب ٹھیک ہے سر رتن ناتھ! لیکن آپ جیسے تحریکِ نسواں میں حصہ لینے والے لیڈروں کی تعداد آخر کتنی ہے۔ اگر آپ پیغام اور مضمون نہ بھیجیں گے، تو یہ تحریک پایۂ تکمیل کو کس طرح پہنچ سکے گی!

سر رتن ناتھ: تحریکِ نسواں! کیا خوب۔ ہندوستان میں اس تحریک کو پوچھتا ہی کون ہے۔ میں نے مضمون لکھے۔ اپنے خرچ پر کتابیں طبع کرائیں۔ لیکچر دیئے۔ مگر ان تمام باتوں کا اثر کیا ہوا؟ خاک۔ ہندوستانی عورتوں کے حقوق کے متعلق ٹس سے مس نہیں ہونا چاہتے۔ عورت آج بھی پاؤں کی جوتی ہے۔ میں نے چاہا کہ لوگ اسے سر پر اٹھائیں۔ مگر ہندوستان میں یہ کیسے ہو سکتا ہے!

مس ایلن: (انکساری کے ساتھ، مگر پھر بھی جو تھوڑی بہت ترقی

پھٹی ہے۔ وہ۔ . . . .

سرترن ناتھ۔ (بات کاٹ کر) ترقی کیسی ترقی؟ کیا پردے کا رواج مٹ گیا ہے۔ کیا ہندو عورتوں کو طلاق کا حق حاصل ہوگیا ہے۔ کیا ہندوستانی عورتیں اپنی مرضی سے اپنا خاوند پسند کرسکتی ہیں؟

مس ایلین:۔ (سنجیدگی سے) یہ سب صلاحیں اسوقت کرہ ہوائی میں ہیں۔ مگر کچھ عرصہ کے بعد رائج ہو جائیں گی۔

سرترن ناتھ:۔ (ہنستے ہوئے) بھولی لڑکی یہ اصلاحیں ہندوستان میں!

مس ایلین:۔ (گفتگو کا موضوع بدلتے ہوئے) تو کیا "اخلاق نسوان" کے لئے ابھی مضمون لکھوائیے گا؟

سرترن ناتھ۔ ہاں خوب یاد دلایا اچھا تو لکھئے۔

(مس ایلین پنسل نکال کر لکھنا شروع کرتی ہے)

(دو تین مرتبہ کھانسنے کے بعد)

مضمون کا عنوان گذشتہ سال کی طرح "حقوق نسوان" ہے—

ہاں لکھئے "میں چاہتا ہوں کہ. . . . کہ. . . . .

(ماتھے پر ہاتھ رکھ کر سوچنے کی کوشش کرتا ہے)

مس ایلین:۔ (ایک دو منٹ انتظار کرنے کے بعد) کہ؟

سرترن ناتھ:۔ کہ. . . . ہاں. . . . . کہ ہندوستان میں ہر ایک نوجوان لڑکی کو اپنا شوہر خود پسند کرنے کا مکمل. . . . . .

(پھر سوچنے لگتا ہے)

مس ایلین:۔ (مدد کرتے ہوئے) آپ کا مطلب ہے "مکمل اختیار ہونا چاہیئے"۔

سرترن ناتھ:۔ (بشاشت سے) ہاں۔ ہاں یہی تو میں کہنے کو تھا

(ایک منٹ کا وقفہ)

ہاں۔ اور میں چاہتا ہوں. . . . . . .

مس ایلین:۔ (فقرے کو دہراتے ہوئے) اور میں چاہتا ہوں

سرترن ناتھ:۔ (ماتھے پر ہاتھ رکھکر) اُف پھر ذہن سے اتر گیا کیا اچھا فقرہ ہو جاتا (سوچنے کی کوشش کرتا ہے) میں چاہتا ہوں . . . . . .میں چاہتا ہوں کہ. . . . . .

مس ایلین:۔ (شوخی سے) آخر سرترن ناتھ آپ چاہتے کیا ہیں؟

سرترن ناتھ:۔ (مسکرانے کی بیسود کوشش کرتے ہوئے) یہی تو میری مشکل ہے۔ مس ایلین۔ میں خود نہیں جانتا۔ کہ میں کیا چاہتا ہوں

مس ایلین:۔ (سنجیدگی سے) معلوم ہوتا ہے کہ آج آپ کچھ تھکے ہوئے ہیں۔ ورنہ اتنے عرصہ میں تو آپ مکمل مضمون لکھوا دیا کرتے تھے۔

سرترن ناتھ:۔ (جلدی سے) ہاں۔ ہاں آپ بالکل ٹھیک کہتی ہیں بہتر ہوگا کہ میں یہ مضمون رات کو بیٹھ کر لکھوں۔ کیونکہ یہ "اخلاق نسوان" میں جانا ہے۔ اسوقت در اصل میں بہت تھکا ہوا ہوں۔ کل آدھی رات گئے سینما سے واپس گھر لوٹا۔ شاید اسی لئے نیند آرہی ہے۔

مس ایلین:۔ (اٹھتے ہوئے) اچھا! آپ آرام کیجئے۔ میں کل صبح حاضر ہوں گی۔

سرترن ناتھ۔ ہاں آپ جائیں (ایک سیکنڈ کے بعد) مگر یہ کاغذ جس پر آپ نوٹ لے رہی ہیں۔ میز پر رکھ دیں۔ اسکو دیکھ کر میرا ٹوٹا ہوا سلسلۂ خیالات. . . . . . میرا مطلب ہے میں مضمون کا بقیہ حصہ مکمل کر دونگا اور آپ صبح اسے ٹائپ کر دیں۔

مس ایلین:۔ (میز پر مضمون رکھتے ہوئے) بہت اچھا۔

(جاتی ہے)

[سرترن ناتھ "صنف نازک" کھول کر اسے پڑھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ دو تین منٹ کے بعد رسالہ انکے ہاتھوں سے گر پڑتا ہے۔ اور ان کا سر صوفے کی پشت پر جا لگتا ہے آدھ گھنٹہ گزر جاتا ہے۔ اچانک انہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انکے ٹیلیفون کی گھنٹی بج رہی ہے۔ وہ ریسیور اٹھا کر سنتے ہیں۔]

سرترن ناتھ:۔ ہیلو "شیلا" بیٹی۔ ہاں۔ ہاں۔ میں خود بول رہا ہوں۔ . . . ہاں میں ساڑھے چار بجے گھر پر ہی ہونگا. . . . . . ہاں آپ بڑے شوق سے اپنے دوست کو ہمراہ لائیں۔

(اب سرترن ناتھ کو ایسا محسوس ہوتا ہے۔ کہ وہ بجائے اپنی لائبریری کے اپنے ڈرائنگ روم میں بیٹھے ہیں اور پریشانی نگاہوں سے کبھی دروازے کیطرف اور کبھی گھڑی کی طرف

ہیں یا یوں سمجھئے کہ میں ان سے محبت کرتی ہوں۔
سرتن ناتھ :۔ (گھبرا کر) یہ تم کیا کہہ رہی ہو۔
شیلا :۔ ڈیڈی۔ میں بالکل سچ اور ٹھیک کہہ رہی ہوں۔
سرتن ناتھ :۔ (افسوسناک لہجے میں) شیلا مجھے تم سے یہ امید نہ تھی
شیلا :۔ (مطلق گھبراہٹ کو محسوس نہ کرتی ہوئی) ڈیڈی۔ میں نے
بری بات کونسی کی ہے۔ ہماری محبت محض دل بہلاوا نہیں
ہے۔ یہ سچی اور پاک محبت ہے۔ اور ہم اس اتوار کو آپ کی
اجازت سے شادی کر کے آپ پر یہ ثابت کر دیں گے کہ ہم
واقعی ایک دوسرے کو کس قدر چاہتے ہیں۔
سرتن ناتھ :۔ (بالکل بوکھلا کر) یہ تم کیا بک رہی ہو۔ کیا تمہارے
اوسان بجا ہیں۔
شیلا :۔ ڈیڈی۔ آخر آپ اتنی جلدی آپے سے کیوں باہر ہو گئے۔
سرتن ناتھ :۔ سجاد مسلمان ہے۔
شیلا :۔ تو پھر کیا ہوا؟
سرتن ناتھ :۔ تم اس سے شادی نہیں کر سکتیں۔
شیلا :۔ کیوں؟
سرتن ناتھ :۔ کیوں؟ کیونکہ وہ مسلمان ہے۔
شیلا :۔ محبت ذات پات سے بہت بلند ہے ڈیڈی۔
سرتن ناتھ :۔ میں یہ بکواس سننا نہیں چاہتا۔
شیلا :۔ بکواس! ڈیڈی۔ یہ تو آپ ہی کی کتاب کا فقرہ ہے (سجاد
سے) ذرا کتاب دکھانا۔
سرتن ناتھ :۔ میں کچھ نہیں سننا چاہتا۔ میں نے تمہیں ایکدفعہ کہہ دیا کہ
تم سجاد سے شادی نہیں کر سکتیں۔
سجاد :۔ (جو کہ اب تک خاموش بیٹھا رہا تھا) کیا میں یہ فقرہ
"حقوق نسواں" کے مصنف کے منہ سے سن رہا ہوں۔
سرتن ناتھ :۔ (ترش روئی سے) آپ خاموش رہیں۔
شیلا :۔ مگر ڈیڈی ہر ایک نوجوان لڑکی کو اپنا شوہر پسند کرنے کا
حق ہے۔
سرتن ناتھ :۔ میں ایسی فضول باتیں سننا نہیں چاہتا۔
شیلا :۔ فضول باتیں۔ یہ فقرہ تو آپ کی کتاب میں ... بہرا گیا ہے

سرتن ناتھ :۔ (غصے سے) دہرایا گیا ہوگا۔
شیلا :۔ (یکلخت دلیر ہوتی ہوئی) میں ضرور سجاد کے ساتھ شادی کرونگی
سرتن ناتھ :۔ بے شرم
شیلا :۔ میری سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ آپ اتنے آزاد خیال ہو کر اتنی تنگ نظری
کا کیوں اظہار کر رہے ہیں؟
سرتن ناتھ :۔ نالائق لڑکی۔ اگر تم نے ایک مسلمان سے شادی کر لی تو تمہیں پتہ ہے
کہ کیا ہوگا؟
شیلا :۔ ہونا کیا ہے؟
سرتن ناتھ :۔ میں تباہ ہو جاؤنگا۔ اخباروں میں مہینوں اس بات کا چرچا رہیگا
سوسائٹی میرا بائیکاٹ کر دیگی میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہونگا
شیلا :۔ لیکن اگر آپ راستی پر ہیں تو آپکو ان چیزوں کی پرواہ نہیں کرنی چاہئے
سرتن ناتھ :۔ میں کچھ نہیں سننا چاہتا۔ تمہیں اس خبط کو دماغ سے خارج کرنا ہوگا
شیلا :۔ یہ خبط نہیں۔ ایک مصمم ارادہ ہے جس سے مجھے کوئی ہٹا نہیں سکتا
سرتن ناتھ :۔ (طبیعت پر قابو نہ رکھتے ہوئے) اگر پھر تم نے یہ الفاظ منہ سے نکالے
تو میں اس پستول سے تمہارا کام تمام کر دونگا۔ (پستول نکالتا ہے)
شیلا :۔ مجھے ان دھمکیوں کا ڈر نہیں۔ میں پھر کہتی ہوں کہ میں سجاد سے شادی کرونگی
سرتن ناتھ :۔ (پستول شیلا کے سینے کی طرف کر کے) کیا تم اپنے لفظ واپس لیتی ہو؟
شیلا :۔ ہرگز نہیں۔
سرتن ناتھ :۔ (پستول کا فائر کرتا ہے) یہ تمہاری ضد کی سزا ہے۔
(شیلا ایک چیخ مار کر گرتی ہے۔ سجاد سرتن ناتھ سے پستول چھیننے
کی کوشش کرتا ہے دونوں گتھم گتھا ہو جاتے ہیں اور چند منٹ
خوب ایک دوسرے کو زدوکوب کرتے ہیں آخر سجاد پستول چھیننے میں
کامیاب ہو جاتا ہے اور سرتن ناتھ کو ہینڈز اَپ کرنے کو کہتا ہے مگر سرتن ناتھ
نہیں مانتا۔ سجاد فائر کرتا ہے سرتن ناتھ ایک بلند چیخ مار کر نیچے گرتا ہے اس
چیخ کے ساتھ اسکی نیند کھل جاتی ہے۔)
سرتن ناتھ :۔ (ہوش میں آتے ہوئے) اُف کتنا خوفناک خواب تھا!
(... ... میز کے قریب پہنچ جاتا ہے۔ اور میز پر
پڑے ہوئے کاغذ کو اٹھاتا ہے (آہستہ آہستہ پڑھتا ہے)
"میں چاہتا ہوں کہ ہندوستان میں ہر ایک نوجوان لڑکی کو اپنا
شوہر پسند کرنے کا مکمل اختیار ہونا چاہئے۔" (پردہ)

جناب دھرم پرکاش آنند

دِیو

افراد

ڈاکٹر جلبہ ـــــــــ ایک سرکاری ڈاکٹر
ڈاکٹر مکھنہ ـــــــــ ایک مقامی ڈاکٹر
بلونت ـــــــــ ڈاکٹر جلبہ کا ایک دوست
منگو ـــــــــ چائے کے باغات میں کام کرنے والا ایک غریب پہاڑی
رکمن ـــــــــ منگو کی بیوی
دھرنا ـــــــــ منگو کا بیس اکیس برس کا لڑکا
دادی ـــــــــ منگو کی ماں۔ دھرنا کی دادی
دیو ـــــــــ دھرنا کا چھوٹا بھائی جو شکل سے ابھی چھ سات مہینے کا ہے۔
مہرو ـــــــــ سونا ـــــــــ چندی ـــــــــ چوکیدار۔ وغیرہ

مقام:۔ ضلع کانگڑہ میں چائے کے باغات کے قریب مزدوروں کی بستی میں منگو کے مکان کا آنگن۔ . .

وقت:۔ غروب آفتاب سے کچھ دیر پہلے

منظر: پردہ اٹھنے پر ڈاکٹر جلبہ اور ڈاکٹر مکھنہ اپنے تھیلے کے ساتھ مکان کے آنگن میں کھڑے دکھائی دیتے ہیں۔ مکان کچا اور دو منزلہ ہے۔ باہر سے چکنی مٹی اور گوبر سے لپا ہوا دیکھنے میں صاف ـــ دو کمرے نیچے ہیں۔ ایک اوپر۔ نچلی منزل میں داخل ہونے کا صرف ایک ہی دروازہ ہے۔ جو کافی تاریک ہے۔ اوپر کے کمرے میں ایک چھوٹی سی کھڑکی ہے۔ جس میں ایک رسی کے سہارے کچھ لہسن سوکھنے کے لئے لٹکا دیئے گئے ہیں۔ آنگن کے ایک کونے میں نیم کے درخت اور مکان کی دیوار سے بندھی ہوئی ایک رسی پر دو چار بہت ہی میلے کچیلے کپڑے لٹک رہے ہیں ـــ دروازے کی دہلیز پر بوڑھی دادی اپنے ساٹھ سال کے بوجھ سے جھکی اپنی نیچے بیٹھی ہے۔ آنگن میں کچھ ننھے بچے مٹی کے گولے ہاتھ میں لئے کھیلتے کھیلتے آکر حیرت کی نظروں سے نوواردوں کو دیکھنے لگتے ہیں۔
کھڑکی میں دو ننھی لڑکیاں حیرت سے ان ڈاکٹروں کو دیکھ رہی ہیں۔ اندر سے کبھی کبھی کھانسنے کی آواز آجاتی ہے۔

ڈاکٹر مکھنہ:۔ (بلونت کے ہاتھ میں رجسٹر دیکھتے ہوئے) منگو کدھر ہے؟

ایک لڑکا:۔ باہر سے نہیں آئے ابھی

ڈاکٹر مکھنہ:۔ اور دھرنا؟

وہی لڑکا:۔ اندر روٹی کھا رہا ہے

ڈاکٹر مکھنہ:۔ اسے بلاؤ۔

لڑکا:۔ (بلند آواز سے) اودھرنا۔ دھرنا۔ او ۔ و ۔ و

(ایک ہاتھ میں روٹی کا ایک ٹکڑا پکڑے اور ایک منہ چلاتا ہوا دھرنا باہر آتا ہے۔ وہ انیس بیس سال کا نوجوان ہے چہرا پھیکا پھیکا۔ اور آنکھوں میں ناامیدی)

ڈاکٹر جلبہ:۔ (تمکنت لیجے میں) دیکھو دھرنا! ہم سرکار کی طرف سے اس علاقہ میں بیماریوں کی پڑتال کرنے آئے ہیں۔ ہم تم سے کچھ سوال

پوچھتے ہیں۔ جواب ٹھیک ٹھیک دو۔ شام ہونے لگی ہے اور ہمیں ابھی دو چار جگہ جانا ہے۔

دھرنا :۔ پوچھئیے (فرمائیے)

ڈاکٹر بھلہ :۔ اچھا یہ بتاؤ کہ اس گھر میں پچھلے دس سال میں کتنے لوگ مرے ہیں۔

دھرنا :۔ (دہلیز پر بیٹھی ہوئی دادی کیطرف دیکھکر، کوئی نہیں (ذرا بے چینی اور گھبراہٹ سے) کوئی بھی تو نہیں۔

ڈاکٹر بھلہ :۔ کوئی لڑکا۔ بچہ۔ مرد۔ عورت۔ کوئی تو مرا ہی ہوگا!

دادی :۔ بتا نہ دھرنا۔ بتاتا کیوں نہیں۔ انہیں کون سا کسی کا قرض دینا تھا۔ جو تجھے شرم آئے۔ غریبوں کو ڈر کس بات کا؟

دھرنا :۔ (پھر بھی جھجک کر) میرے ۲ بھائی مرے ہیں۔ پیدا ہوتے ہی مر گئے تھے۔

ڈاکٹر بھلہ :۔ اور

دھرنا :۔ میری پہلی لڑکی پیدا ہونے کے دو مہینے بعد ہی چل بسی تھی

بلونٹ :۔ ہوں۔ تم شادی شدہ ہو۔ اور پھر بال بچوں والے!

(دھرنا صرف شرما کر رہ جاتا ہے)

ڈاکٹر بھلہ :۔ بیمار ہوئی تھی؟

دھرنا :۔ نہیں ماں کا دودھ سوکھ گیا تھا۔

(دھرنا کے چہرے پر ایک لمحہ کیلئے سیاہ بادل سا چھا کر مفقود ہو جاتا ہے)

ڈاکٹر بھلہ :۔ (ڈاکٹر کھنہ سے) نوٹ کر لیجئے۔ (دھرنا سے) کوئی اور!

دھرنا :۔ چھ مہینے ہوئے میرے چچا وفات پا گئے تھے۔

ڈاکٹر بھلہ :۔ بیمار تھا؟

دھرنا :۔ جی ہاں۔

ڈاکٹر بھلہ :۔ کیا بیماری تھی؟

دھرنا :۔ (ذرا چوکنا ہو کر) بیماری تو کوئی خاص نہیں تھی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بس ایسے ہی بیمار تھا۔

ڈاکٹر بھلہ :۔ کتنی دیر بیمار رہا؟

دھرنا :۔ (سوچ کر اور گن کر) یہی کوئی ڈیڑھ دو سال۔

ڈاکٹر بھلہ :۔ کھانسی بھی آتی تھی؟

دھرنا :۔ جی ـــــ کافی آتی تھی۔

ڈاکٹر بھلہ :۔ اور خون بھی! روز بروز نڈھال ہوتا جاتا تھا؟

دھرنا :۔ جی جی۔

ڈاکٹر بھلہ :۔ (کھنہ سے) ٹی بی کیس۔ لکھ لیجئے۔

ڈاکٹر کھنہ :۔ (نوٹ کر کے اور رجسٹر دیکھ کر) مہرو کون ہے؟

ایک بچہ :۔ میں۔

ڈاکٹر بھلہ :۔ ادھر آ بیٹا ذرا۔

(ڈرتا ڈرتا ڈاکٹر بھلہ کے پاس جاتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب اسکے گلے کو ٹوہ کر دیکھتے ہیں)

(ڈاکٹر کھنہ سے) صحت کمزور اور خون کم۔

ڈاکٹر کھنہ :۔ (رپورٹ لکھکر) سونا

ایک لڑکی :۔ جی ہاں

(ڈاکٹر بھلہ اس کے پاس جاکر دیکھتے ہیں) (ڈاکٹر کھنہ سے) ایسنوفیلیشیا اور انیمیا۔

ڈاکٹر کھنہ :۔ (رپورٹ لکھکر) چندی۔

(اوپر کی کھڑکی سے پانچ چھ سال کی چنچل لڑکی میلی سی گڑیا کو ہاتھ میں لئے جھانکتی ہے۔ چہرے پر مسکراہٹ ہے)

چوکیدار :۔ بیٹی ذرا نیچے آنا

ڈاکٹر بھلہ :۔ یہ کس کی بیٹی ہے؟

چوکیدار :۔ دھرنا کے مرحوم چچا کی۔

(چندی نیچے آتی ہے اور دروازے کے پاس آکر رکتی ہے)

چندی :۔ گڑیا کھلا رہی تھی میں۔ اب اسکی شادی ہونیوالی ہے کپڑے لئے ٹھیک کر رہی تھی۔

(گڑیا کو چھاتی سے لگائے جھومتی ہے)

ڈاکٹر بھلہ :۔ آؤ بیٹی تمہیں ذرا دیکھیں۔

چندی :۔ (انکار میں سر ہلاتی ہے) نہ۔ نہ پہلے میری گڑیا کے لئے کپڑے

---

۱ تپ دق ۲ Calcium کی کمی ۳ خون کی کمی

دو تھا کہ جب بھی لاہور سے آتے تھے میرے لئے مٹھائی لاتے تھے
اور گڑیا کے لئے کپڑے لاتے تھے کپڑے نہ ہونگے تو اس کا بیاہ
کیسے ہوگا۔ سنو تو اب کے گڈے کے لئے جمپر اتنی سے لاؤگے نا؟

مسٹر بلونت :۔ ہنستے ہوئے اچھا بھئی شوخ اور چنچل لڑکی ہے آؤ
بیٹی تمہیں کپڑے دیں گے

(چندی مسکراتی ہوئی آگے آتی ہے)

ڈاکٹر کھنہ :۔ لڑکی بڑی سمجھدار معلوم ہوتی ہے۔ ان گنواروں میں یہ کیسے
آگئی :

ڈاکٹر بھلہ :۔ (چندی کو دیکھ کر ڈاکٹر کھنہ سے انگریزی میں) ہے تو
بہت گئی گذری معلوم ہوتی ہے ہو سکتا ہے دق ہو جائے۔

(چندی مسٹر بلونت کے کوٹ کا دامن پکڑ لیتی ہے)

چندی :۔ لائیے اب میری گڑیا کے لئے کپڑے۔

(مسٹر بلونت پیچھے ہٹتے ہیں)

مسٹر بلونت :۔ ارے ارے ہٹو ہٹو ہٹو

(... الگ کرنے کی کوشش کرتا ہے چندی سہم جاتی ہے)

مسٹر بلونت :۔ غصے سے ایک چونی نکال کر پھینکتا ہے۔ جاؤ یہاں سے
وہ چونی اٹھاؤ جو چاہے خرید لینا۔

(چندی خوشی خوشی جا کر چونی اٹھا لیتی ہے پھر مڑ کر کھنہ کی طرف
دیکھتی ہے مسکراتی ہے گڑیا کو پچکارتی ہے)

چندی :۔ نہ رو میری بٹیا۔ نہ رو۔ تیرے لئے خوب کپڑے بنوا دونگی۔

(مسٹر بلونت کا غصہ کافور ہو جاتا ہے وہ ہمدردانہ نگاہوں سے چندی
کے بھولے بھالے چہرے کی طرف دیکھتے ہیں)

ڈاکٹر بھلہ :۔ اس لڑکی کی باتیں تو سنو۔

ڈاکٹر کھنہ :۔ (انگریزی میں) میں تو خود یہی سوچ رہا تھا کہ ان گنواروں
میں یہ سرسوتی کہاں سے آگئی۔

ڈاکٹر بھلہ :۔ (سنجیدہ ہو کر انگریزی میں) اس کے اندر تپ دق کے
جراثیم سرایت کر چکے ہیں۔ اس کی لسانی انہیں کی وجہ سے ہے ان
جراثیم سے دماغ زیادہ تیزی اور چستی سے کام کرنے لگتا ہے
لیکن جلد ہی یہ لڑکی اپنی سب شوخی اور لسانی کے ساتھ ہمیشہ
کے لیے اس دنیا سے چلی جائے گی۔

(مسٹر بلونت حیران اور سہم کر کھڑے رہ جاتے ہیں)

چندی :۔ (ان کی طرف دیکھ کر مسکراتی ہوئی) تمہیں بھی میں اپنی گڑیا رانی
کے بیاہ پر بلاؤں گی۔ ضرور آنا۔ نہیں تو (شوخی سے سر ہلا کر) اپنی
شادی پر بھی نہیں بلاؤنگی۔

(گڑیا کو چھاتی سے لگائے بھاگ جاتی ہے)

بلونت :۔ (گھبرا کر انگریزی میں) ڈاکٹر صاحب اسے تو ہسپتال
پہنچانے کا انتظام کرنا چاہئے۔ اس بے چاری کی زندگی بچ جائے
وقت پر علاج۔ . . . . . .

ڈاکٹر کھنہ :۔ (دکھی مسکراہٹ سے انگریزی میں) کہاں ہسپتال
ہیں اس علاقے میں؟ اور ہوں بھی تو ان کے پاس وہاں جانے
کا خرچ بھی کہاں ہے؟ اس غریب کو دھکے کھانے کے لئے کہاں
بھیجوگے۔ اس کی قسمت میں یہیں ختم ہونا لکھا ہے۔

بلونت :۔ لیکن ڈاکٹر صاحب . . . . .

ڈاکٹر کھنہ :۔ (دادی کی طرف دیکھتا ہوا) بولی :

دادی :۔ میں ہوں۔

ڈاکٹر بھلہ :۔ بڑی ماں تمہیں کبھی کوئی بیماری تو نہیں ہوئی۔

دادی :۔ نہیں سائیں نیکر، مجھے کیا ہوگا بیٹا۔ صرف عمر کی بیماری
ہے۔ وہ بھی نہ جانے کب ختم ہو جائے۔ وہ وقت تو گیا۔ جب
میں سارا سارا دن کام کر کے بھی نہ تھکتی تھی۔ اب تو اندر سے
دروازے تک آتے آتے سانس پھول جاتی ہے۔ جوڑ جوڑ درد
کرتے ہیں۔ گھسٹ گھسٹ کر یہاں تک آ جاتی ہوں۔ میرا
کیا ہے۔ میں تو اچھی بھلی ہوں۔ آپ ان بچوں کا ہی علاج کیجئے

ڈاکٹر بھلہ :۔ (ڈاکٹر کھنہ سے) اسے بھی اسٹیو ملیشیا کی شکایت ہے۔
(دھرنا سے) تم لوگوں میں اسٹیو ملیشیا کی اتنی شکایت کیوں ہے؟

دھرنا :۔ وہ کیا ہوتا ہے سرکار؟

ڈاکٹر بھلہ :۔ تم لوگوں میں Calcium کی کمی ہے (دادی کی طرف
دیکھ کر) کیا تمہیں محسوس نہیں ہوتا۔ کہ تمہاری ہڈیاں خستہ ہو گئی ہیں
گویا جھٹکا دینے سے ٹوٹ جائیں گی۔ دھرو کی بڑھی ٹانگوں کی طرف

اشارہ کرکے، تمہارے جسم کے اعضا ٹیڑھے ہوگئے ہیں (سونا کیطرف اشارہ کرکے) اور تمہارے چہرہ پیلا زرد ہورہا ہے (دھرنا کیطرف مخاطب ہوکر) تمہیں محسوس نہیں ہوتا کہ تمہاری طاقت روز بروز زائل ہورہی ہے۔

دھرنا:۔ سرکار! ہم کیاکر سکتے ہیں پرماتما کی مرضی یہی ہے۔

بلونت:۔ پرماتما کی مرضی۔ ہوں۔ اس میں پرماتما کا کیا قصور ہے تم لوگ دن رات محنت کرتے ہو لیکن کھاتے کچھ نہیں۔ تم لوگ کنجوس ہو پیسے جمع کرتے ہو۔ تمہیں گھی دودھ کی تو قسم ہے صرف چاولوں اور پکی روٹی کھانے سے تو تم میں Calcium کی افراط ہوجائیگی تمہیں سنی دہی کھانا پڑے گا۔ پھلوں کا استعمال کرنا پڑے گا۔ پرماتما۔ ہوں!

(بیزاری سے سر ہلاتا ہے)

دھرنا:۔ (جیسے اپنے آپ) گھی، دودھ، دہی، (ہاتھ میں پکڑا ہوا سوکھی روٹی کا ٹکڑا دکھاکر) یہی اگر مل جائے تو غنیمت ہے سرکار! پانچ آنے روزانہ میں دس آدمیوں کا پیٹ بھرنا ہوتا ہے۔ میں اور میری بیوی دو دو آنے روزانہ کماتے ہیں ایک آنہ میری چھوٹی بہن لاتی ہے۔ ماں میری سات مہینے سے بیمار پڑی ہے (اندر سے کھانسنے کی آواز آتی ہے) باپ کو مار کر کام سے نکال دیا گیا

بلونت:۔ دو آنے روزانہ! ناممکن

دھرنا:۔ جی.... ہاں۔ گھی دودھ

(دکھی مسکراہٹ۔ مسٹر بلونت منہ کھولے کھڑے رہجاتے ہیں)

ڈاکٹر لکھنہ:۔ (پھر رجسٹر دیکھتا ہوا) اب اس گھر میں صرف تین چار شخص دیکھنے کو باقی رہ گئے ہیں۔ منگو، رکمن، دینو اور بیلی۔ یہ بیلی کون ہے؟

دھرنا:۔ میری بیوی ہے سرکار۔ کل ہی میکے گئی ہے۔ ایک دو دنمیں سکے بچہ ہونیوالا ہے۔

(چہرہ لال سا ہوجاتا ہے۔ اندر سے کھانسی کی آواز آتی ہے)

ڈاکٹر لکھنہ:۔ منگو کہاں ہے؟

دھرنا:۔ ابھی باہر سے نہیں آیا۔ آتا ہی ہوگا

ڈاکٹر لکھنہ:۔ اور رکمن؟

دھرنا:۔ رکمن تو میری ماں ہے۔ وہ تو سات مہینے سے بیمار پڑی ہے (جیسے اپنے آپ) وہ باہر کیسے آئے گی؟

دادی:۔ ہاں سرکار! بیچاری رکمن کیسے باہر آئے گی؟

(اندر سے کھانسی کی آواز.... پھر آہستہ آہستہ بچے کو کندھے سے لگائے، لڑکھڑاتی، دیوار کا سہارا لیتی رکمن دروازہ تک آتی ہے۔ پیلا، زرد چہرہ۔ میلے کچیلے کپڑے۔ روکھے الجھے بال اور ہڈیوں کا پنجر جسم کانپ رہا ہے)

رکمن:۔ (ہانپتے ہوئے) کس نے کہا تھا رکمن۔ کس نے میرا نام لیکر پکارا تھا۔ (ڈاکٹر لکھنہ کو دیکھ کر) ڈاکٹر ہے! (مصنوعی ہنسی ہنستی ہے) اب کیوں آئے ڈاکٹر۔ کیوں اب رحم آگیا؟ پیسے تو میرے پاس اب بھی نہیں۔ چار آنے روزانہ بیٹا اور بہو لاتے رہے۔ اسمیں ایک وقت پیٹ بھر کھانا تو ملتا نہیں۔ پھر فیس (کھانستی ہے) نہیں دی میں نے کبھی تو۔ اب بھی نہ دونگی۔ (ہانپتے ہوئے پسینہ پونچھتی ہے۔ اور اب تو بہو بھی میکے چلی گئی.... (بچے کو کندھے سے ہٹاکر چومتی ہے۔ لڑکھڑاتی ہے۔ پھر دیوار کا سہارا لیتی ہے۔ بچہ بے ہوش سا ہے۔ اچانک رو پڑتی ہے) نہیں ٹھہرو ...... دونگی۔ کپڑے بیچ کر بھی تمہاری فیس دوں گی تب میں بیمار تھی۔ اب میرا بچہ بیمار ہے۔ اسکو آرام ہوجائیگا نہ ڈاکٹر! اسے بچا دو ڈاکٹر۔ میرا بچہ......

(دیوار کا سہارا چھوڑ آگے بڑھ کر بچہ ڈاکٹر کو دکھانا چاہتی ہے۔ مگر لڑکھڑا کر گرنے لگتی ہے۔ ڈاکٹر لکھنہ اور دھرنا اسے سنبھال لیتے ہیں)

رکمن:۔ (سنبھل کر) نہیں پرے رہو میں اچھی بھلی ہوں (ڈاکٹر لکھنہ سے) خبر نہ کہیں پیٹ مانگ لینا یونہی سر میں چکر سا آگیا تھا (آس پاس سے بے خبر اپنے آپ سے) مجھے اب اتنے چکر کیوں آنے لگے ہیں (ماتھے پر ہاتھ رکھ کر سمجھ سوچکر) شاید میری حالت اب خراب ہوگئی ہے۔ (کھانستی ہے.... ہانپتی ہوئی) ایسے ہی لگتا ہے اوہ........

(سر میں چکر آنے کی وجہ سے دھڑام سے زمین پر گرتی ہے
ڈاکٹر مہلہ اور ڈاکٹر کھنہ اسے دیکھنے کے لئے جھکتے ہیں۔ ایک
طرف سے منگو نشے میں چور لڑکھڑاتا۔ بڑبڑاتا داخل ہوتا ہے)

منگو:۔ اسے کہاں آ جانے تو ارتھی ڈال دیتا ہے۔ (ہنستا ہے) اچھے جانو ہے..... ذبح کر دو ہیں (دانت پیستا ہے) بکرے کی طرح پھر ہنستا اور لڑکھڑاتا ہے) جیسے مانگتا تھا۔ ہمارے باپ نے جو خزانہ دسے میں دیا ہے (رک کر اپنے بچے پر سے جیب نکے نہ.... کہنے لگا۔ دو روپے دو تو بچے کو ہسپتال میں داخل کر دونگا۔ (قہقہہ لگاتے ہوئے)... ہا ہا۔ دو روپے۔ میں نے خوب جواب دیا دو روپے۔ میں نے کہا۔ میرا خون چوس دو شاید اس سے تمہیں دو روپے مل جائیں (اپنی پیٹھ ٹھوک کر) کیا خوب کہا منگو بچہ..... (اچانک رک کر) یہ کیا۔ (دونوں کو دیکھتا ہے۔ پھر رکمن کو پھر اسکی طرف جھپٹتا ہے) کیوں اسطرح کھلے سر سب کے سامنے آ جاتی ہے۔ کیوں آ جاتی ہے تو..... (اسے گھسیٹتا ہوا دروازے تک لیجاتا ہے۔ پھر لڑکھڑاتا ہوا واردوں کیطرف آتا ہے۔ نشہ میں چور (غضبناک آواز میں)۔ تم کون ہو جو بنا پوچھے دوسرے کے گھر میں گھس آئے۔ کون ہو تم۔ میں منگت رام راجپوت (سینہ تانے آگے بڑھتا ہے)

ڈاکٹر کھنہ:۔ کیا بک بک کر رہا ہے؟

منگو:۔ بک بک۔ کیوں بنا پوچھے میرے گھر آئے؟ کیوں میری بیوی کو بلایا۔ میں مقدمہ کر دوں گا۔ میں راجپوت ہوں..

ڈاکٹر کھنہ:۔ کیوں جیل کی روٹیاں توڑنے کو جی چاہتا ہے... چوکیدار!

منگو:۔ جیل جیل (قہقہہ مار کر ہنستا ہے اور گرتا گرتا بچتا ہے) بھجوا دو جیل میں۔ وہاں مرتی ہوئی عورتیں نہیں ہیں۔ وہاں تڑپتے بچے نہیں ہیں۔ وہاں عیش ہے۔ دو وقت روٹی اور کوئی غم نہیں.......

ڈاکٹر مہلہ:۔ جانے بھی دیجئے ڈاکٹر کھنہ۔ اس نے بہت پی رکھی ہے

دھرنا:۔ حضور! اسے معاف کر دیں یہ اپنے آپ میں نہیں ہے۔

منگو:۔ (لڑکے کی طرف جھپٹتا ہے) تو کہتا ہے میں ہوش میں نہیں ہوں (چوکیدار اسے دھکیل کر پرے لے جاتا ہے۔ لڑکھڑا کر منگو گر پڑتا ہے۔ اور وہیں پڑا بڑبڑاتا ہے)

مسٹر ہونت:۔ جو پیسے اس کے شراب میں جاتے ہیں۔ ان کو اپنی عورت کا علاج کرے تو کیا اچھا ہو۔

چوکیدار:۔ (زہر خند کر) پیسے کس کے پاس ہیں حضور۔ یہ تو قسمت کے کھیل ہیں کل کی بات ہے یہی منگو گاؤں بھر میں اپنے اچھے چال چلن کیلئے مشہور تھا۔ سب اسکی شرافت کی تعریف کرتے تھے۔ میاں بیوی دونوں چائے کے باغوں سے روزانہ دو دو آنے لاتے تھے۔ دھرنا اور اسکی بہو بھی کماتے تھے اور مزے میں بسر ہو رہی تھی۔ پھر اسکی گھروالی بیمار پڑ گئی۔ بچہ پیدا ہونے والا تھا تکلیف اسے زیادہ تھی۔ منگو اسے لیکر کئی کوس طے کر کے پالم پور لے گیا۔ وہاں ڈاکٹر کو دکھایا۔ اس نے فیس مانگی۔ پر فیس ان کے پاس کہاں (ور نہ فیس دیتے بھی تو دوائی کے پیسے کہاں سے لاتے) روتے دھوتے واپس آ گئے۔ راستہ میں ہی بچہ پیدا ہوا۔ تبھی سے نہ جانے منگو نے کس طرح پی کر بے سدھ ہونا سیکھ لیا ہے۔ چائے والوں نے اسی لئے اسے مار کر بھگا دیا۔

دوسرا چوکیدار:۔ سرکار بڑا بھلا آدمی تھا۔ اب مصیبت میں پھنس گیا ہے۔ گھروالی بھی نہیں، بچہ بھی بیمار ہے۔ ہم نے پھر کہہ کر ہسپتال بھیجا تھا۔ پر ڈاکٹر تو چاہتا تھا۔ اسکی مٹھی گرم ہو تو پھر رکمن اور بچے کو ہسپتال میں داخل کرلے۔ بس اسی دن سے اس کی حالت اور بھی خراب ہو گئی۔

(سب کچھ دیر چپ کھڑے رہتے ہیں۔ پھر ڈاکٹر کھنہ جیسے آفتاب غروب ہوتے دیکھ کر چونکتے ہیں)

ڈاکٹر کھنہ:۔ ڈاکٹر صاحب دیر ہو رہی ہے۔ ہمیں ابھی اور دو جگہ جانا ہے۔

(ڈاکٹر مہلہ کوٹ درست کرتے ہیں۔ اچانک رکمن گھسٹ کر انکے پاؤں پکڑ لیتی ہے)

رکمن :- ڈاکٹر ، ڈاکٹر ، اسے تندرست کردو ۔ ایشور کے لئے اسے تندرست کردو ۔ تمہارے بھی بچے ہونگے ۔ پرماتما کے لئے اسے دیکھو ۔ تم پیسے مانگتے ہو ۔ میں دونگی ۔ میں کہیں سے لاکر دونگی ۔ اسے دیکھ جاؤ ...... (کچھ رک کر) تم بولتے کیوں نہیں ۔ مانگنے سے گھبراتے ہو ..... (وہ چپتی ہے ۔ پھر پرنم اور درد بھری آنکھوں سے ڈاکٹر مہلبہ کے چہرے کیطرف دیکھتی ہے) نہیں آپ وہ تو نہیں ۔ آپ تو کوئی اور ڈاکٹر ہیں ۔ آپ تو مہربان معلوم ہوتے ہیں آپ کے چہرے سے تو فراخ دلی ٹپکتی ہے ۔ میرے دینو کو دیکھ لیجئے سرکار! آج کتنی دیر سے بے ہوش ہے ۔

(ڈاکٹر مہلبہ پاؤں پیچھے کھینچتے ہیں)

رکمن :- (ٹھکر بہت ہی درد بھری آواز میں) ڈاکٹر جی!

(بچے کو انکے پاؤں پر رکھ دیتی ہے ۔ ڈاکٹر مہلبہ جھکتے ہیں پھر چونک کر پیچھے ہٹ جاتے ہیں ۔ مسٹر بلونت اور ڈاکٹر مکند آگے بڑھتے ہیں)

ڈاکٹر مکند :- (حیرت سے) ہیں ۔

ڈاکٹر مہلبہ :- (افسوس آمیز لہجہ میں) مائی صبر کرو ۔ تم مرے ہوئے بچے کو لئے پھرتی ہو ۔

رکمن :- (آہ میرے لال) (پچھاڑ کھا کر گر پڑتی ہے)

(سورج کی آخری شعاع ایک لمحہ کے لئے بچہ کی لاش پر چمکتی ہے پھر اندھیرے میں غائب ہو جاتی ہے)

(پردہ)

ب احمد ندیم قاسمی
(بی اے)

ضیغمِ ہندوستاں

افراد

(۱) ضیغمِ ہندوستان کی نوجوان بیوی
(۲) ضیغمِ ہندوستان کا اکلوتا کمسن فرزند افضل
(۳) ضیغمِ ہندوستان کی بوڑھی ماں
(۴) چند سپاہی

(دلہن بیوی ایک کھڑکی کے پاس کھڑی ہے اور اپنے آپ سے کہہ رہی ہے)

ی:- ڈھل گیا جب ڈوبتے سورج کی کرنوں سے جہاں — چپکے چپکے پڑ رہا ہے اجلا اجلا آسماں
وہ اتر آئیں ڈھلانوں سے حسیں چرواہیاں — چھا گئیں وادی پہ اونچے کوہ کی پرچھائیاں
آ رہی ہیں پانی بھر کے والیوں کی ٹولیاں — نوجواں ہیں گاؤں کے چوپال کی جانب رواں
دھیرے دھیرے ہیر وارث شاہ الاپیں گے — درد کے سینوں پہ تازہ بجلیاں برسائیں گے
چاند کب اٹھے گا بچے پوچھتے ہیں ماؤں سے — اور اندھیرے میں نکل جاتے ہیں کنج گاؤں سے
چاندنی راتوں میں جب مرغے کی سنتے ہیں اذاں — سہمے سہمے آتے ہیں کرتے ہوئے سرگوشیاں
جب مری سکھیوں کے گانے گونجتے ہیں رات کو — کوئی آہٹ میں بتاتا ہے مرے ہاتھ کو
اور کہتا ہے مری ویران راتوں کی نصیب — اے مری اجڑی ہوئی محفل کی شمع دلربا!
جنگ کے میدان سے اک روز لوٹ آؤں گا میں — تجھ پہ اپنے آنسوؤں کے پھول برساؤں گا میں
تو تبھی سے کھو چکی ہے جب سے وہ کانٹا — تیری آنکھیں ڈھونڈتی ہیں آہ وہ موہوم رات
جب پریشاں تھیں مری بانہوں پہ تیری کاکلیں — اور ہم آہنگ تھیں دونوں دلوں کی حسرتیں
دیکھ تو سارا زمانہ کس قدر مسرور ہے — تو مگر مغموم ہے مایوس ہے رنجور ہے
غم نہ کر اک روز یہ کالی گھٹا چھٹ جائے گی — راہ جتنی پُر خطر ہو ایک دن کٹ جائے گی
جنگ کے میدان میں . . . .

(دروازے پر . . . دستک کی آواز)

اکی آواز:- بیٹی ذرا دروازہ کھول

ی:- (مدھم آواز میں) ماں مرے سپنے نہ ڈر جائیں ذرا آہستہ بول

(دروازہ کھولتی ہے۔ بڑھیا داخل ہوتی ہے)

:- کس سے باتیں کر رہی تھی تو اکیلی بیٹھ کر؟

بیوی:- آہ ماں! چھریاں سی چلتی ہیں مرے احساس پر

ماں مجھے تنہا سمجھتی ہیں تری نادانیاں؛ ہم نوا ہیں میری بے سامانیاں حیرانیاں

جب چلی جاتی ہو تم آتے ہیں وہ میرے قریب اور کہتے ہیں کہ جاگیں گے کبھی تیرے نصیب

ایک دن آباد ہو جائیں گے اجڑے سبزہ زار پھر خزاں دیدہ چمن میں مسکرائے گی بہار"

لیکن امی: یہ تو دھوکا ہے مرے جذبات کا آسرا ہے بے نواؤں کو خدا کی ذات کا!

بڑھیا:- تو کہیں اندر ہی اندر گھٹتی گھٹتی مر نہ جائے تیرا جام زندگانی آنسوؤں سے بھر نہ جائے

بیوی:- بھر گیا تو میں اسے چھلکاؤں گی چھلکاؤں گی ان کی خاطر اس حالت میں بھی جیتی جاؤں گی

یوں تو میں ڈرتی نہیں مرنے سے۔ مرجانگی میں مرتے مرتے سر انہیں قدموں پہ دھر جاؤں گی میں

بڑھیا:- میری بچی تیری باتوں سے بہت دکھتا ہے دل تیری سانسیں تیز ہیں اور تیرا لہجہ مضمحل

بیوی:- آہ ماں! اے کاش تو اس کا سبب پہچانتی کاش تو کچھ جانتی اے کاش تو کچھ جانتی

بڑھیا:- جانتی ہوں میں۔ مجھے اس کا سبب معلوم ہے گاؤں میں لیکن یہ کیسا رونق ہے کیسی دھوم ہے

شادیانے بج رہے ہیں مشعلوں کا نور ہے پرچھ لاتی ہیں۔ مگر یہ شور و غوغا دور ہے

ننھا افضل سو رہا ہے؟

بیوی:- وہ تو کب کا چل دیا

بڑھیا:- بچی تو کس درجہ بھولی ہے۔ یہ تو نے کیا کہا

وہ کسی منہ زور گھوڑے کی جھپٹ میں آ نہ جائے بھیڑ میں لوگوں کی وہ ننھی سی جاں گھبرا نہ جائے

(دروازے پر کسی کی دستک)

افضل کی آواز:- ماں!

بیوی:- میں آئی۔ (دروازہ کھولتی ہے۔ افضل داخل ہوتا ہے)

بیوی:- میرے بچے تو بہت جلد آگیا

افضل:- خوب رونق تھی۔ مگر ماں۔ میرا دل گھبرا گیا

باپ کے ہمراہ تھا ہر اک بچہ وہاں میں نے سوچا کاش میرا باپ بھی ہوتا یہاں

میں بھی چلتا راستے میں اس کی انگلی تھام کر

بڑھیا:- بچے یہ باتیں نہ کر آ مدرسے کا کام کر

افضل:- مدرسے کا کام؟ وہ تو میں نے کب کا کر لیا کچھ عبارت بھی لکھی اور ایک نقشہ بھر لیا

بڑھیا:- کس کا نقشہ؟

افضل:- نقشہ ہندوستاں

بڑھیا:- ہندوستاں؟

افضل:- ہاں مگر کہتے ہیں کیوں ہندوستاں کو لوگ ماں"

بیوی:۔ دریا کے پاس آنے بھی دو

بڑھیا:۔ بھولا بھٹکا کوئی راہی ہوگا اب جانے بھی دو!!

رات کتنی جا چکی ہے آؤ افضل سو رہیں

بیوی:۔ پیشتر سونے کے لیکن سب دعائیں مانگ لیں

(افضل دعا مانگتا ہے)

افضل:۔ یا الٰہی میرا ابا جلدی بھیج دے
وہ نہیں آتا تو کچھ گڑ اور جلدی بھیج دے
آج مرچیں بھی نہیں تھیں نمک بھی اڑ گیا
کل میں بیری سے گرا اور میرا بازو مڑ گیا
میری امی رات دن روتی ہے یہ کیا بات ہو
دن نکل آئے ..... تو کہتی ہے اندھیری رات ہو
میری بوڑھی ماں کی کھانسی زور پر ہے آج کل
میری خاطر شہر سے لانا بہت سے پھول پھل

(بیوی دعا مانگتی ہے)

بیوی:۔ میرے آقا تجھ پہ نیزے پھول بن بن کر گریں
اور ہندوستان کے دن بہت جلدی پھریں
پھڑ پھڑاتا ہو جہاں میں پرچم ہندوستاں
تجھ کو سب دنیا پکارے ضیغم ہندوستاں
تیری تلواروں سے کٹ جائیں چٹانوں کی رگیں
تیری زد میں ہوں زمینوں آسمانوں کی رگیں
تو جہاں جائے تیرے قدموں کو چومیں سربلند
کامراں ہوں تیری یلغاریں ارادے ارجمند!
جلد آ آقا بہت جلد آ۔ کہ میں رنجور ہوں
اک یہی حسرت قیامت ہے کہ تجھ سے دور ہوں
دور ہوں پر دور کی باتیں بھی سن لیتے ہو تم!
جانتی ہوں چرخ سے تارے بھی چن لیتے ہو تم
گو ڈرا سکتے نہیں کچھ جنگ کے تیور مجھے
ایک شب آ کر دکھا جاؤ رخِ انور مجھے

(بڑھیا دعا مانگتی ہے)

بڑھیا:۔ میرے بچے کتنی خوش قسمت تھی میری گود بھی
جس میں مدت تک پلی تیری معزز زندگی
فخر سے اکڑی ہوئی ہوں میں۔ مرا اکلوتا لال
کر رہا ہے دشمنانِ ہند پر جینا وبال
بخش دیں میں نے تجھے بتیس دھاریں آج شب
میں بہت بوڑھی ہوں جانے ڈگمگا جاؤں گی کب
زندگی اور موت اک بازیچۂ طفلانہ ہے
مرنا جینا دھر ہے۔ خود ساختہ افسانہ ہے
تیرے مرنے سے خوشی ہوگی مجھے

(دروازے پر بہت سے ہاتھ پڑتے ہیں)

بڑھیا:۔ کیا بات ہے؟

(کھڑکی سے باہر جھانکتی ہے)

بڑھیا:۔ کتنی ٹھنڈی ہے ہوا کتنی اندھیری رات ہے

کون؟

ایک سپاہی:۔ ہم تیرے جری بچے کے قدموں کے غلام
جنگ کے میدان میں چمکا یا ہے جس نے اپنا نام

ڈراما نمبر

جولت

مصنفہ:- آرنلڈ بینٹ (انگریزی مصنف)

اخذ و اقتباس از:- جناب سراج الدین احمد نظامی

جودت

تاریخِ ارضِ یہود کا ایک ورق

افراد

عبرانی		اسیری	
۱:- جودت		۱:- ہولوفرنیس	اسیری افواج کا سپہ سالار
۲:- ہیگت	جودت کی کنیز	۲:- باگوس	ہولوفرنیس کا خواجہ سرا
۳:- رحیل		۳:-	ایک سردار
۴:- اوزیاس	حاکم بتھولیا	۴:-	ایک سپاہی
۵:- جابرس	دو معزز شہری	۵:-	باگوس کا ایک خادم
۶:- چارمس			
۷:- ایک سپاہی	۸:- ایک قاصد		

پہلا باب

(سرزمین یہودیہ کے شہر بتھولیا کا ایک بازار۔ بتھولیا ایک پہاڑی پر آباد ہے جس پر سے جنوب مغرب کی جانب وادی یزرعیل کا وسیع منظر نظر آتا ہے۔ پشت کی جانب شہر کا دروازہ ہے جس کی وجہ سے باہر کا منظر دکھائی نہیں دیتا۔ دائیں طرف جودت کا مکان ہے جس کی چھت پر ایک شامیانہ ہے۔ بائیں طرف اونچا مکانات ہیں جن کے وسط میں ایک چبوترہ ہے جہاں سے باہر کا میدان نظر آتا ہے)

زمانہ پانچویں صدی قبل از مسیح   **وقت**:- شام

(اوزیاس بازار میں کھڑا ایک چرمی بوتل میں سے پانی پی رہا ہے۔ بائیں طرف پشت کی جانب سے جابرس داخل ہوتا ہے)

اوزیاس:- جلدی سے بوتل کو لباس میں چھپا کر) بڑے میاں تمہیں دیکھے تو کئی سال ہو گئے۔ تم بیرہ داسوں کی آنکھ سے کس طرح بچے؟

جابرس:- بڑے میاں کیا میں بوڑھا ہوں؟ میں تو ابھی سال کا بھی نہیں ہوا۔ تم کون ہو؟

اوزیاس:- میں اوزیاس ہوں۔

جابرس:- اچھا تم اوزیاس ہو۔ اوزین کے بیٹے! اس کو پہلے کہ تمہارا باپ چلنے پھرنے کے قابل ہو میں اسے اپنی گود میں لیکر کھلایا کرتا تھا۔ اس کے اندر شرارت کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔

اوزیاس:- آج تمہیں کونسی اہم بات اپنے مکان سے باہر نکال لائی؟ کیا تم ہم کو کوئی پیشین گوئی کرنے آئے ہو؟

جابرس:- میں نے پیشین گوئی کرنا ترک کر دیا ہے۔

اوزیاس:۔ ہاں، ایک ایسا پیشہ ہے جس میں مہلک خطرات کا سامنا ہے۔

چابرس:۔ میں اب اپنی ختم ہونے والی زندگی تنہائی اور افلاس میں گزارتا ہوں

اوزیاس:۔ ہاں یہ اچھی بات ہے۔ واقعی بوڑھوں کی عقل قابل داد ہوتی ہے۔

چابرس:۔ ۔۔ تم کیا کام کرتے ہو بچے؟

اوزیاس:۔ کیا تمہیں کسی نے نہیں بتایا؟

چابرس:۔ میں اپنی بیٹی کی پوتی کے سوا کسی سے نہیں ملتا، اور اسے میں نے گفتگو کرنے سے منع کر دیا ہے کیونکہ وہ عورت ہے۔ اور عورت کی زبان تضرات کے لئے زہر قاتل ہے۔ پھر مجھے کون بتاتا؟

اوزیاس:۔ میں بیتھولیا کے عظیم الشان شہر کا حاکم ہوں

چابرس:۔ تم اس شہر کے حاکم ہو!

اوزیاس:۔ ہاں

چابرس:۔ اب میں اپنی بدقسمتی کو سمجھا! میں نے تمہاری والدہ سے بالکل سچ کہا تھا کہ شریر بچے جننے سے تو والدہ مر جانا بہتر ہے۔

اوزیاس:۔ آہ۔ بوڑھوں کا فیصلہ بھی عجیب ہوتا ہے۔

چابرس:۔ تم نے مجھ سے پوچھا تھا کہ آخر کونسی مصیبت مجھے مکان سے باہر لے آئی؟ وہ میں تمہیں بتاتا ہوں — پیاس نے مجھے اپنے مکان سے باہر نکلنے پر مجبور کیا ہے۔ میری دونوں وقت میری پڑپوتی دال اور پانی سے میری تواضع کرتی ہے۔ پانچ روز سے وہ مجھے پانی کم دے رہی تھی۔ اور آج — آج تو ایک قطرہ بھی نہیں دیا۔ تم ہی بتاؤ کوئی پانی کے بغیر دال کھا سکتا ہے؟ آدھ گھنٹہ ہوا میں اس کا سبب دریافت کرنے گیا۔ وہ بے چاری بستر پر تڑپ رہی تھی اور دیوانوں کی مانند کہہ رہی تھی کہ اس نے خود تین دن سے پانی نہیں پیا۔ اور بیتھولیا میں پانی کہیں نہیں ملتا۔ یہی وجہ ہے کہ میں اپنے مکان سے نکل کر اس شہر کے بازار میں آگیا جو اپنے خنک چشموں کے لئے مشہور ہے۔ اور سنو! میں اس شہر کے حاکم سے ملا اور وہ اوزیاس ہے۔ اے اوزیاس! لوگ اس شخص کا سات دن تک ماتم کرتے ہیں جو مر جائے لیکن ایک بدمعاش کا اس کی زندگی بھر ماتم کرتے رہتے ہیں۔ ہاں تو بیتھولیا میں پانی کیوں نہیں، میرے بچے! کیا تم نہیں جانتے کہ ——

اوزیاس:۔ تنفر اور تنہائی اچھی ہے بڑے میاں، کیا تم نہیں جانتے کہ سورج و ستاروں نے زمین کے گرد گھومنا چھوڑ دیا ہے اور دنیا کے بادشاہ اور وہ بیکار ہو گئے ہیں۔ لیکن تمہیں ان باتوں سے کیا۔ تمہیں تو سارا دن پیٹ کی پڑی رہتی ہے۔

چابرس:۔ میں تو اتنا جانتا ہوں کہ میں پانی کے بغیر دال نہیں کھا سکتا۔

اوزیاس:۔ بیتھولیا محصور ہے

چابرس:۔ کس نے محاصرہ کیا ہے؟

اوزیاس:۔ ہولوفرنیس نے!

چابرس:۔ میں نے یہ نام پہلے کبھی نہیں سنا یہ کون ہے؟

اوزیاس:۔ بخت نصر کے سپہ سالار کا نام نہیں سنا؟ کیا تم نے کبھی بخت نصر کا نام بھی سنا ہے؟

چابرس:۔ ہاں کچھ کچھ یاد آ رہا ہے:

اوزیاس:۔ چبوترے کی سیڑھیوں پر کھڑے ہو کر ادھر آ کر دیکھو ایک لاکھ بیس ہزار پیادہ فوج، بارہ ہزار سوار، رسد کے لئے بے شمار بھیڑیں اور بکریاں، بیس ہزار گدھے، بار برداری کے لئے بے شمار اونٹ، اور بہت سا سونا چاندی جو پہلے کبھی نہیں دیکھا گیا۔

چابرس:۔ نیچے اترتے ہوئے۔ بخت نصر اس شہر کے پیچھے کیوں پڑا ہے؟ بیتھولیا نے اسے کیا تکلیف دی ہے؟

اوزیاس:۔ بڑی تکلیف دی ہے: بخت نصر نے خدائی کا دعویٰ کیا ہے وہ چاہتا ہے کہ تمام اقوام اور قبائل اس پر ایمان لے آئیں سوائے یہودیہ کے جس نے ساری دنیا فتح کر لی

ہے۔ بتھولیا یہودیہ کا دروازہ ہے، اور بتھولیا ہی نے اس کے اس دعوے پر کان نہیں دھرا اس لئے اب وہ از حد غضبناک ہو رہا ہے اور ہولوفرنیس اس کے غیظ و غضب کا آلۂ کار ہے۔

چابرس :- (سیڑھیوں پر کھڑے ہو کر اور دیکھ کر) ہاں تو تم نے کتنی تعداد بتائی تھی؟

اوزیاس :- ایک لاکھ بیس ہزار پیادہ فوج اور بارہ ہزار سوار!

چابرس :- تو پھر یہ ایک فیصلہ کن اور آخری جنگ ہوگی۔

اوزیاس :- کیوں؟

چابرس :- کیوں؟ ظاہر ہے کہ جنگ اس پیمانہ پر جاری نہیں رہ سکتی، اور اگر رہے تو نسل انسانی تباہ ہو جائے گی بخت نصر نے تو جنگ کو مسخرہ سمجھ رکھا ہے۔

اوزیاس :- (علیحدہ) اسے ایک بے وقوف بوڑھے کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے؟

چابرس :- (چبوترے سے نیچے اتر کر اپنے دل سے) بات اصل میں یہ ہے کہ میں پانی کے بغیر دال نہیں کھا سکتا! (اوزیاس سے) اور بتھولیا میں تو اتنے چشمے ہیں کہ سارے یہودیہ میں نہیں!

اوزیاس :- وہ سب کے سب دامن کوہ میں ہیں اور ہولوفرنیس نے ان پر قبضہ کر رکھا ہے۔

چابرس :- تو پھر یہ جنگ نہیں۔

اوزیاس :- یہ جنگ ہے۔

چابرس :- نہیں نہیں۔ میرے زمانے میں سپاہی بڑی عمدگی سے لڑا کرتے تھے۔

اوزیاس :- اور ایک دوسرے کو قتل کیا کرتے تھے۔ لیکن ہولوفرنیس ایک بلند مقام کو حاصل کرنے کے لئے ہزاروں جانیں کیوں قربان کرے، جب کہ وہ اپنے عساکر کو آرام سے بٹھا کر وہی نتیجہ حاصل کر سکتا ہے؟

چابرس :- جبھی تو میں کہتا ہوں کہ یہ جنگ نہیں، بلکہ تیرہ تیز ختم ہو گیا۔ یہ تنہا عظیم الشان شہر ہے۔ اور جب میں نے یہاں کے نئے نئے احمقانہ طریقے دیکھے تو میں سمجھ گیا کہ تنہا حماقت ایک ہے۔ اب معلوم ہوا، کہ میں سچا تھا۔ تین ہزار پانسو سال کا عرصہ ہوا، جب خدا نے آدم اور حوا کو پیدا کیا۔ ہاں ہاں بڑا عرصہ ہو گیا ہے۔ لیکن پانی کے بغیر دال کا کیا لطف؟ مجھے ضرور پانی ملنا چاہیئے!

اوزیاس :- ہولوفرنیس کو چشموں پر قبضہ کئے چونتیس دن ہو گئے ہیں، اگر تمہیں کل تک پانی ملتا رہا ہے۔ تو تمہاری بڑی پوتی ضرور پیاسی ہے۔ میں نے ہر شخص کو تول تول کر پانی دیا ہے، لیکن اب برتن خالی پڑے ہیں۔ اور مرد و زن پیاس سے بیتاب ہو ہو کر بازاروں میں بیہوش ہو رہے ہیں۔ بتھولیا میں اب پانی کا ایک قطرہ نہیں۔ کیا غریب کیا امیر ہم سب کی حالت یکساں ہے!

چابرس :- تو پھر مجھے اپنی بوتل سے پلا دو۔

اوزیاس :- کونسی بوتل؟

چابرس :- میں نے آتے ہوئے تمہیں بوتل کو اپنے ہونٹوں سے جدا کرتے دیکھ لیا تھا۔

اوزیاس :- بڑے میاں تمہیں یہ اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہیئے۔ کہ ایک حاکم اعلیٰ کی حیثیت سے یہ میرا اولین، اور ضروری فرض ہے۔ کہ میں اپنی طاقت بحال رکھوں کیونکہ اگر میں ہی کمزور ہو گیا، تو شہر فوراً مغلوب ہو جائے گا۔ میرے بغیر آبادی کسی کا . . . بھی مقابلہ نہیں کر سکتی، اور آبادی کیا ہے؟ انسان، حیوان۔ بھیڑیں، خرگوش، کیڑے مکوڑے!

چابرس :- مجھے وہ بوتل دے دو!

اوزیاس :- وہ بھی اور برتنوں کی طرح خالی ہے۔

چابرس :- مجھے دے دو، ورنہ میں بازاروں میں شور مچا دونگا کہ تم نے پانی چھپا کر رکھا ہے۔

(اوزیاس اسے بوتل دیتا ہے، چابرس پیتا ہے اور جلدی سے بوتل چھین کر چھپا لیتا ہے، آہ!
دروت کے مکان کی چھت پر کوئی نظر آتا ہے عنایاس

پودتاث :

چابرس :۔ وہ کون ہے ؟

اوزیاس :۔ کوئی نہیں

چابرس :۔ مکان کس کا ہے ؟

اوزیاس :۔ مراری کی بیٹی جودت کا

چابرس :۔ اچھا مراری بن ا... بن ازعیل۔ اور عیل اور میں دونوں بڑے گھنشدے لڑکے تھے۔ عیل بن قائیم بن الیاب بن نتانیل بن

اوزیاس :۔ بڑے میاں تمہارا حافظہ بڑا خطرناک ہے۔ بہا بھی نے دو

چابرس :۔ پانی نے مجھے زندہ کر دیا ہے ہاں تو مراری نے شادی کی اور یہ لڑکی پیدا ہوئی یہ کس قسم کی عورت ہے :

اوزیاس :۔ یہ منا سسی کی بیوہ ہے۔ جو فصل بیت میں گرمی کی شدت سے لاوہ مر گیا تھا۔ یہ بڑی امیر عورت ہے کیونکہ منا سسی اپنے بعد بہت سا زر۔ چاندی۔ غلام، کنیزیں بھیڑیں اور اراضی چھوڑ گیا ہے۔ تین سال اور چار ماہ سے وہ اپنے مکان میں بیوہ بیٹھی ہے اور کبھی باہر نہیں نکلی سارے شہر میں کوئی نہیں جو اسے ناشائستہ الفاظ سے یاد کرے کیونکہ وہ خدا سے بہت ڈرتی ہے۔ اور ہر وقت عبادت میں مشغول رہتی ہے۔

چابرس :۔ ہاں لیکن وہ کس قسم کی عورت ہے ؟

اوزیاس :۔ وہ از حد حسین ہے اور دیکھنے کے لائق !

چابرس :۔ اپنے آپ کو ! ہاں تو وہ اس قسم کی عورت ہے ؟

اوزیاس :۔ اور وہ بنی اسرائیل کی رسومات کے چند دنوں کے سوا ہر روز روزہ رکھتی ہے۔

چابرس :۔ تم اس کی زندگی میں بڑی دلچسپی لیتے ہو۔ کیا وہ بہت خوبصورت ہے ؟

اوزیاس :۔ ہاں وہ بہت خوبصورت ہے !

چابرس :۔ تو پھر یہ وہی تھی جس نے ایک لمحہ ہوا شامیانہ میں سے جھانکا تھا۔

اوزیاس :۔ بڑے میاں تمہاری آنکھیں بڑی تیز ہیں۔

چابرس :۔ یہ سب پانی کی بدولت ہے !

اوزیاس :۔ کہتے ہیں کہ وہ ہر روز اس وقت ہوا کھانے اپنے شامیانہ میں آتی ہے۔

چابرس :۔ یہی وجہ ہے کہ تم یہاں کھڑے ہو۔

اوزیاس :۔ نہیں میں شہر کو بچانے کی تدابیر پر غور کر رہا ہوں اور اس چبوترے پر سے اسیریا کے عساکر کی نقل و حرکت کو بخوبی دیکھ سکتا ہوں۔

چابرس :۔ یہ چبوترہ بنایا ہے۔ اور تم نے یہ اسیریا کے عساکر کو نہیں بلکہ جودت کے دیکھنے کے لئے بنایا ہے اور یہی وجہ ہے کہ تم نے بازار کو خالی رکھنے کے لئے پہرہ مقرر کر رکھا ہے

اوزیاس :۔ اور اگر ایسا ہی ہو تو پھر کیا۔ بڑے میاں تم اتنے بڈھے ہو کہ تمہارے سامنے اعتراف کر لینا اچھا معلوم ہوتا ہے۔ جس طرح قبر سے راز باہر نہیں نکل سکتا۔ اسی طرح تمہارے سینہ سے بھی نہیں نکل سکتا۔ اگر میں یہاں جودت کا حیرت افزا حسن دیکھنے آیا ہوں تو اس میں ہرج کیا ہے ؟

چابرس :۔ ہرج کیا ہے ؟ کیا تمہارا یہ مطلب ہے کہ تم یہاں کھڑے دیدہ بازی کرتے رہو اور بتھولیا کے باشندے پیاس سے مرتے رہیں ؟

اوزیاس :۔ اوہ۔ باشندے ! باشندے کیا ہیں ؟ چوہیاں چوہے کیڑے مکوڑے !

چابرس :۔ تو پھر شہر کی قسمت بگڑ چکی ہے اور تم مایوس ہو چکے ہو ؟

اوزیاس :۔ مایوس ؟ کیا میں مردہ ہوں ؟ کیا میں سڑی ہوئی نعش ہوں ؟ اس میں کوئی شک نہیں کہ بتھولیا فتح ہو جائے گا۔ اور اس کی فتح کے بعد میں قتل کر دیا جاؤں گا۔ لیکن بڈھے دوست ! کیا تم نے کبھی خیال بھی کیا۔ کہ موت ضرور عجیب ہونی چاہئے ؟ یقیناً مجھے غلام بنا لیا جائے گا۔ لیکن میں غلام ہوں یا نہ ہوں۔ دونوں حالتوں میں ہم دونوں اکٹھے ہونگے

چابرس :۔ کون کون ؟

اوزیاس :- میں اور جودت ہو! دنیا کی تاریخ معجزات سے لبریز ہے۔ ابھی جب تک میں زندہ ہوں اور زندگی کی گرم گرم سانس میرے سینے سے نکل رہی ہے، میں مسرت سے جھوم رہا ہوں آہ! ایک حسین عورت!

چابرس :- میرا خیال ہے کہ اب میں دال کھا سکتا ہوں۔

اوزیاس :- یہاں بھی ایک عورت ہی کا سوال ہے

(ایک آواز سنائی دیتی ہے، رحیل دوڑتی ہوئی داخل ہوتی ہوئی ہے جس کے پیچھے دو سپاہی ہیں، ان کے پیچھے بتھو جا کے باشندوں کا ایک گروہ ہے جن میں ایک معزز شخص چارمس بھی شامل ہے)

رحیل :- تم مجھے خوفزدہ کر کے باہر کیوں نکل آئے دادا، اپنی عمر کو تو دیکھو! چلو! ابھی میرے ساتھ واپس چلو۔

چابرس :- یہاں بھی ایک عورت ہی کا معاملہ ہے!

اوزیاس :- (غصے کیساتھ پہلے سپاہی سے) بدمعاش کیا میں نے حکم نہیں دیا تھا کہ بازار بند کر دیا جائے؟

سپاہی :- عالیجاہ ان میں سے چند بلند مرتبہ معزز بزرگ ہیں اور اس لڑکی ———

رحیل :- چابرس سے) ابھی چلو!

(بے ہوش ہو کر گر پڑتی ہے)

چابرس :- (چارمس کو رحیل کیطرف جاتا دیکھ کر) اسے یہیں پڑا رہنے دو۔ یہ ابھی ہوش میں آ جائے گی۔

اوزیاس :- (غصے کے ساتھ سپاہی سے) اپنی اپنی جگہ پر واپس چلے جاؤ۔

(سپاہی چلے جاتے ہیں)

چارمس :- (اوزیاس کیطرف دیکھ کر اور رحیل کیطرف اشارہ کر کے) یہ تو وہی عورت ہے جسے میں نے پیاس کی شدت سے بازار میں گرتے دیکھا۔

اوزیاس :- (ذلت سے) افسوس! اس کے بعد تمہاری اور میری باری ہوگی، ہم سب کی یہی حالت ہے۔ لیکن اب کیا کیا جائے؟

(شہریوں کے گروہ سے مدھم آوازیں آتی ہیں "ہم یہی تو معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ ہم اسی لئے تو آئے ہیں")

اوزیاس :- (آرام سے) تم میں سے نمائندہ کون بنے گا؟

چارمس :- ہم سب نمائندے ہیں!

اوزیاس :- یہ سب بچے بھی؟

چارمس :- ہاں یہ بچے بھی! اپنی مصیبت کے باعث ہم سب نمائندے ہیں

اوزیاس :- لیکن یہ بچے سب ایک دفعہ نہ بولو معزز چارمس کیا تم بولو گے؟ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ میں شہریوں کا ایک ادنے خادم ہوں۔

چارمس :- آقا اوزیاس! اسرائیل کا خدا ہمارا تمہارا فیصلہ کرے گا کیونکہ تم نے ہمیں بہت دکھ دیا ہے۔

(لوگوں کیطرف تصدیق کے لئے دیکھتا ہے سب سر ہلا کر تصدیق کرتے ہیں)

اوزیاس :- دکھ دیا ہے؟ میں نے؟ کیا میں نے نہیں کہا کہ میں شہریوں کا ایک ادنے خادم ہوں؟

چارمس :- (استقلال سے) اور میں پھر کہتا ہوں کہ تم نے ہمیں بہت دکھ دیا ہے۔ اس لئے کہ تم نے اسیریوں سے صلح کی کوئی گفت و شنید نہیں کی۔ اس وقت ہمارا کوئی یار و مددگار نہیں اور اسرائیل کے خدا نے ہمیں اسیریوں کے ہاتھ بیچ ڈالا ہے۔ ہمیں ان کے سامنے پیاسا اور تباہ حال ڈال دیا گیا ہے۔ ہم مطالبہ کرتے ہیں (ادھر ادھر دیکھتا ہے) ہاں ہاں ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ تم اسیریوں کو بلاؤ اور تمام شہر کو ہولوفرنیس اور اس کے عساکر کی لوٹ مار کے لئے اس کے حوالے کر دو۔ ہمارے لئے یہ بہتر ہے کہ ہمیں لوٹا جائے۔ بے عزت کیا جائے لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ ہم پیاسے جائیں (مر جائیں)۔ ہم ہولوفرنیس کے غلام بن جائیں تاکہ زندہ رہیں۔ اور اپنی عورتوں اور بچوں کو اپنی آنکھوں کے سامنے مرتے ہوئے نہ دیکھیں۔ (ہجوم میں سے ایک عورت اپنا بچہ اٹھا کر دکھاتی ہے۔ خاموشی۔ اوزیاس ادھر ادھر ٹہلتا ہے)

ہم تمہارے خلاف زمین، آسمان، خدا اور اپنے آباؤ اجداد کے خدا کو گواہ بناتے ہیں۔ جو ہمیں ہمارے اور ہمارے آباؤ اجداد کے گناہوں کے مطابق سزا دیتا ہے۔ اور تم سے مطالبہ کرتے ہیں کہ شہر کو ہولوفرنیس اور اسکے عساکر کے حوالے کر دو۔

(خاموشی۔ اوزیاس آہستہ سے چبوترہ پر چڑھتا ہے)

اوزیاس :۔ (مجمع کو مخاطب کر کے) دوستو! معلوم ہوتا ہے کہ چارمس اپنی تقریر ختم کر چکا ہے۔ اسکے الفاظ درد و رنج سے لبریز تھے۔ اس کے بعد اب کون بولے گا؟ میرے کان اسکی آواز کے منتظر ہیں۔ (خاموشی) کوئی نہیں بولے گا؟ اچھا تو مجھ توجہ سے سنو۔ بیشک چارمس کی تقریر بڑی پُردرد ہے۔ لیکن میرا دل بھی درد سے ناآشنا نہیں۔ میں بھی اپنی عورتوں، اپنے نوجوانوں، اور بوڑھوں کی حمایت کرتا ہوں۔ اور چونکہ میرے دل میں درد ہے۔ اس لئے میں دیو سیرت ہولوفرنیس کے سامنے کبھی مغلوب نہیں ہوں گا ہاں ہاں! دیو سیرت ہولوفرنیس! یہی جنگ نہیں جو اس نے شروع کی ہے! ایک مرتبہ پہلے بھی ہمارا عظیم اسرائیل کے بہادروں سے نبرد آزما ہو چکا ہے اور اب وہ ہماری عورتوں اور بچوں کو پیاسا مار رہا ہے۔ ہولوفرنیس نے جنگ کے قدیم قواعد کو پس پشت ڈال کر اپنے عساکر کی کثرت کے بل بوتے پر جنگ کو مسخر سمجھ رکھا ہے۔ دنیا دیکھے گی کہ آئندہ جنگ کا کوئی قانون اور قاعدہ نہ رہے گا۔ اگر میں ہولوفرنیس سے دب جاؤں تو اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟ کہ وہ دیوتا ہمیں تڑپ تڑپ کر مرتے ہوئے دیکھ رہا ہے۔ ہمارے معصوم بچوں اور بوڑھوں کو قتل کر دیگا ہماری عورتوں کی بے عزتی کرے گا۔ اور ہماری دوشیزہ لڑکیوں کی عصمت دری کرے گا۔ مفتوح لوگوں کی غلامی اسکے غضب کو مطمئن نہیں کر سکتی! تم ہی بتاؤ کیا یہ ٹھیک ہو سکتا ہے؟ نہیں! میں کہتا ہوں ہرگز ہرگز نہ ہونے پائے گا۔ لیکن میں بھی تمہاری طرح ایک ادنےٰ خادم اور انکے دلی جذبات کے ترجمان کے سوا کیا ہوں؟ تم بزدل نہیں ہو، بھیڑیں نہیں ہو، خرگوش نہیں ہو، تم تو مرد بہادر ہو۔ اور تمہاری عورتیں شیر کا سا دل رکھتی ہیں۔ تمہارے بغیر میں کسی کام کا نہیں ہوں اور اگر میں ہولوفرنیس کا مقابلہ کروں تو میری شجاعت تمہاری شجاعت اور میرا عزم تمہارا عزم ہے۔ چارمس نے اسرائیل کے خدا کا مقدس اور پیارا نام لیا ہے۔ بنی اسرائیل کو اپنا خدا فراموش نہ کرنا چاہئے کیونکہ اس بزرگ و برتر نے اسرائیل کو کبھی فراموش نہیں کیا۔ بھائیو طاقتور ہو اور جرأت سے کام لو ہمیں پانچ دن اور صبر کرنا چاہئے۔ اگر یہ دن بھی یونہی گزر گئے اور اسرائیل کے خدا نے ہم پر رحم نہ کیا تو پھر میں معزز چارمس کے کہنے کے مطابق عمل کروں گا۔

(بیگت جودت کے مکان سے باہر نکل کر اوزیاس کی طرف بڑھتی ہے)

بیگت :۔ آقا اوزیاس!

اوزیاس :۔ کہو کیا چاہتی ہو؟

بیگت :۔ خاتون جودت آپ سے کچھ کہنا چاہتی ہیں وہ آ رہی ہیں۔

رحیل :۔ (دانتے ہوئے) پانی!

اوزیاس :۔ خاتون جودت تین سال کی طویل مدت کے بعد اپنے مکان سے باہر آ رہی ہیں۔

آوازیں :۔ جودت تین سال کے بعد باہر آ رہی ہے! جودت! بیوہ!

اوزیاس :۔ (سختی سے) یہاں سے ہٹ جاؤ۔ اور اپنے اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ۔ سپاہیو! بازار صاف کر دو!

(دو سپاہی تعمیل حکم کے لئے آگے بڑھتے ہیں۔)

اوزیاس :۔ سب آدمی فصیل اور برجوں کو چلے جائیں (رحیل اٹھ بیٹھتی ہے۔ چارمس کی طرف اشارہ کر کے) لڑکی اس بوڑھے بے وقوف کو گھر لے جا۔

(بازار صاف ہو جاتا ہے اوزیاس اور بیگت کھڑے رہ جاتے ہیں تھوڑی دیر بعد جودت بیوہ کا لباس پہنے آتی ہے بیگت مکان میں چلی جاتی ہے)

جودت :۔ سلام آقا اوزیاس!

اوزیاس :۔ سلام جودت خاتون!

جودت :۔ لوگوں کے ہجوم کو کیا ہوا؟

اوزیاس :- میں نے انہیں یہاں سے ہٹ جانے کا حکم دیا ہے۔

جودت :- کیوں ؟

اوزیاس :- تمہاری کنیز نے کہا تھا۔ کہ تم میرے ساتھ چند باتیں کرنا چاہتی ہو۔

جودت :- لیکن مجھے جو کچھ کہنا ہے، وہ ان کے سامنے بھی کہنے کو تیار ہوں۔

اوزیاس :- تو پھر اپنے خادم کا قصور معاف کر دو۔

جودت :- نہیں نہیں معافی تو مجھے مانگنی چاہیئے۔

اوزیاس :- میں التجا کرتا ہوں کہ ـــــ

جودت :- (سادگی سے) شاید تم نے لوگوں کو اس لئے ہٹایا ہے کہ وہ اس شخص کی باتیں سننے کے قابل نہیں، جو ان پر حکومت کرتا ہے۔

اوزیاس :- آہ خاتون! تم نے اپنی خداداد عقل و فراست سے معلوم کر لیا۔ کہ ایک محصور شہر کا حاکم ہونا کیا معنی رکھتا ہے!

جودت :- آج کا دن بتھولیا کی تاریخ میں یادگار رہے گا۔

اوزیاس :- ہاں آج کا دن واقعی یادگار رہے گا اس لئے کہ آج مناسس کی بیوہ جودت اپنے مکان اور کنج عزلت سے باہر آئی ہے۔ اور اس نے اپنے حسین چہرے سے شہر کو منور کر دیا ہے۔

جودت :- (مسکرا کر) ہم الفاظ کی رنگینی میں پڑ گئے ہیں اور تباہی ہمارے سروں پر منڈلا رہی ہے۔ ہمارے دل غم سے سیاہ ہو گئے ہیں اور ہم انہیں رنگین الفاظ کے پردے میں چھپاتے ہیں۔ بتھولیا کے حاکم اوزیاس مجھے اپنے دل کا پوشیدہ راز بتا دو۔

اوزیاس :- مجھے جرأت نہیں پڑتی۔

جودت :- لیکن میں خوفزدہ نہیں ہوں۔

اوزیاس :- تم پہلے سے زیادہ حسین ہو:

جودت :- (بے تکلف لہجے میں) پھر کیا ہوا؟

اوزیاس :- بس میرے دل کا پوشیدہ راز یہی ہے۔ میرے دل اور اس کی گہرائیوں کو غور سے دیکھو، تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ اس میں جودت کے حسین چہرے کے سوا اور کچھ نہیں۔

جودت :- ایک پیاسا انسان خشک زبان سے ایسی باتیں نہیں کر سکتا؛

اوزیاس :- لیکن میں اوزیاس ہوں!

جودت :- (سنجیدگی سے) میں اوزیاس سے نہیں، بلکہ حاکم بتھولیا سے آئی ہوں خیمہ میں بیٹھ کر میں تمہاری ساری تقریر جو تم نے اہل بتھولیا کے سامنے کی سنتی رہی ہوں۔ اور خدا نے مجھے تمہارے پاس آنے اور گفتگو کرنے کا حکم دیا ہے۔ اسی لئے میں خلاف معمول اپنے مکان سے باہر نکل آئی ہوں۔

اوزیاس :- خدا بزرگ و برتر ہے! کیا میری تقریر جودت کو اچھی معلوم نہیں ہوئی؟

جودت :- نہیں!

اوزیاس :- میں نے لوگوں کی عقل کو مدنظر رکھ کر تقریر کی ہے کیا تم نے ابھی یہ نہیں کہا۔ کہ لوگوں کے لئے اپنے حاکم کے خیالات معلوم کرنے کا موقعہ نہیں؟ کیا تم اب بھی سنو گی؟ اب میں ایک دانا عورت سے گفتگو کروں گا۔ سنو! میں نے لوگوں کو ان کی طاقت کی بے سود تعریف کر کے پھسلایا۔ حالانکہ ان میں کوئی طاقت نہیں۔ میں نے انہیں خوف کی ایک پیشینگوئی سے ڈرایا حالانکہ خوف کی کوئی بات نہیں۔ کیونکہ ہولوفرنیس بابل کا باشندہ ہونے کی وجہ سے ایک قابل تعریف جنگجو انسان ہے اور اپنی عظمت کے باوجود دل میں درد رکھتا ہے۔ میں نے انہیں مدد کی عبث امید دلائی ہے۔ کیونکہ ایک لاکھ بیس ہزار پیادہ فوج اور بارہ ہزار سواروں کے ہوتے ہوئے خدا کے رحم پر بھروسہ کرنا محض وہم ہے!

جودت :- (ملامت سے) تو پھر تم نے لوگوں سے جھوٹ کیوں بولا اور انہیں دھوکا کیوں دیا؟ میں پھر التجا کرتی ہوں کہ مجھے اپنے دل کا راز بتا دو کیونکہ میرا اس سے واقف ہونا از حد ضروری ہے۔

اوزیاس :- میں نے ایک خواب کی مانند اپنے سامنے مستقبل کی وسعت دیکھی ہے۔ اگر اسرائیل کا خدا موجود ہے۔ اور اگر اس نے بتھولیا کو موت مارے سے بچا لیا۔ تو بیت المقدس میں یہ کہا جائے گا

ترک کر دیئے۔ اپنے بزرگوں کے دیوتاؤں کی پرستش نہ کی اور آسمانی خدا کی عبادت کرنے لگے۔ اس لئے وہ کالدانیہ کے دیوتاؤں کے معتوب ہو گئے فلسطین کو بھاگ آئے اور کنعان میں آباد ہو گئے۔ لیکن جب قحط نے کنعان کے سات خطے تباہ کر دیا تو وہ مصر چلے گئے۔ فرعون نے انہیں غلام بنا کر اور محنت و مشقت کا کام لیکر خوب ذلیل کیا۔ تب انہوں نے اپنے خدا سے التجا کی اور رو رو کر دعائیں مانگیں۔ اس نے ایک جرمیں دبا پھیلا کر مصر پر عذاب نازل کر دیا اور انکے لئے بحیرۂ قلزم کو خشک کر دیا۔ اور وہ لوگ صحیح سالم اس میں سے گزر گئے۔

آذازین :- یہ سچ ہے۔ بالکل سچ ہے۔

اسشیر :- اور پھر وہ کنعان کو واپس آ گئے اور وہاں کے باشندوں کو نکال دیا۔ وہاں وہ کافی عرصہ تک حکمران رہے اور جب تک وہ گناہ کے مرتکب نہ ہوئے ہمیشہ عروج پاتے رہے۔ کیونکہ انکا خدا جو بے انصافی سے نفرت کرتا ہے۔ انکے ساتھ تھا

آذازین :- یہ درست ہے

اسشیر :- لیکن وہ اپنے راستے سے بھٹک گئے اور جنگوں میں تباہ ہو کر اور قید ہو کر ایک ایسے ملک میں چلے گئے جو انکا نہ تھا اور ان کے خدا کا معبد خاک کا ڈھیر بنا دیا گیا۔

آذازین :- بت پرست۔ کتے! کیوں نہ ہم تیرے ٹکڑے اڑا دیں؟

جودت :- بھائیو! یہ سچ کہتا ہے

اوزیاس :- اسشیر سے، جلدی ختم کرو۔

اسشیر :- اور پھر میں نے ہولوفرنیس سے کہا۔ اب یہ لوگ پھر اپنے خدا کی طرف رجوع کرنے لگے ہیں۔ انہوں نے بیت المقدس پر قبضہ کر لیا ہے اور اب وہ پہاڑی علاقہ میں بڑے آرام سے زندگی بسر کرتے ہیں۔ اس لئے اے میرے آقا آؤ ان پر حملہ کریں۔ اگر ان میں غلطیاں اور گناہ ہوئے تو ہم ضرور ان پر غالب آ جائیں گے۔ اور اگر انکی قوم میں نیکی اور انصاف ہوا تو ہمیں پیچھے ہٹ جانا چاہئیے۔ مبادا ان کا خدا انکی حمایت کرے اور ہم دنیا کے سامنے ہدفِ ملامت بن جائیں۔

جودت :- تم نے خوب کہا!

اوزیاس :- ہاں خاتون خوب کہا۔ اسشیر سے، میں نے تم سے پوچھا تھا کہ تم یہاں کس طرح پہنچے؟

اسشیر :- میں نے بولنا بند کر دیا۔ تو تمام لوگ جو ہولوفرنیس کے گرد جمع تھے غصے سے اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ اور ہولوفرنیس کا چہرہ غصے سے لال پیلا ہو گیا۔ اور وہ آگ بگولا ہو کر بولا: تم کون ہو جو بنی اسرائیل سے جنگ نہ کرنے کی پیشین گوئی کرتے ہو؟ اور نبوت کرتے ہو اور کون خدا ہے؟ دیکھ تو میرے ہاتھ سے بنی اسرائیل کو تباہ کرے گا اور ان کا خدا انہیں ہرگز نجات نہ دلا سکے گا۔ انکے باغ ان کے خون سے سیراب ہونگے۔ اور ان کے کھیت انکی نعشوں سے بھر جائیں گے۔ شہری خوفزدہ ہو جاتے ہیں اور اسے نیز تمہیں تھوڑی دیر تک سپاہیوں کے حوالے کر دیا جائے گا۔ اسکے بعد اس نے اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ مجھے بتھولیا کی پہاڑی کے نیچے پھینک دیں۔ یہ ہے میرے یہاں پہنچنے کی رام کہانی!

اوزیاس :- خوف کے بعد، یہ ہماری بربادی کا منصوبہ ہے:

جودت :- کیسے؟

اوزیاس :- یہ شخص صاف جھوٹ بول رہا ہے اور ایک پُرفریب داستان بنا کر ہماری طاقت معلوم کرنے آیا ہے۔ یہ ابھی بھاگ کر اسیریوں میں پہنچنے کا موقعہ تلاش کرے گا۔

آوازیں :- جاسوس مخبر۔ اسے سنگسار کر دو! اسکے ٹکڑے ٹکڑے کر دو!

اسشیر :- اوزیاس سے، میں نے اپنے آقا ہولوفرنیس کے سامنے سچ بولا تھا۔ اور آپ کے سامنے بھی سچ بولا ہے۔ میری زبان آج تک جھوٹ سے ملوث نہیں ہوئی اگر میری سزا موت ہے تو یونہی سہی:

جودت :- یہ ایک خوبرو نوجوان ہے۔ اور اس نے خوف کے بغیر سچ بولا ہے۔

اوزیاس :- خاتون بیشک یہ نوجوان خوبصورت اور نڈر ہے لیکن تم نے یہ کیسے معلوم کیا کہ وہ سچ بول رہا ہے؟

جودت :- اسکی آنکھوں سے:

اوزیاس :- یہ کافی نہیں کیا میں لوگوں کو یہ کہنے کا موقعہ دوں کہ اوزیاس دھوکے میں آ گیا اور کیا میں اپنی شہرت کو بٹہ لگاؤں محض ایک نوجوان کی نگاہ کی وجہ سے جب وہ ایک عورت کی طرف دیکھتا ہے! اور خاصکر تمہاری طرف! اور اگر وہ جھوٹ نہیں بولتا تو وہ بے وقوف ہے اور اسکی حماقت کا کوئی ٹھکانا نہیں

اشیر :- میں نے ہولوفرنیس کے سامنے بھی سچ بولا تھا۔

اوزیاس :- تم نے سچ بول کر اپنے حاکم کو مشورہ دینا چاہا! تم کون ہو جو دنیا کے عظیم ترین سپہ سالار کو مشورہ دو؟

اشیر :- میں نے اپنے قوم اور وطن کی خدمت سے وہی کہا جس کے لئے مجھے حکم دیا گیا تھا۔

اوزیاس :- اور تمہیں حکم کس نے دیا تھا؟

جودت :- اگر اسرائیل کا خدا موجود ہے اور اس نے ہمیں بھلا دیا نہیں تو کیا یہ نوجوان ہمیں آرام پہنچانے اور ہولوفرنیس کی لات زنی کے خطرہ سے آگاہ کرنے کے لئے اس بزرگ و برتر کا ایک پیغامبر نہیں ہو سکتا؟

اوزیاس :- خدا کے لئے تو سب کچھ ممکن ہے۔ تاہم شاید اس کی اس میں کوئی پوشیدہ مقصد اور ہو۔ (سپاہیوں سے) جب تک خدا اپنے خادم اوزیاس کو کوئی نئی تدبیر نہ بتائے اشیر کے پاؤں میں بیڑیاں پہنا کر قید خانہ میں ڈال دو اور اس پر پہرہ لگا دو۔ جاسوس بے حد خطرناک ہوتا ہے:

چارمس :- (آگے بڑھکر) بہت خوب اوزیاس!

(سپاہی اشیر کو بیڑیاں پہناتے ہیں)

جودت :- ملائمت سے، اوزیاس بیڑیاں پہنا کر اسے شرمسار نہ کرو

اوزیاس (توقف کے بعد سپاہیوں سے) اسے چھوڑ دو۔!

(سپاہی چھوڑ دیتے ہیں) اسے لے جاؤ! جلدی چلے جاؤ! سب چلے جاؤ: یہاں کوئی نہ رہے:

(اوزیاس اور جودت کے سوا باقی سب چلے جاتے ہیں اشیر گزرتے وقت جودت کا لباس چومتا ہے)

جودت :- (اشیر سے) راستی کو انسان!

(جودت کے اشارے پر بھگیت مکان کے اندر چلی جاتی ہے)

اوزیاس :- تمہارا دھیان اس نوجوان کے باعث میری طرف سے ہٹ گیا ہے۔ تم شہر کے حاکم سے ملنے آئی تھیں اور ایک حاکم اسکے سوا اور کچھ نہیں کر سکتا۔ جو میں نے کیا۔

جودت :- اوزیاس تم نے اپنا دلی راز مجھ سے کہدیا ہے!

اوزیاس :- ہاں

جودت :- اس نوجوان کے آنے سے پہلے تم نے مجھ سے مشورہ طلب کیا تھا۔

اوزیاس :- ہاں:

جودت :- تو اب سنو! وہ بات جو تم نے لوگوں سے کی درست نہیں

اوزیاس :- کونسی بات؟

جودت :- یہ کہ اگر خدا پانچ دن کے اندر مدد کرنے کو تیار نہ ہوا تو تم شہر دشمنوں کے حوالے کر دوگے؟ تم کون ہو! جو انسانوں میں خدا کا قائم مقام بننے کی جرأت کرو؟

اوزیاس :- خدا کا قائم مقام؟

جودت :- تم خدا کو ترغیب دینے والے کون ہوتے ہو؟ جب تم انسانوں کے دل کی گہرائیوں کا پتہ نہیں لگا سکتے۔ تو خدا اور اس کی منشا کو کیونکر معلوم کر سکتے ہو! بھائی خدا کے قہر و غضب کو اپنی فضول باتوں سے حرکت میں نہ لاؤ۔ اگر خدا پانچ دن کے اندر ہماری مدد نہ کرے تو اس میں اتنی طاقت ہے کہ جب وہ چاہے ہماری حمایت کرے۔ خدا کو کسی کام کے کرنے پر مجبور نہ کرو۔ وہ انسان نہیں۔ جسے تم ڈرا دھمکا سکو۔ نہ وہ انسان کا بچہ ہے۔ کہ خوفزدہ ہو جائے۔ ہمیں ہر وقت اس کی درگاہ سے مدد کی امید رکھنی چاہیئے۔ وہ ہماری آواز ضرور سنے گا۔ علاوہ ازیں یہ شہر یہودیہ کا دروازہ ہے۔ اگر اس نے ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ تو یہودیہ کی عزت برقرار رہے گی۔ لیکن اگر یہ فتح ہو گیا۔ تو سارا ملک ویران ہو جائے گا۔

اوزیاس :- جو کچھ تم نے کہا حرف بحرف درست ہے کوئی شخص

تمہاری باتوں کو جھٹلا نہیں سکتا۔ ہم شروع سے تمہاری عقل و دانش کے قائل ہیں۔ (زور سے) لیکن کیا کریں ہم پیاسے ہیں۔

جودت:۔ اگر ہم پیاسے ہیں تو ہمیں خدا کا شکر بجا لانا چاہیئے جو ہمیں تکلیف میں ڈال کر آزماتا ہے۔

اوزیاس:۔ لوگوں نے اپنی بے تابی میں مجھے قسم کھانے پر مجبور کیا ہے۔ جو میں ہرگز نہ توڑوں گا۔

جودت:۔ (لوگوں سے) تم نے تو انکی کسی قسم کی خبرگیری نہیں کی، تمہاری آنکھوں میں انکی کچھ وقعت نہیں۔ تم نے اس سے محض مذاق کیا ہے

اوزیاس:۔ یہ سچ ہے لیکن جب وہ پیاس سے دیوانے اور مایوس ہو جائیں گے۔ اسوقت انکی خبرگیری کون کرے گا۔ اس دن وہ اس شراب پر بھی حملہ کر دیں گے۔ جو خدا کی عبادت کرنے والے پجاریوں کے لئے کشید کی جاتی ہے۔ اس مقصد کے لئے میں نے ایک قاصد پہلے ہی اسقف اعظم یوئیم کی خدمت میں بیت المقدس روانہ کر دیا ہے تاکہ وہ اس شراب کو عام شہریوں کی پیاس بجھانے کے لئے جائز قرار دینے کا حکم صادر کر دے۔

جودت:۔ (صدمے سے) نہیں ایسا ہرگز نہ ہونا چاہیئے۔

اوزیاس:۔ میں کہتا ہوں ایسا ضرور ہونا چاہیئے۔

جودت:۔ نہیں ہرگز نہ ہونا چاہیئے۔

اوزیاس:۔ تو پھر تم خدا سے برکت کی درگاہ میں دعا کرو کہ وہ بارش کے پانی سے ہمارے برتنوں کو بھر دے۔ تاکہ ہم بہوش نہ ہوں دعا کرو کیونکہ تم ایک پاکباز عورت ہو۔ اور اسرائیل کا خدا تمہاری دعا ضرور سنے گا۔

جودت:۔ (متاثر ہو کر) اوزیاس سنو اور غور سے سنو۔ آج رات میں ایک ایسا کام کروں گی۔ جو بنی اسرائیل کی آئندہ نسلوں تک یاد رہے گا۔ آج رات تم شہر کے دروازے پر کھڑے رہنا۔ میں اپنی کنیز کے ساتھ شہر سے باہر جاؤں گی اور پانچ دن کے اندر جن کے بعد تم نے شہر کو دشمنوں کے حوالے کر دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ اللہ تعالےٰ میرے ذریعہ بنی اسرائیل کو نجات دے گا۔

اوزیاس:۔ تم کیا کرنے جاؤ گی؟

جودت:۔ اس کے متعلق کچھ نہ پوچھو۔ کیونکہ جب تک وہ کام جو میں کرنے والی ہوں، انجام تک نہ پہنچ جائے۔ میں اپنا مقصد ظاہر نہ کروں گی لیکن میں یہ کہے دیتی ہوں کہ خدا متوجہ ہو گیا ہے۔ اور اس نے شیر کو ایک نشانہ بنا کر بھیجا ہے۔

اوزیاس:۔ تم ہولوفرنیس کے پاس جاؤ گی؟

جودت:۔ ہاں ہولوفرنیس کے پاس!

اوزیاس:۔ نہ جاؤ

جودت:۔ کیوں نہ جاؤں؟

اوزیاس:۔ تم بت پرستوں میں جا کر خطرات میں مبتلا ہو جاؤ گی ہولوفرنیس تمہیں تکلیف دے گا اور میں برداشت نہیں کر سکتا!

جودت:۔ (مذاکر) کیا تم نے یہ نہیں کہا تھا کہ ہولوفرنیس ایک جنگجو بہادر ہے۔ اور اپنی عظمت کے باوجود دل میں درد رکھتا ہے۔

اوزیاس:۔ میں یہ برداشت نہیں کر سکتا کیونکہ اگر تمہیں کسی قسم کا گزند پہنچا۔ تو میں زندہ نہ رہوں گا۔

جودت:۔ خدا اپنی بندی کو کوئی گزند نہ پہنچائے گا مجھے اپنی بالکل پروا نہیں۔ میں صرف بنی اسرائیل کی بہبودی چاہتی ہوں۔

اوزیاس:۔ (دردناک) جودت میں التجا کرتا ہوں کہ نہ جاؤ تم میری دلکی راحت ہو تمہارے بغیر دنیا میرے لئے کچھ معنی نہیں رکھتی۔

جودت:۔ (ملامت سے) میں جانتی ہوں کہ تمہارا خیال ہے کہ میں نے اب تک تمہارے دل کی گہرائیاں معلوم نہیں کیں! کیا تمہارا خیال ہے کہ میں اپنے خیمہ میں اندھی بیٹھی رہی ہوں؟ میں جانتی تھی تمہارے متعلق ہمیشہ اچھی رہی ہے۔ لیکن آج تم نے اپنا خود ظاہر کر دیا ہے۔ تمہیں خدا سے ملنے کی خواہش نہیں تمہیں دنیا اور عیش و عشرت کی خواہش ہے۔ تم تمام

اسرائیلیوں کو اپنی شہرت کا آلۂ کار بنانا چاہتے ہو۔ اور مجھے اس کا از حد افسوس ہے۔

اوزیاس: اے حسین جودت۔ مجھے معاف کر دو!

جودت: میں اپنے بھائی کو معاف کرنے والی کون ہوں؟ خدا تم پر رحم کرے!

(مکان کی طرف جاتی ہے)

اوزیاس: ٹھہرو!

جودت: میں اس کام کی تیاری کیلئے جا رہی ہوں جو مجھے کرنا ہے۔

(مکان میں چلی جاتی ہے)

(ایک سپاہی داخل ہوتا ہے)

اوزیاس: سپاہی۔

سپاہی: (قریب آ کر سلام کرکے) حضور۔

اوزیاس: پہرہ کے افسر کو میرے پاس بھیجو۔

سپاہی: آقا وہ تو بیمار پڑا ہے۔

(بیگت مکان کے دروازے پر کھڑی ہوتی ہے)

اوزیاس: اسے بھی پیاس نے نڈھال کر دیا ہے؟

سپاہی: وہ بستر پر پڑا تڑپ رہا ہے اور اس کی زبان ایک کتے کی زبان کی مانند کھردری ہو گئی ہے۔

اوزیاس: تو ہم آج رات پہرہ کی کمان کون کرے گا۔

سپاہی: میں عالیجاہ!

اوزیاس: لوگ کیا کہتے ہیں؟

سپاہی: وہ پیاس کی شدت سے بیہوش ہو ہو کر گر رہے ہیں

(بیگت ایک صراحی اٹھائے مکان سے باہر نکلتی ہے)

اوزیاس: کیا خفیہ راستہ بند ہے؟

سپاہی: بند ہے عالیجاہ۔

اوزیاس: اسے کھول دو۔ اچھا ٹھیرو۔ میں خود جاتا ہوں

سپاہی: جیسے حضور کی مرضی۔

اوزیاس: کیا پہرہ داروں کے پاس پینے کو کچھ نہیں؟

سپاہی: میرے آقا آپ کو اچھی طرح معلوم ہے کہ ہر تو میں پانی کا ایک قطرہ نہیں۔

(اوزیاس اسے پرے دھکیل دیتا ہے)

اوزیاس: (بیگت سے) لونڈیا کیا خاتون جودت نے کوئی خواب دیکھا ہے؟

بیگت: میری بیگم نے کوئی خواب نہیں دیکھا

اوزیاس: مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ———

(رک جاتا ہے)

بیگت: خواب بے وقوفوں کو آتے ہیں۔

(مکان میں چلی جاتی ہے۔ اوزیاس بائیں جانب جاتا ہے سپاہی آگے بڑھتا ہے۔ شام ہو گئی ہے بیگت کان سے اور سامان لیکر نکلتی ہے)

بیگت: ہاں تمہارے پاس پانی نہیں

سپاہی: نہیں ہمارے پاس ابھی تھوڑا سا ہے۔

بیگت: تو تم نے حاکم کے سامنے جھوٹ بولا تھا؟

سپاہی: حاکم کے سامنے؟ وہ جانتا ہے۔ کیا تمہارے خیال میں اسے یہ امید ہے کہ ہم پانی کے بغیر زندہ رہ سکتے ہیں؟ وہ یہ تمام باتیں اچھی طرح جانتا ہے لیکن وہ ایک عظیم الشان حاکم ہے۔ وہ جان بوجھ کر جھوٹی باتیں معلوم کرنا چاہتا ہے۔ اور جو کچھ وہ پوچھتا ہے۔ اسے بتا دیا جاتا ہے۔

بیگت: لیکن وہ افسر تو پیاس سے تڑپ رہا ہے؟

سپاہی: افسر کا کام یہی ہے کہ کسی کو دھوکا نہ دے، اور تکلیف اٹھائے

بیگت: اور باشندے؟

سپاہی: باشندے باشندے ہیں اور سپاہی سپاہی۔ ہمیں پانی ضرور ملنا چاہیئے۔ نہیں تو ہم شہر کی حفاظت نہیں کر سکتے۔ (جمائی لیتا ہے) آہ! میں مزے سے لیٹ کر سات گھنٹے خراٹے لے سکتا ہوں لیکن مجھے تو تمام رات پہرہ دینے کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔

بیگت: (صراحی) اسے گلے سے لگا کر، میرے پیارے بہادر! کیا میں تمہیں کسی قسم کا آرام پہنچا سکتی ہوں؟

سپاہی:۔ بیگت! یہ کیا؟

بیگت:۔ میں اس کام کی مشق کر رہی ہوں جو مجھے اور میری خاتون کو سرانجام دینا ہے۔

سپاہی:۔ تمہارا کیا مطلب ہے؟

بیگت:۔ خاموش، اگر تم نے کوئی عقدہ سنا بھی ہے تو اسے اپنے دل کے صندوقچہ میں بند کرو۔ یہ باہر نہ نکلنا چاہیے۔

سپاہی:۔ او خدا! میرے دل سے بیہودہ ارمان نکال دے!

بیگت:۔ اور کیا تم آج رات جاگتے رہو گے؟ میں بھی جاگتی رہونگی

سپاہی:۔ کیا کہا؟

بیگت:۔ میں اپنی خاتون کے ساتھ ایک سفر پر جا رہی ہوں

سپاہی:۔ کونسا سفر؟ جب تک تم اسیروں کے عساکر میں سے ہوکر نہ جاؤ، تم کسی طرف نہیں جا سکتیں۔

بیگت:۔ بہرکیف ہم سفر کر رہی ہیں۔

سپاہی:۔ یہ دیوانگی ہے۔

بیگت:۔ ہوگی

سپاہی:۔ کب جاؤ گی؟

بیگت:۔ میری خاتون لباس پہن رہی ہے۔

سپاہی:۔ کیا تم نے اسے لباس نہیں پہنانا؟

بیگت:۔ نہیں۔

سپاہی:۔ یہ تمہارا سامان ہے؟

بیگت:۔ ہاں تیل کی بوتل۔ بھنے ہوئے چاولوں کا تھیلہ، روٹی تھوڑے سے انجیر اور شراب کی ایک بوتل۔ آخری بوتل۔

سپاہی:۔ آہ! تمہیں یہ بوجھ اٹھانے کے لئے ایک گدھے کی ضرورت ہے۔

بیگت:۔ میں موجود ہوں:

(جودت ایک شاندار لباس پہنے آتی ہے۔ سپاہی چلا جاتا ہے)

جودت:۔ سب سامان تیار ہے؟

بیگت:۔ ہاں تیار ہے!

(اوزیاس بائیں جانب سے داخل ہوتا ہے)

اوزیاس: (جودت کے حسن سے بیخود ہوکر) اے حسن کی دیوی!! کون شخص ہے جو تمہارا مقابلہ کرے، اور کون ہے جو تمہارے حکم سے انکار کرے؟؟

جودت:۔ (مسکرا کر) میں جانے کے لئے تیار ہوں۔

اوزیاس:۔ خفیہ راستہ کھلا ہے۔ میں تمہیں وہاں تک لیجاؤنگا

جودت:۔ خفیہ راستہ؟ میں کسی خفیہ راستہ سے نہیں جاؤنگی

اوزیاس:۔ لیکن میری بات تو سن لو۔ اگر کسی تیرانداز نے ——

جودت:۔ میں نے تم کو کیا کہا تھا اوزیاس؟ یہی نہ کہ آج رات تم شہر کے دروازے میں کھڑے رہنا۔ میں باہر جاؤنگی۔ اب میری خواہش ہے کہ تم دروازے کے محافظوں کو دروازہ کھولنے کا حکم دو۔ تاکہ میں اور میری کنیز تمام لوگوں کے سامنے باہر نکلیں۔

(بیگت کا سامان اٹھائے جاتی ہے)

اوزیاس: (سپاہیوں سے) ارے دروازہ کھولدو۔ تاکہ خاتون جودت گزر جائے۔

سپاہی:۔ (بہ آواز بلند) (دوسروں کو للکار کر) دروازہ والو!

(دروازے کے محافظ زنجیریں کھولتے ہیں۔ شہری چیختے چلاتے ہیں: اب ہمارا کیا حال ہوگا خاتون جودت رات کے وقت شہر سے باہر جا رہی ہے! یہ کیسا بات ہے؟)

اوزیاس:۔ (ہجوم سے) دور ہو جاؤ کتو!

جودت:۔ نہیں نہیں، رہنے دو اوزیاس، میں اپنے کام کو چھپانا نہیں چاہتی۔

اوزیاس:۔ (ہجوم سے) دروازہ تک راستہ بنا دو۔

جودت:۔ اس سے پہلے کہ میں شہر سے باہر نکلوں میں ذرا اس وادی کو دیکھنا چاہتی ہوں جہاں میں جانیوالی ہوں۔

(چبوترے پر چڑھتی ہے)

آوازیں:۔ پانی! پانی!! آہ ہم پانی کے بغیر مر جائیں گے!

جودت:۔ بھائیو آہ و زاری مت کرو۔ یاد کرو، یاد کرو کہ خدا نے ابراہیم کے ساتھ کیا کیا۔ اور اس نے اسحٰق کو کس طرح آزمایا

ہیگت:۔ (مسکرا کر، طاقتور لہجہ میں) میں تم سے کوئی بات نہیں چھپاتی۔ میں واقعی ابھی ابھی بستر سے اٹھی ہوں پرسوں رات میں چھپ کر شہر سے باہر نکل کر دوپہر کو وادی میں پہنچی، اور آرام سے ایک غار میں لیٹ گئی۔ جس میں تین چشمے تھے میں پانی پی کر سو گئی۔ اور آج صبح طلوع آفتاب کے وقت جاگی ہوں۔

انگر:۔ تمہارا نام کیا ہے؟

ہیگت:۔ ہیگت:

انگر:۔ تمہارا نام بھی تمہارے کام کی طرح عجیب ہے: یقیناً تم ایک عبرانی عورت ہو۔ جو دیوانوں کی نسل سے ہے۔

ہیگت:۔ میرے پاس چند انجیر ہیں۔ جو ایک جلیل القدر دستار کے کھانے کے لائق ہیں۔

(تھیلا کھول کر چند انجیر نکال کر اسے دیتی ہے)

انگر:۔ (کھاتے ہوئے) ادھر! تمہارے پاس۔ (وہ لیتا ہے ہیگت یہاں تمہارے جسم کو چھوتا ہوں، چھوتا ہے) ہاں تم جنی ہو۔ اور بلاشبہ دیوانی ہو لیکن حسین ہو نازک ہو۔ میں ہمیشہ اجنبی عورتوں کے پیچھے مارا مارا پھرتا رہتا ہوں۔ اور آج خود بخود ایک میرے منہ میں آ گئی ہے۔ (ہیگت دل نوازی کے ساتھ ہنستی ہے) ڈرو نہیں میں تو یونہی کہہ رہا ہوں۔ بے سبب تذکرہ۔ در حقیقت تم میرے منہ میں نہیں ہو۔ ہاں تو تم اپنی پیاس بجھانے آئی؟

ہیگت:۔ ہاں میرے دہاڑتے ہوئے شیر:

انگر:۔ سنو: تم نے اپنی زندگی تو پانی پی کر بچا لی لیکن تم خطرہ میں ہو

ہیگت:۔ خطرہ میں ہوں؟

انگر:۔ ہاں۔ ایک عورت جو شیروں کے لشکر میں آ جاتی ہے۔ بے عزت کی جاتی ہے۔ اس کی مثال وحشی شیروں کے غار میں ایک بکری کی سی ہے: اسے مطمئن کرنے کیلئے کہتا نہیں: میں تمہاری حفاظت کروں گا۔ لیکن میں تمہیں خطرے سے آگاہ کئے دیتا ہوں۔ کہ تمہاری سمت بے عزتی ہوگی میں ایماندار آدمی ہوں۔ (اسے گلے لگاتا ہے)

ہیگت:۔ (بناوٹ سے گلے لگا کر) تم تو مجھے کوئی تکلیف نہ دو گے؟

انگر:۔ نہیں۔ لیکن تمہیں میرے ساتھ چلنا چاہیئے (ہیگت شرمندہ ہو کر اسے مارتی ہے) تمہیں مکے مارنے کی عادت ہے۔

ہیگت:۔ مجھے میری خاتون نے حکم دیا تھا۔ کہ جب میں کسی شریف سپاہی سے ملوں تو ایسا کروں۔ یہ سچ ہے کہ مجھے اسکی عادت نہیں۔ تاہم میں جو چاہوں کر سکتی ہوں۔

انگر:۔ خاتون: تمہاری خاتون!! اچھا تو تم وہ ہو؟ تمہاری خاتون کہاں ہے؟ ابھی بتاؤ: کیا وہ تم سے زیادہ حسین ہے؟

ہیگت:۔ سات گنا زیادہ!

انگر:۔ اسے لے آؤ۔

ہیگت:۔ وہ غار کے ایک چشمہ میں نہا رہی ہے۔ اس نے مجھے اپنی آمد کی خبر کرنے کے لئے پہلے بھیج دیا ہے۔

انگر:۔ (جنرل باگوس کو اپنی طرف آتا دیکھ کر اپنا رویہ بدلتا ہے) ٹھہرو! باگوس آ رہا ہے۔ اور شاید اس نے تمہیں دیکھ بھی لیا ہے۔ اسکی آنکھیں بہت تیز ہیں۔ دور کھڑی رہو (ہیگت ذرا ہٹتی ہے) لیکن یاد رکھو جب میں کہوں تو زمین پر اوندھے منہ لیٹ جانا۔

ہیگت:۔ کیا یہ کوئی سردار ہے؟

انگر:۔ یہ ہولوفرنیس کا سب سے بڑا خواجہ سرا ہے۔ اور شہزادہ کے سوا اور کوئی اس سے عالی مرتبہ نہیں، حرم کی تمام عورتیں اس کے ماتحت ہیں۔

ہیگت:۔ شہزادہ ہولوفرنیس کے حرم کی عورتیں؟

انگر:۔ ہاں! بیویاں: لونڈیاں!! بے شمار دوشیزہ لڑکیاں: کیا تم اپنے غیر ذمہ داری کے سبب یہ خیال کرتی ہو۔ کہ شہزادہ وحشی انسان ہے جنکو عالیجاہ باگوس تشریف لا رہے ہیں۔ اگر جان بچانا چاہتی ہو تو زمین سے بغلگیر ہو جاؤ:

(ہیگت ایسا کرتی ہے)

(باگوس بائیں طرف سے خادموں کے ہمراہ داخل ہوتا ہے انگر عزت و احترام سے سلام کرتا ہے)

باگوس :۔ تم کون ہو؟

انگر :۔ انگر عالیجاہ جس کے ماتحت ۲۰ پیادے ہیں۔

باگوس :۔ (دور ہو جاؤ یہاں سے) آج صبح شہزادے صاحب نے سارے لشکر میں پھرنے کا ارادہ ظاہر کیا ہے اس لئے یہ اب موقع نہیں کہ سردار سے کہ، تیرا کوئی شخص اسے دیکھے۔

انگر :۔ (بیگت کی طرف اشارہ کر کے) عالیجاہ! یہ ایک عبرانی عورت ہے جو تھولیا سے پانی کی تلاش میں بھاگ آئی ہے میں نے عیاری سے اسے گرفتار کر لیا ہے۔

باگوس :۔ ایک عبرانی عورت۔ بیگت تو مرے پاؤں تک تار کرنا پاک عورت اٹھ تاکہ میں تیری صورت دیکھ سکوں۔

(بیگت اٹھتی ہے)

انگر :۔ اور ایک اور آ رہی ہے اس کی بیگم جو اس سے سات گنا زیادہ حسین ہے۔

باگوس :۔ ہاں اسکی بیگم اس کی آنکھوں کی چمک سے سات گنا زیادہ حسین ہوگی۔ بیگت سے تمہاری بیگم کون ہے؟

بیگت :۔ جودت

باگوس :۔ یہ نام تو صرف بلی کے لئے ہی موزوں ہو سکتا ہے۔ وہ یہاں کیوں آئی ہے اور کس لئے آئی ہے؟ اس کا پوشیدہ اور مکروہ مقصد کیا ہے؟ اس میں ضرور کوئی بھید ہے!

بیگت :۔ میں اپنی بیگم کا مقصد جانتی ہوں۔

باگوس :۔ جلدی بتاؤ نہیں تو میں تمہیں پھانسی دیدونگا۔

بیگت :۔ میں تو صرف اسی قدر جانتی ہوں کہ ہولوفرنیس —

باگوس :۔ (غصہ سے ٹوک کر) تم عالیجاہ کا نام لیتی ہو! عالیجاہ کردوں پناہ شہزادہ ہولوفرنیس کہو۔

بیگت :۔ عالیجاہ شہزادہ ہولوفرنیس۔ اگر انکی خواہش ہو تو میری بیگم انکی خدمت میں چند باتیں عرض کرنا چاہتی ہے۔

باگوس :۔ (ہنسکر) شہزادہ سے باتیں کرنا چاہتی ہے! شہزادے سے عرض کرنا چاہتی ہے؟

آہا ہا! (سب ہنستے ہیں) وہ کس رتبہ کی عورت ہے؟

بیگت :۔ خاتون جودت بیوہ ہے۔

باگوس :۔ (اور زیادہ ہنسکر) آہا ہا! بیوہ! اور یہ عبرانی بڑھیا شہزادہ ہولوفرنیس سے گفتگو کرے گی

(سب ہنستے ہیں اور طعنے دیتے ہیں۔ جودت بائیں طرف سے داخل ہوتی ہے)

(بیگت تیزی سے اس کی طرف جاتی ہے۔ سب ٹکٹکی باندھ کر اسکی طرف دیکھتے ہیں)

بیگت :۔ (جودت کو ایک طرف لے جاکر) حرم میں بہت سی خوبصورت عورتیں ہیں اور یہ سب سے بڑا خواجہ سرا ہے۔

باگوس :۔ (ایک خادم سے) اگر تھولیا کی عورتیں ایسی ہی ہیں تو فتح کے وقت میرے ذمہ ایک حوصلہ شکن کام ہوگا۔

خادم :۔ بالکل بجا ہے عالیجاہ!

(جودت بیگت کو ایک طرف کھڑا رہنے کا اشارہ کر کے باگوس کے سامنے جھکتی ہے)

باگوس :۔ (ذرا توقف کے بعد) تم بہت حسین ہو

جودت :۔ یہودیہ کی عورتیں از حد حسین ہوتی ہیں یہودیہ کا کوئی مرد مجھ جیسی بیوہ کیطرف آنکھ اٹھاکر بھی نہیں دیکھتا۔

(انگر جوش سے بائیں طرف چلا جاتا ہے)

باگوس :۔ میں نے سن لیا ہے کہ تم تھولیا سے پانی کی تلاش میں یہاں آئی ہو۔ (ملائمت سے) کیا کچھ اور کہنا چاہتی ہو؟

جودت :۔ تھولیا سے بھاگنے میں میری ایک خواہش یہ بھی تھی کہ فاتح اعظم شہزادہ ہولوفرنیس سے تخلیہ میں ملاقات کروں

باگوس :۔ (تو پھر ہم خوب ملے) میں شہزادہ کا خواجہ سرا باگوس ہوں۔ (ایک خادم سے) دوڑو اور کپڑوں کا صندوق لاؤ۔

(خادم بائیں طرف چلا جاتا ہے)

جودت :۔ (ایکدفعہ پھر سلام کر کے) میں پھر التجا کرتی ہوں کہ مجھے شہزادہ ہولوفرنیس کی خدمت میں پیش کردو۔

باگوس :۔ ضرور ضرور! یہ میری دلی خواہش ہے۔ کہ آپ کو اطمینان حاصل ہو (ایک خادم سے آہستہ سے) یہ خشک

مجھلی اپنے ملعون حسن کے باعث بڑی طاقت حاصل کرے گی۔ اور اگر آج میں اس کے ساتھ نرمی سے پیش نہ آؤں تو یہ میری بڑی بے عزتی کریگی۔

خادم :۔ بجا ہے عالیجاہ!

جودت :۔ میں آپ کا شکریہ ادا کرتی ہوں۔

باگوس :۔ لیکن پہلے یہ ضروری ہے کہ تم مجھ سے اپنا مقصد بیان کردو۔ کیونکہ کوئی عورت شہزادہ سے ہم سخن نہیں ہوسکتی جب تک وہ پہلے مجھے اپنا مقصد نہ بتائے۔

جودت :۔ یہ نہیں ہوسکتا

باگوس :۔ میرے کان میں کہدو۔

جودت :۔ یہ نہیں ہوسکتا

باگوس :۔ تمہارا مطلب کیا ہے کیا تم مجھے اپنا مقصد نہ بتاؤگی؟

جودت :۔ میں اپنا مقصد صرف شہزادہ ہولوفرنیس کو بتاؤنگی

باگوس :۔ (آپے سے باہر ہوکر) کیا کہا؟ احمق۔ کتیا۔ بیوقوف۔ بدکار۔ فاحشہ! بے شرم لونڈی۔ کیا تم شہزادہ کے عالی مرتبہ خواجہ سرا کا حکم نہ مانوگی؟ میں تمہیں اپنے غلام کی لونڈی بناؤں گا۔ اور برتن صاف کرنے والوں کا کھلونا! (رک جاتا ہے۔ جودت مسکراتی ہے۔ باگوس کے قدموں میں بیٹھ جاتی ہے) میں تمہیں اپنے خنجر باوں کے حوالے کروں گا۔ اسوقت تمہیں معلوم ہوجائے گا۔ کہ باگوس کون ہے اور کس طاقت کا مالک ہے۔ (رک جاتا ہے جودت ابھی تک مسکرا رہی ہے) باورچی خانہ کے ذلیل باورچی بھی تم سے نفرت کریں گے میں ۔ میں ۔۔۔

جودت :۔ (مسکراتے ہوئے) حضور! عالیجاہ! میں آپ کی لونڈی ہوں لیکن یہ خدا کا حکم ہے۔ کہ میں صرف شہزادہ سے اپنا مقصد کہوں۔

باگوس :۔ (غصہ پر قابو پاکر مسکراتے ہوئے) اچھا اگر یہ خدا کا حکم ہے تو ایسا ہی ہوگا۔ میرے سخت سست الفاظ کو دل سے بھلا دو۔ ان میں کوئی برا ارادہ نہ تھا۔ میں صرف تمہیں آزمارہا تھا۔ اور یہ میرا فرض ہے (ایک خادم سے) اسکی دلکش نگاہ میرا استقلال کھو رہی ہے۔

خادم :۔ بجا ہے عالیجاہ!

باگوس :۔ (جودت سے) خاتون میرے پیچھے پیچھے آجاؤ (خادم کو) تمہارے خیال میں شہزادہ اسی راستہ سے آئے گا؟

(اشارہ کرتا ہے)

خادم :۔ ہاں عالیجاہ!

باگوس :۔ یا اس راستہ سے؟

خادم :۔ حضور!

باگوس :۔ اگر شہزادہ نے ہمولیا فتح کرنے سے پہلے اسے دیکھ لیا، تو شہر فتح نہیں ہوسکے گا، اور ہم اس کے قیدی ہونگے!

خادم :۔ بجا ہے حضور!

باگوس :۔ میں اسے غار میں لے جاؤں گا۔ شہزادہ اس راستہ سے نہیں آئے گا۔ (جودت سے) میرے پیچھے چلی آؤ۔

(باگوس واپس چلا جاتا ہے۔ جودت ہیکلت کے قبیلہ تک جاتی ہے۔ بائیں طرف سے ہولوفرنیس کے چوبدار داخل ہوتے ہیں۔ پھر ہولوفرنیس داخل ہوتا ہے)

باگوس :۔ ہولوفرنیس۔ (خادموں سے) اسے چھپادو بدمعاشو! نہیں تو اسیر یا برباد ہوجائے گا!

(خادم جودت اور ہولوفرنیس کے درمیان قطار باندھکر کھڑے ہوجاتے ہیں)

(باگوس بڑے احترام سے ہولوفرنیس کا استقبال کرتا ہے)

ہولوفرنیس وہ عورت کہاں ہے؟

باگوس :۔ عورت شہزادہ صاحب؟ کون عورت؟

ہولوفرنیس :۔ (بے صبری سے) میں کہتا ہوں وہ عبرانی عورت! ایک گمنام شخص لشکر کے تمام خیموں میں پھرا ہے۔ اس عورت کی شہرت ایک وبا کی مانند سارے لشکر میں پھیل گئی ہے تمہیں خدائے داغون کی قسم مجھے بتادو کہ وہ عورت کہاں ہے۔ کیونکہ مجھ سے کہا گیا ہے کہ اس کے حسن کے سامنے

مشرق کی تمام عورتوں کا حسن کوئی حقیقت نہیں رکھتا اور انسانی آنکھ اس کے چہرے کو دیکھنے کی تاب نہیں لا سکتی۔

باگوس :۔ آقا! یہ جودت ہے جس کے متعلق آپ پوچھ رہے ہیں میں اسے پکڑ کر آپ کی خدمت میں لا رہا ہوں۔

(خادموں سے) ایک طرف ہٹ جاؤ کتو!

(خادم ایک طرف ہٹ جاتے ہیں۔ ہولوفرنیس جودت کی طرف گھور گھور کر دیکھتا ہے۔ وہ جھکی ہے)

ہولوفرنیس :۔ ہاں تو تم سمجھو لیا ہے اپنی پیاس بجھانے آئی ہو۔

جودت :۔ ہاں پیاس بجھانے اور آپ سے ملاقات کرنے آئی ہوں۔

ہولوفرنیس :۔ عورت (اسکی طرف بڑھ کے اور رکا ہوا ہوکر) بےخوف ہوکر بول۔ میں اس شخص کو کبھی دکھ نہیں دیتا۔ جو ساری دنیا کے خدا بخت نصر کی خدمت کا خواہشمند ہو۔ اگر تمہارے اسرائیلی میری ہتک نہ کرتے تو میں ہرگز ان کے خلاف تلوار نہ اٹھاتا۔ لیکن کیا کروں انہوں نے خود اپنے پاؤں پر کلہاڑا مارا ہے۔

باگوس :۔ (ایک طرف ہوکر ہولوفرنیس سے) عالی جاہ یہ بڑی خوفناک بات ہے۔ یہ فریب ہے۔ یہ عورت پانی کیلئے نہیں آئی بلکہ حضور کے خلاف کوئی پوشیدہ مقصد لے کر آئی ہے۔

ہولوفرنیس :۔ چپ رہو (اس حسین چہرے میں فریب کا نام تک نہیں (جودت سے) مجھے اپنا مقصد بتا دو اور نہ موت۔

جودت :۔ عالیجاہ اپنی کنیز کی عرض سنیں اور اسے اپنی موجودگی میں بولنے کی اجازت مرحمت فرمائیں۔ میں اپنے آقا کی خدمت میں ہرگز جھوٹ نہ بولونگی۔

ہولوفرنیس :۔ بولو۔

جودت :۔ میں عالیجاہ سے تخلیہ میں عرض کرونگی۔

باگوس :۔ (ہولوفرنیس سے علیحدہ) عالیجاہ! اس میں ضرور کوئی بھید ہے۔

ہولوفرنیس :۔ (جودت سے) بولو میں تمہیں حکم دیتا ہوں۔

جودت :۔ میرا پیغام سمجھو لیا۔ اسیری اور میرے آقا کی قسمت کے متعلق ہے۔ اس میں زندگی اور موت کا سوال ہے۔ میں خدا سے ہمکلام ہوتی ہوں اور اسی نے مجھے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے۔

ہولوفرنیس :۔ کون خدا؟ تمہارا یا ہمارا؟

جودت :۔ خدا صرف ایک ہی ہے۔

ہولوفرنیس :۔ ہاں اور وہ بخت نصر ہے! جلدی کرو اور اپنی رام کہانی کہہ ڈالو۔

جودت :۔ میں اپنے آقا سے تخلیہ میں عرض کرونگی۔

باگوس :۔ (ہولوفرنیس سے علیحدہ) اس میں ضرور کوئی بھید ہے

ہولوفرنیس :۔ (غصہ سے) اپنے دل کا راز کہہ ڈالو اور جلدی کرو!

جودت :۔ میں اپنے آقا سے اسکے خیمہ میں کہونگی۔

ہولوفرنیس :۔ (غصہ سے) میرے خیمہ میں کہوگی؟ تم کون ہو جو میرے حکم سے انکار کرتی ہو؟ اور تم کون ہو اسے کافر لونڈی کہ میرے خیمہ کو اپنے وجود سے ناپاک کرو۔ اسے لیجاؤ اور قتل کر کے جھیل میں پھینک دو۔

(جودت کو پکڑ کر باندھ لیتے ہیں)

ہولوفرنیس :۔ (متذبذب) ٹھہرو!

باگوس :۔ اسے باندھ دیا گیا ہے جہاں پناہ!

ہولوفرنیس :۔ ٹھہرو!

باگوس :۔ (ہولوفرنیس سے علیحدہ) عالیجاہ! اپنے جذبات کو اپنی تباہی کا موجب نہ بنائیں۔ اسکے حسن میں مکاری اور خطرہ پنہاں ہے۔ میں نے اپنی ساری زندگی ان عورتوں کی مکاری میں گزاری ہے اور میرے آقا بھی انکی عجیب و غریب چالوں سے بخوبی واقف ہیں۔ کہ کس طرح ایک شخص کو تباہ و برباد کر دیتی ہیں۔

ہولوفرنیس :۔ دنیا میں ایسا بدبخت کون ہے جو ان عبرانیوں کو حقارت سے دیکھے جن میں ایسی ایسی حسین عورتیں موجود

ہیں؟ یقیناً یہ زیبا نہیں کہ ان کا ایک مرد بھی زندہ بچے اگر
ایک بھی بچا رہا تو تمام دنیا کی آنکھ میں خاک جھونکے گا
جووت:۔ ایک قدم بڑھ کر کیا... کوئی دانا آدمی ایک بیش قیمت
موتی پرے پھینک دیتا ہے۔ اور کیا عالیجاہ اپنے غصہ میں
اپنی لونڈی کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ دیں گے۔

باگوس:۔ (ہولوفرنیس سے) اسے اپنے خیمہ میں ملاقات کی اجازت
ہرگز نہ دیں۔

جووت:۔ مجھے جو کچھ کہنا ہے میں عالیجاہ اور باگوس دونوں کے
سامنے کہوں گی۔　(مسکراتی ہے)

ہولوفرنیس:۔ آہ میں کیا کروں۔ (خادموں سے) اسے چھوڑ دو۔

باگوس:۔ (علیحدہ) اب ہمارا خدا حافظ ہے! یہ عورت ہمارے
خلاف ہے!

ہولوفرنیس:۔ (باگوس سے) اسے لباس اور نقاب پہنا دو تاکہ لوگ
اس کا جسم اور چہرہ نہ دیکھ سکیں کیونکہ اب یہ میری ہو چکی ہے

باگوس:۔ (پکار کر) لباس! نقاب!! بدمعاش کہاں چلا گیا؟
(خادم ڈرتے ہوئے کپڑوں کا صندوق لاتا ہے۔ انگر
اس کے پیچھے ہے۔ جووت کو لباس اور نقاب پہنا
دیا جاتا ہے)

ہولوفرنیس:۔ اسے میرے پیچھے آنے دو۔
(ہولوفرنیس اور اس کے چوبدار دائیں طرف جاتے ہیں
پیچھے پیچھے جووت ہے)

انگر:۔ (سب کے چلے جانے کے بعد باگوس کو ٹھہرا کر) حضور!

باگوس:۔ کیا ہے؟

انگر:۔ (ریگستان کی طرف اشارہ کر کے) آپ کے غلام ہی نے
اس لونڈی اور اس خاتون کو گرفتار کیا تھا حضور یہ لونڈی مجھے دیں!

باگوس:۔ (بے پروائی سے) ہاں! تو تم اسے حاصل کرنا چاہتے
ہو۔ اچھا جاؤ، لے جاؤ!

(پردہ)

دوسرا منظر

(ہولوفرنیس کے خیمہ کا اندرونی حصہ۔ ایک طرف پلنگ بچھا ہے جس پر پردے پڑے ہیں خیمہ کا بڑا دروازہ پچھلی طرف ہے باقی دو طرف پردے
زمین پر بچھے ہیں)

وقت:۔ پہلے منظر سے تھوڑی دیر بعد

(باگوس اور اس کے خادم جووت کا لباس اور نقاب اتارتے ہیں)

باگوس:۔ گدھے تم اس عورت کو دیکھنے کی کوشش کرتے ہو
جو تمہارے آقا کی ملکیت ہے۔ آخری نقاب رہنے دو اور
دور ہو جاؤ یہاں سے!

خادم:۔ بہت بہتر عالیجاہ۔
(جووت کا نقاب اور چادر لے جاتا ہے)

باگوس:۔ ہولوفرنیس کی ملکہ!

جووت:۔ (نقاب میں سے) طاقتور باگوس!

باگوس:۔ شہزادہ اپنے خیمہ میں تمہاری عزت افزائی کرنے آتا ہے

جووت:۔ طاقتور باگوس میرے ایک سوال کا جواب دو۔

باگوس:۔ میں تمہارے ہر سوال کا جواب خندہ پیشانی سے دوں گا
تمہارے حسن نے آج ہولوفرنیس کو اندھا کر دیا ہے۔ اور اب
وہ تمہارا قیدی ہے۔ اور اس کا غلام تمہارا غلام ہے۔ اور اسیریا
کے لشکر میں تمہاری نگاہ کے سوا اور کوئی قانون نہیں۔

جووت:۔ کیا یہ درست ہے کہ بخت نصر تمہارا خدا ہے؟

باگوس:۔ بخت نصر اسیریوں اور تمام ان ممالک کا خدا ہے جو اس
کے عساکر فتح کر سکتے ہیں۔ یہ شاہی حکم ہے۔

جودت :۔ مگر بخت نصر تمہیں کوئی حکم دے تو کیا تم اس حکم کی قدر کرو گے؟

باگوس :۔ ضرور کیونکہ اپنی جان مجھے بہت عزیز ہے۔

جودت :۔ جس طرح بخت نصر تمہارا خدا ہے۔ اسی طرح اسرائیل کا خدا میرا خدا ہے۔ اور اس نے مجھے حکم دیا ہے۔ کہ میں شہنشاہ ہولوفرنیس کے سوا کسی اور کے سامنے اپنا مقصد بیان نہ کروں اور یہی وجہ ہے۔ کہ میں نے طاقتور باگوس کی دعوت میں بھی بولنے سے انکار کر دیا تھا لیکن اس وقت اسرائیل کے خدا نے مجھے حکم دیا اور میں نے یہ آواز سنی کہ جودت اب اجازت دی جاتی ہے۔ باگوس کے سامنے بھی بیان کر دو۔ اس لئے میں مجبور ہو گئی۔

باگوس :۔ تمہارا خدا دانا ہے اور مردم شناس بھی ہے۔

جودت :۔ اب ہمارے درمیان صلح و آشتی قائم ہو جانی چاہئے کیوں ٹھیک ہے نا؟

باگوس :۔ خاتون میں نے غضب میں نہیں بہت سخت سست الفاظ کہے تھے۔ اور دعا ... کی تھی

جودت :۔ بخت نصر کی قسم میں نے ... نہیں سنی

باگوس :۔ بس اب ہمارے درمیان صلح ہو گئی ہے ... ان پر حکومت کریں گے جو تمام ... پر حکومت کرتے ہیں ... طرف سے ہولوفرنیس داخل ہوتا ہے ... ہوتا ہے۔ ہولوفرنیس ... میں ادھر ادھر ... ہے۔

ہولوفرنیس :۔ باگوس سے سرداروں کی مجلس کب منعقد ہوگی؟

باگوس :۔ ساری مجلس بے صبری سے آپ کی منتظر ہے۔

(ہولوفرنیس تیزی سے جودت کا نقاب اٹھا دیتا ہے اور اسکی طرف دیکھتا ہے۔ جودت زمین بوس ہوتی ہے ہولوفرنیس پلنگ پر گر پڑتا ہے اور نیم کی اشیاء کو دیکھتا ہے۔

ہولوفرنیس :۔ اٹھو۔ (جودت اٹھتی ہے ہولوفرنیس اسکی طرف دیکھے بغیر اپنے ساس کے جواہرات سے کھیلتا ہے۔)

کیا اشیر وہاں پہنچ گیا تھا؟

جودت :۔ عالیجاہ نے کیا فرمایا؟

ہولوفرنیس :۔ کیا وہ غلام بیتھولیا پہنچ گیا تھا؟

جودت :۔ بیتھولیا کے لوگ اسے پکڑ کر لے گئے اور اس نے وہ تمام باتیں کہہ ڈالیں جو اس نے عالیجاہ سے کہیں اور لوگوں نے اسکی تصدیق کی۔

ہولوفرنیس :۔ اور تمہاری اشیر کے متعلق کیا رائے ہے؟

جودت :۔ عالیجاہ! میں نے لوگوں سے کہا کہ اسکی باتوں کو حقیقی جانو اور دل میں جگہ دو۔

ہولوفرنیس :۔ تم واقعی دلیر ہو۔

جودت :۔ اشیر نے بالکل بجا کہا تھا کہ جب تک بنی اسرائیل اپنے خدا کے احکام کی نافرمانی نہ کریں۔ انہیں کوئی سزا نہ ملے گی اور ان پر کوئی غنیم غالب نہ آئے گا۔

ہولوفرنیس :۔ کیا میں بھی غالب نہیں آ سکتا؟

جودت :۔ جب تک وہ کسی گناہ کے مرتکب نہ ہوں سرا آقا بھی غالب نہیں آ سکتا۔ زور سے۔ لیکن وہ گناہ کے مرتکب ضرور ہونگے

ہولوفرنیس :۔ آہ وہ گناہ کے مرتکب ہونگے! کونسے گناہ کے؟

جودت :۔ انکے سروں پر تباہی اور موت منڈلا رہی ہے وہ بہت جلد اپنے خدا کو غضبناک کر دیں گے۔ ان کا پانی ختم ہو گیا ہے وہ پیاس سے بیتاب ہو کر گر رہے ہیں اپنی بے تابی میں وہ مقدس شراب ضرور پی لیں گے۔ جو صرف ان پجاریوں کیلئے مخصوص ہے۔ جو ہمارے خدا کی خدمت کرتے ہیں یہ ایسی چیز ہے جس کے پینے کی کسی کو اجازت نہیں۔

ہولوفرنیس :۔ مجھے ان باتوں سے کیا؟ دنیا میں بخت نصر کے سوا کوئی بادشاہ اور خدا نہیں۔

جودت :۔ آپ کو تو صرف یہ بات متاثر کرتی ہے۔ کہ میں بیتھولیا سے بھاگ کر آئی ہوں، جو ضرور تباہ ہو گا۔ اور اسرائیل کے خدا نے مجھے اپنے آقا کے ساتھ چند باتیں کرنے بھیجا ہے۔ جو تمام دنیا کو انگشت بدنداں بنا دیں گی۔

ہولوفرنیس :۔ کونسی باتیں؟ اور مجھے تمہارے خدا سے کیا واسطہ مجھے

تمہارے خدا کی بالکل ضرورت نہیں۔ بنی اسرائیل مقدس شراب پی چکنے کے بعد پھر پیاسے ہو جائیں گے اور جب سارا شہر بیہوشی سے کمزور ہو جائے گا۔ تو وہ خود بخود بغیر کسی مشکل کے میرے قبضہ میں آجائے گا۔ اور میں آرام سے بیٹھا تماشا دیکھونگا

جودت :- (ہنس کر) جب امیری آرام سے بیٹھے تماشا دیکھیں گے اور شہر فتح ہو جائے گا۔ جب تمام لوگ ایک دوسرے سے سرگوشیاں کریں گے کہ دنیا کے عظیم الشان سپہ سالار نے شہر کو مکاری اور چالاکی سے فتح کیا۔ کیونکہ اس میں کھلم کھلا دلیری سے حملہ کرنے کی جرأت نہ تھی۔ تو کیا اس دن آپ مطمئن ہونگے، میرے آقا شرم سے آنکھیں بھی اوپر نہ اٹھا سکیں گے؛

ہولوفرنیس :- یہ درست ہے۔

باگوس :- یہ درست ہے۔

ہولوفرنیس :- (وحشیانہ انداز سے) میں آج ہی حملہ کر کے شہر پر قبضہ کرونگا۔ سیریا میں میں نے پچاس ہزار عورتوں کو بیوہ بنا دیا تھا۔ لیکن بیتھولیا کی میں اینٹ سے اینٹ بجا دوں گا۔ ایک مکان بھی کھڑا نہ رہے گا اور ایک اسرائیلی زندہ نہ بچیگا

جودت :- (سر کو آہستہ سے ہلا کر) عالیجاہ آپ خدائے قدس کی خوشی کے خلاف کیوں ہیں؟ کیا میں نے نہیں کہا کہ اللہ تعالٰے نے مجھے بتا دیا ہے کہ بیتھولیا اسوقت تک تباہ نہیں ہو سکتا جب تک اس کے باشندے گناہ کے مرتکب نہ ہوں؟ عالیجاہ سنیں آج رات میں وادی میں جاکر اپنے خدا کی درگاہ میں دعا کرونگی۔ شاید وہ مجھے بتا دے کہ اسرائیلیوں نے بیتھولیا میں کوئی گناہ کیا ہے یا نہیں؟ پس پھر میرا آقا اپنا لشکر لے کر جا سکتا ہے۔ اور اسوقت دنیا کی کوئی طاقت اسکا مقابلہ نہ کرے گی۔

ہولوفرنیس :- ہاں تو تم میرے پاس اسوقت آؤگی جب فتح کا وقت قریب ہوگا؛

جودت :- اور سنیں: میں اپنے آقا کو یہودیہ کے وسط میں لیجاؤنگی۔ یہاں تک کہ وہ بیت المقدس پہنچ جائے گا۔ پھر میں اپنے آقا کو تخت پر بٹھاؤنگی اور کوئی ذلیل آدمی بھی آپ پر آوازے نہ کسے گا۔ یہ باتیں خود خدا نے مجھے بتائی ہیں۔

ہولوفرنیس :- (باگوس سے) مشرق سے مغرب تک اس جیسی حسین اور دانا عورت کوئی نہیں۔

باگوس :- ہاں عالیجاہ: لیکن میں نے ساری دنیا نہیں دیکھی؛

ہولوفرنیس :- (جودت سے) تم نے میرے پاس آکر بہت اچھا کیا! اب میرے ہاتھ طاقتور ہیں۔ تمہارا حسین چہرہ میرے دل کو فرحت بخشتا ہے۔ اور اگر تم اپنے کہنے کے مطابق کر دکھاؤ، تو میں تمہیں اپنے محل میں رکھوں گا جو شاہ بخت نصر کے محل کے بالکل سامنے ہے۔ اور تم مشرق و مغرب میں مشہور ہو جاؤ گی: (باگوس سے) کھانا اور شراب لاؤ باگوس:

باگوس :- بہت بہتر عالیجاہ!

جودت :- میں نہ اپنے آقا کا کھانا کھاؤنگی نہ اسکی شراب پیونگی شاید ایسا کرنے میں میں کسی گناہ کی مرتکب ہو جاؤں۔ میری کنیز اپنے ساتھ بہت سا سامان خورد و نوش لائی ہے۔

باگوس :- اور اگر تمہارا سامان ناکافی ہو تو پھر؛

جودت :- میرا سامان اسوقت تک ختم نہیں ہو سکتا جب تک خدا میرے ہاتھ سے وہ کام پایۂ تکمیل تک نہ پہنچا لے۔ جس کا اس نے مجھے حکم دیا ہے

(باگوس تالی بجاتا ہے۔ ایک خادم داخل ہوتا ہے۔)

باگوس :- خاتون جودت کی کنیز کو بلا لاؤ۔ جلدی! (خادم جاتا ہے۔)

(ہولوفرنیس سے): عالیجاہ! کیا یہ عبرانی عورت میرے آقا کے خیمہ میں اپنا کھانا کھائے گی؛

ہولوفرنیس :- ہاں وہ میرے خیمہ میں کھائے گی اور یہیں رہے گی۔

باگوس :- تو مجھے اس میں کوئی شک نہیں کہ عالیجاہ زندہ رہتے نظر نہیں آتے۔ علاوہ ازیں سرداروں کی مجلس بڑی بے صبری سے آپ کی منتظر ہے۔

(ہولوفرنیس باہر کی طرف جاتا ہے۔)

باگوس :- (ہولوفرنس کے پیچھے چلتے ہوئے جودت سے) کہا میں نے نہیں کہا تھا کہ ہم دونوں ان پر حکومت کریں گے جو لیلیٰ پر حکومت کرتے ہیں۔

(باہر چلے جاتے ہیں۔ ہیگت سامان لئے ہوئے داخل ہوتی ہے)

ہیگت :- (ادھر ادھر دیکھ کر) خاتون کیا یہ ممکن ہے ؟

جودت :- نہیں کیا ہو گیا ہے ؟

ہیگت :- کیا یہ دیو کا خیمہ ہے ؟

جودت :- خاموش ؛

ہیگت :- (آہستہ سے) یہ بتھولیا کے معبد سے زیادہ بڑا اور شاندار خیمہ ہے لیکن بہت گندہ ہے۔ کیا آپ کے پاس کوئی جھاڑو نہیں ؟ (جودت کو دیکھ کر) آپ کی فرزندی کے سامنے میں ایک بچہ معلوم ہوتی ہوں میں اس شاہانہ ٹھاٹھ پر اپنے مکان کو ترجیح دیتی ہوں۔

جودت :- مجھے کھانا دو لیکن یہ تو بتاؤ تم کہاں تھیں ؛ (بیٹھ جاتی ہے)

ہیگت :- خاتون میں آپ کے حکم کے مطابق ہنگر کے ساتھ تھی جودت کا لباس درست کرتی ہے، اور کھانا اور شراب نکالتی ہے) بتھولیا میں سارا دن آپ کے ارشادات کی تعمیل میں مصروف رہی۔ مجھے مردوں سے ملنے کا موقع نہ ملتا تھا۔ اور نہ کبھی ملنے کی خواہش ہی پیدا ہوئی تھی میں انہیں خوفناک تصور کرتی تھی، اور جب آپ نے مجھے اسیروں کے خیموں میں جانے اور انہیں اپنے ناز و ادا سے رام کرنے اور ان کا دل بہلانے کا حکم دیا تو پہلے پہل میں ڈر گئی میرا خیال تھا کہ مجھ سے یہ نہ ہو سکے گا۔ تاہم یہ کام میں نے بڑی خوش اسلوبی سے سرانجام دیا، اور یہ کام مجھے جھاڑو دینے سے بھی زیادہ آسان معلوم ہوا یا تو یہ تمام مرد بے خود ہیں یا یہ انگر اپنی حماقت میں سب سے بڑھ گیا ہے۔ مجھے لونڈی بنا کر اس کے حوالے کر دیا گیا ہے۔

(بیٹھ جاتی ہے)

جودت :- وہ کہاں ہے ؟

ہیگت :- بیگم صاحبہ میں برداشت نہ کر سکتی تھی کہ ایک لمحہ کے لئے بھی آپ کو اپنی نظروں سے اوجھل ہونے دوں۔ اسلئے میں نے آپ کا تعاقب کیا۔ اور انگر بھی خوشی سے میرے پیچھے پیچھے آ گیا۔ آخر محافظ نے اسے پکڑ لیا۔ کیونکہ وہ شہزادے کے خیمہ کی حدود میں پہنچ گیا تھا۔ جہاں اس کے رتبہ کے لوگ نہیں آ سکتے۔ اب اسے کوڑے مار کر سزا دی جائے گی۔ لیکن بیگم صاحبہ آپ کھاتی کیوں نہیں ؟

جودت :- (کھانے کی کوشش کر کے) ہاں میں کھاتی ہوں کیا تم میرے ساتھ نہ کھاؤ گی ؛

ہیگت :- میں نے کھا لیا ہے انگر کے ساتھ ؛

جودت :- کہیں اسکا کھانا تو نہیں کھا بیٹھی ؟

ہیگت :- (سر ہلا کر) وہ میرے ساتھ بڑی شرافت سے پیش آیا اس لئے میں نے اسکا کھانا کھا لیا ؛

جودت :- تم نے اسرائیلی ہونے کی حیثیت سے یہ ایک گناہ کیا ہے ؛

ہیگت :- میری بیگم کی سی شریف زادیوں کے لئے یہ گناہ ہو تو ہو لیکن میرے لئے یہ کوئی گناہ نہیں : میں جیسا چاہوں کھا سکتی ہوں۔ اور جب تک میں کھانا ختم نہ کر لوں خدا اپنی نگاہ میری جانب سے پھیر لیتا ہے۔ علاوہ ازیں کیا آپ ہی نے میرے ذمہ یہ کام نہ لگایا تھا۔ کہ اس احمق کو چکما دوں ؟ اور حقیقت یہ ہے کہ آج میں نے اور انگر نے خوب رنگ لیاں منائی ہیں

جودت :- بک بک نہ کر۔ اور اس خوفناک کام کا خیال کر جس کے لئے میں بتھولیا سے اس وادی میں آئی ہوں۔

ہیگت :- (کھانا رکھ کر) آپ کھائیں تو سہی۔

جودت :- نہیں : میری روح اسے قبول نہیں کرتی۔ اور میرا جسم امید اور شک و شبہ کی آگ سے جل رہا ہے۔ (اٹھتی ہے ہیگت بھی اٹھتی ہے) جہاں ہو وہیں کھڑی رہو آج رات میں تنہا باہر جاؤں گی۔ اور اپنی آرام و راحت کیلئے اسرائیل کے خدا سے ہمکلام ہوں گی۔ میں بت پرستوں کے خیمہ میں اس سے ہمکلام نہیں ہو سکتی۔

(پشت کی جانب چلتی ہے)

(بیگت کھانے کو اکٹھا کرتی ہے۔ ہولوفرنیس اور باگوس بائیں جانب سے داخل ہوتے ہیں)

ہولوفرنیس :۔ (خیمہ میں ادھر ادھر دیکھکر) وہ کہاں ہے؟ کیا وہ بھاگ گئی ہے؟ اگر وہ بھاگ گئی تو آج تمہاری زندگی کا آخری دن ہوگا باگوس: یہ لڑکی کون ہے؟

باگوس :۔ عالیجاہ کیا آج تک کوئی عورت میرے چنگل سے بھاگ کر گئی ہے۔؟ یہ لڑکی خاتون جودت کی کنیز ہے (بگیت ہے) تمہاری بیگم کہاں ہے ری!

بیگت :۔ (خوفزدہ) میری بیگم نے نہ کچھ کھایا ہے نہ پیا ہے وہ گئی ہے۔ دعا۔ دعا۔ کرنے

باگوس :۔ اسے جلد لاؤ۔ خدا اسکا انتظار کر سکتا ہے لیکن عالیجاہ نہیں کر سکتے؛

بیگت :۔ بہتر حضور:

(پشت کی جانب جاتی ہے)

ہولوفرنیس :۔ باگوس۔ اپنے مخصوص ہتھکنڈوں سے اس عبرانی عورت کو رام کرلو۔ تاکہ آج رات وہ ہمارے پاس رہے اور ہمارے ساتھ کھائے پیئے۔

باگوس :۔ ضرور عالیجاہ! میرے پاس کئی قسم کے ہتھکنڈے ہیں، وہ یقیناً مان جائے گی۔

ہولوفرنیس :۔ اگر یہ عورت ہمیں محظوظ کئے بغیر یونہی چلی گئی۔ تو ہمارے لئے شرم کا باعث ہوگی۔ اگر ہم اسے رام نہ کرسکے تو وہ ہم پر حقارت سے ہنسے گی۔

باگوس :۔ بہتر حضور! لیکن عالیجاہ ابھی غروب آفتاب کیوقت آپ سرداروں کے ساتھ ایک دعوت کا وعدہ فرما آئے ہیں۔ اس حالت میں آپ خاتون جودت کے ساتھ کیونکر کھا سکیں گے؟

ہولوفرنیس :۔ احمق! میرے سامنے سرداروں کے متعلق ایک لفظ نہ کہو! میری نظروں میں سرداروں کی مجلس کیا وقعت رکھتی ہے۔ میں وہاں زیادہ دیر بیٹھنا گوارا نہ کر سکا۔ اسی لئے میں نے مجلس کو برخاست کر دیا۔ اور ان کے ملعون غرور کو دعوت کے وعدے سے مطمئن کر دیا۔ لیکن مجھے انکی پروا کیا ہے؟ میرا دل اس عبرانی عورت کے لئے بے تاب ہے اور میں ایک جنون میں اسیر ہوں۔

باگوس :۔ کچھ ہو۔ آپ نے سرداروں سے وعدہ کیا ہے۔ جو آپ کو ضرور پورا کرنا ہوگا۔

ہولوفرنیس :۔ آہ! کیا مصیبت ہے، یہ محبت! دنیا میں کوئی غلام خواہش کے غلام سے زیادہ ذلیل نہیں! اچھا میں بہت جلد دعوت سے فارغ ہوجاؤں گا۔ جودت خیمہ میں میرا انتظار کرے گی۔

(پشت کی جانب سے جودت داخل ہوتی ہے۔ اور ہولوفرنیس کے سامنے جھکتی ہے)

ہولوفرنیس :۔ اللہ میری ساحرہ اٹھ! (جودت اٹھتی ہے۔ باگوس سے) اس کے نیچے بچھانے کے لئے چیتے کی کھال لاؤ۔

باگوس :۔ میں کھالوں کے لئے آدمی بھیجتا ہوں، عالیجاہ!

ہولوفرنیس :۔ بیوقوف تم خود جا کر لاؤ (باگوس جاتا ہے۔ جودت سے) قریب آجاؤ! (جودت قریب آتی ہے) میری طرف دیکھو! (جودت دیکھتی ہے) تم اپنی طاقت سے واقف معلوم ہوتی ہو ساحرہ!

جودت :۔ میرے پاس اللہ کی بخشی ہوئی طاقت کے سوا اور کوئی طاقت نہیں۔

ہولوفرنیس :۔ تم اسوقت اپنے خدا کی عبادت کر رہی تھیں؟

جودت :۔ ہاں۔

ہولوفرنیس :۔ کیا تم نے خدا سے پوچھا کہ اسرائیلیوں نے کوئی گناہ کیا ہے یا نہیں۔ اور کیا میری فتح کا دن قریب آن پہنچا ہے یا نہیں؟

جودت :۔ نہیں عالیجاہ! میں تو اپنی خطاؤں کی معافی مانگ رہی تھی

ہولوفرنیس :۔ تم اس سے یہ کیوں نہیں پوچھتیں، جو میں نے ابھی پوچھا ہے

جودت :۔ اسرائیل کے خدا کو کسی بات پر مجبور کرنے والی میں کون

جوں ۔ رات کے وقت جب تمام لوگ سو جائیں گے میرا خدا میری طرف متوجہ ہوگا اور میرے کان میں اپنا پوشیدہ حکم سنا دے گا!

ہولوفرنیس :۔ آج رات؟

جودت :۔ خدا کے متعلق کون کچھ کہہ سکتا ہے؟

ہولوفرنیس :۔ آج رات؟

جودت : شاید

ہولوفرنیس :۔ اور تم رات کو آ کر مجھے اپنے خدا کا پیغام سناؤ گی؟

جودت :۔ ہاں عالیجاہ!

ہولوفرنیس :۔ اور تم مجھے میری فتح کی خوشخبری سناؤ گی۔

جودت :۔ ہاں دیکھا جائے گا

ہولوفرنیس :۔ اور پھر تم میرا کھانا کھاؤ گی اور میری شراب پیو گی؟

جودت :۔ ہاں مگر اس شرط پر کہ عالیجاہ خیمہ میں تنہا ہوں کیونکہ یہ مناسب نہیں کہ کوئی شخص مجھے ایسا کرتے دیکھے

ہولوفرنیس :۔ ہاں ہاں میں تنہا ہوں گا۔ لیکن باگوس خیمہ کے دروازے پر موجود رہیگا۔

جودت :۔ جیسے آپ کی مرضی عالیجاہ!

ہولوفرنیس :۔ (جودی سے اسکی طرف بڑھتا ہے، وہ بھی بڑھتی ہے) اے عورتوں کی ملکہ کیا یہ ممکن ہے! خدا کے کام حیرت انگیز ہوتے ہیں!

(دائیں طرف سے ایک نقاب پوش اسیری عورت نمودار ہوتی ہے)

جودت :۔ ابھی آپ نے ان حیرت انگیز کاموں میں سے ایک بھی نہیں دیکھا۔

ہولوفرنیس :۔ (پلنگ پر گر کر ایک پراسرار خوفزدہ لہجہ میں) ساحرہ!

(اسیری عورت غائب ہو جاتی ہے)

جودت :۔ کیا عالیجاہ اپنی کنیز سے ڈر گئے ہیں؟

(ہولوفرنیس اپنا ہاتھ اسکی طرف بڑھاتا ہے)

(پردہ)

تیسرا باب

تیسرا منظر

(پلنگ کے پاس شراب اور کھانا رکھا ہے ایک شمع روشن ہے)

باگوس :۔ (باہر خیمہ کے دروازہ پر کھڑا ہو کر پکارتا ہے) سب اپنے اپنے بستروں پر لیٹ جاؤ۔ یہاں کوئی نہ رہے۔

(چند لمحہ وہ یونہی کھڑا رہتا ہے دور سے آوازیں سنائی دیتی ہیں پھر ہر طرف خاموشی چھا جاتی ہے۔ باگوس خیمہ میں داخل ہو کر پلنگ کی طرف آتا ہے)

سب نوکر چاکر سو گئے ہیں عالیجاہ: آپ کی مسرت کو بدمزہ کرنے کے لئے کوئی نہیں رہا۔

ہولوفرنیس :۔ کیا تم نے اسے کہیں دیکھا ہے؟

باگوس :۔ نہیں عالیجاہ!

ہولوفرنیس :۔ کیا تم نے اس کی تلاش کی ہے؟

باگوس :۔ ہاں عالیجاہ۔

ہولوفرنیس :۔ کیا باہر چاندنی ہے؟

باگوس :۔ چاند بادلوں میں چھپا ہے

ہولوفرنیس :۔ مجھے شراب دو (باگوس شراب کا ساغر دیتا ہے) باگوس۔

باگوس :۔ عالیجاہ:

(بائیں طرف سے خیمہ کا پردہ ہوا سے اڑتا ہے)

ہولوفرنیس :۔ (تیزی سے دیکھتا ہے۔ تھوڑی سی شراب گرتی ہے)

آندھی چل رہی ہے؟

باگوس:۔ نہیں عالیجاہ یہ نسیم ہے۔

ہولوفرنیس:۔ (ہنستے ہوئے) وہ اپنے لوگوں کے پاس واپس بھاگ گئی ہے باگوس!

باگوس:۔ (علیحدہ) میری تو دلی آرزو ہے کہ بھاگ جائے کمبخت (ہولوفرنیس سے) وہ بھاگ کر کہیں نہیں جا سکتی وادی میں ہر جگہ پہرہ دار کھڑے ہیں۔

ہولوفرنیس:۔ کون پہرہ دار ایسی حسین عورت کو روک سکتا ہے؟

باگوس:۔ آہ! عالیجاہ کون اسے روک سکتا ہے؟

ہولوفرنیس:۔ تم میرے الفاظ دہراتے ہو؟

باگوس:۔ میں آپ کے خیال کو اپنا خیال سمجھتا ہوں۔

ہولوفرنیس:۔ ایسا کرنا ہے تو باہر جا کر کرو۔

(باگوس جھکتا ہے۔ اور خیمہ کے دروازہ کی طرف جاتا ہے جودت وہاں کھڑی ہے۔ دونوں ایک لمحہ تک ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں)

باگوس:۔ عالیجاہ!

ہولوفرنیس:۔ اپنی جگہ پر چلے جاؤ!

(جودت خاموشی سے اندر آتی ہے باگوس باہر چلا جاتا ہے)

جودت:۔ کیا سرداروں کی دعوت ختم ہو گئی؟

ہولوفرنیس:۔ سردار شراب اور غرور سے مدہوش ہو کر چلے گئے ہیں لیکن ابھی میری دعوت شروع نہیں ہوئی۔

(کھانے کی طرف اشارہ کرتا ہے)

جودت:۔ میرا سردار حق سے اسی لئے میں آگئی ہوں۔

ہولوفرنیس:۔ کیا تم واقعی آگئی ہو یا میری آنکھیں مجھے دھوکا دے رہی ہیں؟

جودت:۔ کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ میں رات کو آ جاؤں گی؟

ہولوفرنیس:۔ ہاں۔ میں نے تمہارے کہنے پر اعتبار کیا۔ اتنا اعتبار کہ میں نے سرداروں کو حکم دے دیا ہے کہ وہ تیار ہو جائیں کیونکہ علی الصبح میرے عساکر تجھو لیا پر حملہ کریں گے اور میں نے ان سے کہہ دیا ہے کہ دنیا کی کوئی طاقت اسیریوں کا مقابلہ نہیں کر سکتی

جودت:۔ آپ کو یہ بات نہ کہنی چاہیئے تھی۔

ہولوفرنیس:۔ لیکن میں نے تو کہہ دی ہے۔

جودت:۔ کیا آپ خدا ہیں؟ اور کیا آپ خدا کے احکام سے پہلے ہی حکم دینے کی جرأت کرتے ہیں؟

ہولوفرنیس:۔ تم نے کہا تھا کہ آج رات تم اپنے خدا سے دعا کرو گی اور وہ تمہیں بتائے گا کہ اسرائیلیوں نے کب گناہ کیا، اور پھر تم میرے پاس میری فتح کا اعلان کرنے آؤ گی۔

جودت:۔ میں نے کہا تھا کہ میں خدا سے دعا کروں گی قبول کرنا نہ کرنا اس کے اختیار میں ہے۔

ہولوفرنیس:۔ تو پھر کیا تم نے دعا مانگی ہے۔ اور کیا تمہارے خدا نے کوئی جواب دیا ہے؟

جودت:۔ اس نے کوئی جواب نہیں دیا

ہولوفرنیس:۔ تو پھر وہ تمہارا خدا نہیں آؤ پیئیں۔

جودت:۔ (ہولوفرنیس کو اپنی طرف بڑھتا دیکھ کر اپنی کنیز کو ہاتھ سے اشارہ کرتی ہے وہ کھانے اور شراب کے پیالے کو نہ چھوئیں)

(دائیں طرف کھڑے دن کے بستر کے قریب جاتی ہے)

ہولوفرنیس:۔ (آہستہ سے جودت کی طرف بڑھ کر) کیا تم خفا ہو جودت؟

جودت:۔ ہولوفرنیس! میں خوش رہو اور اس عورت کو ہاتھ مت لگاؤ جو خدا سے ہمکلام ہونے لگی ہے۔

(جودت دو زانو بیٹھ جاتی ہے۔ ہولوفرنیس پلنگ کی طرف جاتا ہے۔ ہر طرف خاموشی ہے۔ باگوس خیمہ کے دروازہ پر آتا ہے۔ دو نقاب پوش سپاہی دو رتھیں۔ دوسا میں کھڑے ہوتی ہیں اور دیکھتے ہو کر پھر غائب ہو جاتی ہیں جودت آہستہ سے اٹھتی ہے)

ہولوفرنیس:۔ کیا تم پر خدا کی طرف سے کوئی حکم نازل ہوا ہے؟

جودت:۔ ہاں اسرائیل کے خدا نے ابھی میرے کان میں کچھ کہا!

(ہولوفرنیس کے قریب جاتی ہے)

ہولوفرنیس:۔ تمہارے خدا نے کیا کہا؟

جودت :- تمبولیا کے سپاہی گناہ کے مرتکب ہو گئے ہیں اور میرے خدا نے حکم دیا ہے کہ علی الصبح اسیری سپاہ اگر تمبولیا پر دھاوا بول دیں کوئی ان کا مقابلہ نہ کرسکے گا۔

ہولوفرنیس :- ایک معجزہ۔

جودت :- ہاں ایک معجزہ! دیکھو تمہارے خیمہ میں ایک عظیم الشان سپہ سالار!

ہولوفرنیس :- کل کا دن میری فتح کا دن ہے!

جودت :- ہاں۔

ہولوفرنیس :- جودت سنو۔ تمہارا خدا میرا خدا ہے۔

جودت :- واقعی اس نے اپنا غلام بنانے کے لئے تمہیں سپاہیوں سے الگ کر لیا ہے

ہولوفرنیس :- (قریب آکر) تمہارا جسم کانپ رہا ہے۔

جودت :- (مسکرا کر) کیا میں تمہارے انجام کے خیال سے خوفزدہ نہ تھی؟ میں واقعی خوفزدہ تھی۔ لیکن اب میرا خوف بالکل جاتا رہا ہے۔ اب میں تمہارے انجام سے بخوبی واقف ہوں

ہولوفرنیس :- (سنجیدہ) کل کا دن میری فتح کا دن ہے۔ لیکن میں آج بھی لطف اٹھاؤں گا (جودت سے) آؤ کھانا کھائیں اور شراب پئیں۔ ہم اسوقت دونوں موجود ہیں اور تم نے وعدہ بھی کر رکھا ہے

جودت :- ہاں آؤ شراب پئیں!

ہولوفرنیس :- اپنا لبادہ اتار ڈالو۔ تم اسوقت اپنے گھر میں میں تمہارا لباس پہنانے والا ہوں

(قریب ہو جاتا ہے)

جودت :- نہیں! (ہٹ کر پلنگ کی دوسری طرف ہٹ جاتی ہے) تم میرے لباس پہنانے والے نہیں ہو۔ بلکہ میرے غلام ہو: شراب پلاؤ! اے عظیم الشان غلام!

(ہولوفرنیس شراب ڈالتا ہے۔ جودت لباس میں سے خنجر نکال کر بستر کے نیچے رکھ دیتی ہے۔ ہولوفرنیس پیالے لے کر کھڑا ہو جاتا ہے۔ اور اسکی طرف دیکھتا ہے۔ دونوں پلنگ کے درمیان ہونے کیوجہ سے ایک دوسرے سے الگ ہیں۔ وہ اپنا لبادہ اتارتی ہے۔ اور ہولوفرنیس کے قریب آکر شراب لے کر پی جاتی ہے)

ہولوفرنیس :- مجھے خوف تھا کہ تم ایک عبرانی اعتقاد کیوجہ سے شراب نہ پیوگی۔

جودت :- میں ایک دفعہ پیوں گی!

(پیالہ پیتی ہے)

ہولوفرنیس :- (پیالہ بھر کر اور پی کر) کیا تم اپنی طاقت سے واقف ہو؟

جودت :- (سادگی سے) اب میں اپنی طاقت سے اچھی طرح واقف ہوں

ہولوفرنیس :- آہ! میں تمہارے لئے دیوانہ ہو گیا ہوں اور تم نے میرے دل پر ہمیشہ کے لیے مہر محبت کر دی ہے۔ میرا دل تمہیں از حد چاہتا ہے۔ اسکا پیمانہ صبر اب لبریز ہو گیا ہے۔ میرے ماتحت ایک لاکھ بیس ہزار سپاہی ہیں۔ جو میرے قدموں پر سر رکھتے ہیں۔ اور جو میرے ایک اشارے پر لڑنے مرنے کیلئے تیار رہیں۔ لیکن میں تمہارے قدموں پر سر رکھتا ہوں۔ اور تمہاری نگاہ کرم میری دلی راحت ہے۔ جودت مجھے حکم دو۔ اور کسی قسم کا خوف نہ کرو میں عظیم الشان طاقت کا مالک ہوں۔ اور دنیا میں آقا نبوکد نضر کے سوا اور کسی کی طاقت میرا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

جودت :- (ملائمت سے) میں حکم دیتی ہوں کہ خوش رہو۔ کیونکہ اس کے سوا تمہارے قیدی کی اور کوئی خواہش نہیں۔

ہولوفرنیس :- قیدی نہ کہو۔ کیونکہ وہ تو میں ہوں جو تمہارا قیدی ہوں۔ میں تمہیں تخت پر بٹھاؤں گا۔ اور خود بھی تمہارے پہلو میں بیٹھنے کی جرأت کروں گا۔ لیکن حکومت تمہاری ہوگی اور ہم دونوں اسیریا میں عیش و عشرت کی زندگی بسر کریں گے

جودت :- قبر میں کوئی نہ پوچھے گا کہ تم سو سال زندہ رہے یا ہزار سال۔ مگر اسرائیل کا خدا ایسا ہے۔ جو اسوقت بھی اپنے بندوں کا مددگار ہوگا۔

ہولوفرنیس :- اور میں نے تم سے کہہ دیا ہے کہ تمہارا خدا میرا خدا ہے لیکن یہ بات تمہارے میرے درمیان ایک راز ہوگی۔ کیونکہ میں تخت نصر کا ممنون احسان ہوں۔ تاہم دنیا دیکھ لے گی

کہ صرف تم ہی میرے لئے خدا ہو

جودت:۔ لیکن تمہاری اور بیویاں بھی تو ہیں؟

ہولوفرنیس:۔ نہیں کوئی نہیں!

جودت:۔ لیکن مجھے بتایا گیا ہے کہ تمہاری بہت سی بیویاں اور بیشمار کنیزیں ہیں

ہولوفرنیس:۔ یہ سراسر بہتان ہیں آج رات میں نے تمہارے سوا تمام عورتوں کو نکال دیا ہے۔ ان میں سے ایک بھی نہیں جو تمہارا مقابلہ کر سکے اور چونکہ آج رات تمہارے خدا نے تمہارے ہاتھ سے ہولوفرنیس کے خیمہ میں ایک معجزہ دکھایا ہے۔ کیا تم اس حقیقت سے انکار کروگی کہ خود خدا نے مجھے تمہارا اور تمہیں میرا کر دیا ہے؟

جودت:۔ نہیں میں انکار نہیں کرتی اور تمہارے اطمینان کی خاطر تمہیں وہ بات بتاتی ہوں، جو تم ابھی تک نہیں جانتے۔

ہولوفرنیس:۔ مجھے بتاؤ۔

جودت:۔ تمہولیات سے بھاگنے سے پہلے ایک رات میں بستر پر تھی کہ مجھے خواب میں کسی کی صورت نظر آئی اور یہ صورت اپنی شان و شوکت میں بالکل ہولوفرنیس سے مشابہ تھی یہی وجہ ہے کہ میں نے یہ راز تمہارے سوا کسی اور کو نہیں بتایا ہولوفرنیس!

ہولوفرنیس:۔ (فرط محبت سے) میں تمہارے نازک نازک ہونٹ چوموں گا۔ تم میری جان کی راحت ہو جودت!

جودت:۔ ہاں میرے ہونٹ چومو، میں خود بھی بتابی ہوں ہولوفرنیس!

(ہولوفرنیس سر جھکاتا ہے اور فرط محبت سے جھوم کر لڑکھڑاتا ہے۔ ایک نقاب پوش اسیری عورت دائیں طرف نظر آتی ہے۔ باگوس اسے کسی چیز سے ڈراتا ہے۔ دونوں غائب ہو جاتے ہیں۔)

جودت:۔ (آرام سے خوبصورت متوجہ ہوکر) اے طاقتور سردار تمہاری طاقت کیا ہوئی، اور تمہاری نخوت کہاں گئی۔ ایک لمحہ پلنگ پر آرام کرو۔ تمہاری کنیز تمہاری خدمت کے لئے حاضر ہے۔

(ہولوفرنیس پلنگ پر گرتا ہے۔ جودت اسے گلے سے لگاتی ہے)

ہولوفرنیس:۔ (بڑبڑاتا ہے) آہ! مسرت نے مجھے بیخود کر دیا ہے!

(جودت خنجر نکالتی ہے اور ہولوفرنیس پر جھک کر اسے قتل کر دیتی ہے۔ اور گلے لگائے رکھتی ہے)

جودت:۔ (آہستہ سے) تم ہی ہو جو خدائے واحد کی خوشی کے خلاف تھے۔ تم ہی ہو، جو یہودیہ کو تباہ و برباد کرنا چاہتے تھے۔ تم ہی ہو، جس نے منہ چوم کر ایک بیوہ کی بے عزتی کی! اور تم ہی ہو جس نے مجھے خدا کی خواہش کو پورا کرنے کے لئے دغا فریب اور جھوٹ پر مجبور کیا! اب قبر تمہارا ٹھکانا ہوگی ہولوفرنیس! آہ ہولوفرنیس!!

(بائیں طرف سے ہیگت داخل ہوتی ہے)

جودت:۔ (ہیگت کی طرف منہ کرکے لرزتی ہے) میں نے وہ کام کر دیا جو مجھے کرنا تھا۔ اسیریا کی طاقت برباد ہو گئی۔ سر کو داڑھی سے پکڑ کر تھیلے میں ڈال لو۔ اور چلو اب یہاں سے بھاگیں۔

(پردہ)

چوتھا باب

پہلا منظر

منظر:۔ بالکل پہلے باب کی مانند۔ . . . .

دروازے کے محافظ دروازے پر کھڑے ہیں۔ باہر سے کوئی دستک دیتا ہے سپاہی دوڑتا ہوا داخل ہوتا ہے۔

وقت:۔ دوسرے باب کے تیسرے منظر سے چند گھنٹہ بعد۔

سپاہی:۔ (ایک محافظ سے جو باہر دیکھنے کے لئے اوپر چڑھتا ہے) بیوقوف اوپر سے مت دیکھ! نہیں تو تیرا چہرہ کسی اسیری کے تیر کا

ہیگت :۔ میری بیگم نے رات کیوقت ہولوفرنیس کو اس کے خیمہ میں قتل کردیا ہے اور اسیریا کی طاقت تباہ کردی ہے۔

اوزیاس :۔ ہولوفرنیس کو قتل کردیا ہے؟ تم دیوانی ہوگئی ہو!

ہیگت :۔ (اٹھ کر) اس تھیلے کا منہ کھول دو۔ تاکہ میرا آقا، وزیاس اپنے دشمن ہولوفرنیس کا سر دیکھ لے اور معلوم کرے کہ میں دیوانی ہوں یا دانا ہوں (سپاہیوں سے) مشعل ادھر لاؤ۔ تاکہ آقا اوزیاس کو میری یاوہ گوئی اور دیوانگی کی حقیقت معلوم ہوجائے۔

(اوزیاس تھیلے میں سے ہولوفرنیس کا سر دیکھتا ہے)

اوزیاس :۔ بزرگ و برتر ہے اسرائیل کا خدا!

ہیگت :۔ اور میری بیگم خدا کا دایاں بازو ہے!

اوزیاس :۔ عظیم الشان ہے اسرائیل کا خدا!

آوازیں :۔ اس کا نام ہمیشہ زندہ رہے گا!

اوزیاس :۔ تمہاری بیگم نے یہ خوفناک کام کس طرح کیا؟

ہیگت :۔ اسکے متعلق وہ خود آکر کہے گی کیا اب میرے آقا ان احکام پر کان دھریں گے جو خاتون جودت نے بھیجے ہیں؟ اور وہ یہ ہیں کہ پہلے ہولوفرنیس کا سر ایک برچھی کی نوک پر رکھ کر معبد کے سامنے بڑے چوک میں دیوار پر نصب کردیا جائے۔ تاکہ بنی اسرائیل کو معلوم ہوجائے کہ خدا ابھی تک ان کا حافظ و ناصر ہے۔ (سپاہیوں سے) تھیلا لے جاؤ اور میری بیگم کے حکم کے مطابق عمل کرو۔

اوزیاس :۔ (سپاہیوں سے جو بس و پیش کر رہے ہیں) لے جاؤ۔ یہ میرا حکم ہے۔

(دو سپاہی تھیلا اٹھا کر باہر کی طرف چلتے ہیں)

ہیگت :۔ دوسرے یہ کہ لوگوں کو چشموں سے پانی لانے کے لئے وادی میں بھیجو۔ تاکہ لوگ پانی بھر کر اور سیر ہوکر پی سکیں۔ اسیری یہ معلوم کرکے کہ ہولوفرنیس قتل ہوگیا ہے۔ چشمے چھوڑ کر بھاگ گئے ہیں اور اپنا تمام لشکر وادی میں بھیجو۔ تاکہ وہ جاتے ہی اسیریوں پر ٹوٹ پڑے۔ اسیری از حد خوفزدہ ہیں اور وہ خدا کی برگزیدہ نسل کا بالکل مقابلہ نہیں کرسکتے۔

اوزیاس :۔ (سپاہی سے) شہر کے ہر مسلح آدمی کو جگا کر میرا حکم سناؤ! کہ وہ فوراً دستے بنا کر خفیہ راستے سے اسیریوں پر حملہ کردیں۔

(سپاہی خوشی کے نعرے لگاتے ہوئے بائیں طرف چلے جاتے ہیں)

ہیگت :۔ یہ ہے میری زبانی میری بیگم کا پیغام!

اوزیاس :۔ تمہاری بیگم کہاں ہے؟ وہ کیوں نہیں آئی؟

ہیگت :۔ وادی میں ایک جگہ چھپی بیٹھی ہے۔ کیونکہ ابھی تک اسیریوں میں ایک ایسا شخص موجود ہے جو خدا سے بالکل نہیں ڈرتا اور وہ ہولوفرنیس کا عاشق خواجہ سرا باگوس ہے اس نے میری بیگم کو قتل کرنے کی قسم کھائی ہے اور وہ وادی کے چپہ چپہ اور راستوں میں میری بیگم کو تلاش کر رہا ہے۔ لیکن وہ اسے ہرگز تلاش نہیں کرسکتا۔

اوزیاس :۔ تم کس طرح جانتی ہو کہ وہ اسے تلاش نہیں کرسکتا؟

ہیگت :۔ اسرائیل کا خدا ایک تیز تلوار کی مانند ہے اور اپنے عبادت گزار بندوں کی حفاظت کرتا ہے۔ میری بیگم نے اپنے تئیں بڑی ہوشیاری سے چھپا رکھا ہے

(بائیں طرف سے چارمس داخل ہوتا ہے)

چارمس :۔ (مسرت سے) اوزیاس وہ کونسا معجزہ ہے جس کی نسبت میں سن رہا ہوں؟

اوزیاس :۔ کوئی معجزہ نہیں بس وہی ہوا جو میں نے اور خاتون جودت نے مل کر تجویز کیا تھا۔ چارمس تم عورتوں اور بوڑھوں کو چشموں پر شہر میں پانی لانے کے لئے لے جاؤ۔ چشمے اب ہمارے قبضہ میں ہیں۔

چارمس :۔ بتامل، عورتیں اور بوڑھے؟ لیکن میں نے تو سنا ہے کہ اسیریوں پر اسرائیلیوں کا حملہ ہونے والا ہے؟

اوزیاس :۔ تحکمانہ، جلدی جاؤ تمہیں اس سے کیا۔ شہر کا حاکم کون ہے؟ میں یا تم؟

(چارمس بائیں طرف جاتا ہے۔ شہر کے مرد و زن داخل ہوتے ہیں اور خوشی سے اچھل رہے ہیں)

آوازیں :۔ (باگوس کی طرف اشارہ کرکے) اسیری! آہا ایک اسیری!!

اوزیاس :۔ اسے قید خانہ میں لے جاؤ۔ اور شہر کے ساتھ زنجیر میں جکڑ دو

ت :۔ آقا اوزیاس یہ نہیں ہو سکتا کیونکہ جس طرح میری بیگم نے یونوفیس کو دھوکہ دیا۔ اسی طرح میں نے انگلیکا کو دھوکا دیا۔ اب یہ میرا غلام ہے۔ لیکن میں نے بیگم کی طرح اس کا سر نہیں کاٹا۔ یہ مجھے بہت پیارا ہے۔ اسے کوئی شخص ہاتھ نہ لگائے۔ (سپاہیوں کی طرف دیکھ کر) نہیں تو میرے غضب کی بجلی اسے جلا کر ڈھیر کر دے گی۔ (ایک آواز سے چونک کر مکان کی چھت کی طرف دیکھتی ہے) ہے یہ کیا؟ میری نوکرانی کے خیمہ میں فاحشہ عورتیں؟ یہاں سے دور ہو جاؤ۔

(عصمت مکان میں چھپ جاتی ہے۔ انگلیکا تیزی سے اس کے پیچھے جاتا ہے۔ قاصد داخل ہوتا ہے)

یاس :۔ اور تم کون ہو؟

صد :۔ (سلام کر کے) کیا میں بتھولیا کے حاکم کے روبرو کھڑا ہوں؟

یاس :۔ ہاں۔

صد :۔ ابھی صبح نہیں ہوئی لیکن شہر کے تمام بازار لوگوں سے بھرے پڑے ہیں اور رستہ میں مجھے کوئی شخص نہیں ملا جو مجھے آقا اوزیاس کے مکان کا پتہ دیتا۔ لیکن یہاں جب میں نے آپ کی صورت دیکھی تو میرے دل نے فوراً گواہی دی کہ ہاں یہی میرا آقا ہے۔

یاس :۔ تمہیں مجھ سے کیا کام ہے؟

صد :۔ میں قاصد ہوں

یاس :۔ جلدی بولو کیونکہ اس وقت شہر کا انتظام کوئی معمولی کام نہیں۔

صد :۔ اور میں بھی کوئی معمولی قاصد نہیں ہوں میں بیت المقدس کے اسقف اعظم یہویقیم کے پاس سے آ رہا ہوں

یاس :۔ (اچھا لہجہ تبدیل کر کے اور قاصد کو ایک طرف لیجا کر) کیا خبر لائے ہو؟

صد :۔ میں یہویقیم کا اجازت نامہ لایا ہوں۔

یاس :۔ کونسا اجازت نامہ؟

صد :۔ بتھولیا کے باشندوں کے لئے اس شراب کے پینے کا اجازت نامہ جو معبد کے پجاریوں کیلئے مخصوص ہے۔

اوزیاس :۔ (جان بوجھ کر متذبذب ہو کر) یہویقیم سے یہ اجازت نامہ کس نے مانگا تھا؟

قاصد :۔ (حیران) آقا اوزیاس نے۔ ایک قاصد بیت المقدس جبکہ اس اجازت نامہ کی درخواست کی تھی۔ میرے آقا کا قاصد سفر تیزی سے گیا۔ وہ بیچارہ وہاں پہنچتے ہی بیمار پڑ گیا اب اس کی جگہ میں آیا ہوں۔ اس نے مجھے شہر کا خفیہ راستہ بتایا تھا

اوزیاس :۔ (تحکمانہ) ہاں ہاں اپنی بے شمار ذمہ داریوں کے باعث میں اس اجازت نامہ کے معاملہ کو بالکل بھول گیا تھا۔

قاصد :۔ (راز داری سے) اور یہویقیم نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپ سے تخلیہ میں کہدوں کہ اگر کسی نے پیاس کی بے تابی میں وہ مقدس شراب پی لی ہے تو اسے معاف کر دیا جائے۔

اوزیاس :۔ آہ!

قاصد :۔ اور یہ لیجئے اجازت نامہ!

(اجازت نامہ دیتا ہے)

اوزیاس :۔ (درشتی سے) اسے اپنے پاس ہی رکھو اور یہویقیم کے پاس واپس لے جاؤ۔ کیونکہ مجھے اب اسکی ضرورت نہیں رہی۔ میں نے یہ صرف حفظ ما تقدم کے لئے مانگا تھا۔ جیسا کہ ہر ایسے حاکم کا فرض ہے جو محصور ہو۔ اور جسکی رعیت پیاس کی وجہ سے جان توڑ رہی ہو۔ لیکن ہم بتھولیا والے وفادار اور ثابت قدم لوگ ہیں۔ ہم نے خدا پر بھروسہ کیا اور اس نے ہمیں مصیبت سے بچا لیا۔ اگر کسی بدبخت نے وہ شراب پی لی ہے تو یہ اس کی نالائقی ہے اور اسے یہویقیم کے حکم کے مطابق معاف کر دیا جائے گا۔

قاصد :۔ لیکن کیا آنے والی مصیبت کے دنوں میں آپ کو اس کی ضرورت نہیں آقا اوزیاس؟

اوزیاس :۔ (تحکمانہ) یہویقیم کے پاس واپس جاؤ اور اس سے کہو کہ خدا نے بتھولیا کو اپنے خادم اوزیاس کی مدد سے اسیری کے پنجہ سے نجات دلا دی ہے۔

قاصد :۔ حیران، میرے آقا آپ کیا کہہ رہے ہیں؟

وزیاس :۔ آج رات ہولوفرنیس کا سر اتار کر اور برچھی کی نوک پر رکھ کر معبد کے سامنے چوک میں نصب کر دیا گیا ہے۔ اسیری عساکر پریشانی میں بھاگ رہے ہیں اور میرا لشکر نیچے اتر کر ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دینے کو تیار کھڑا ہے۔

قاصد :۔ لیکن یہ بات انسانی عقل سے بالاتر ہے!

وزیاس :۔ ہاں یہ واقعی حیرت انگیز ہے:

قاصد :۔ اور جب یہوتیم مجھ سے پوچھے کہ دنیا کے عظیم الشان سپہ سالار ہولوفرنیس کے سر اتارنے کا بیڑا کس نے اٹھایا تو میں کیا جواب دوں؟

وزیاس :۔ تم کہنا کہ اوزیاس نے ہولوفرنیس کی کمزوری سے واقف ہو کر اس کے پاس بھجوا دیا کی ایک عورت جودت کو بھیجا جس نے اس کے مشورہ کے مطابق ہولوفرنیس کو فرشتۂ قتل کر دیا۔

قاصد :۔ یہ ایک ایسا واقعہ ہے جو باپ اپنے بچوں اور اپنے بچوں کے بچوں کو سنائیں گے۔ دنیا اس پر حیران ہو جائے گی۔ اب آپکا خادم آپ سے ایک بات کہنی چاہتا ہے۔ جو گو اس نے خود نہیں سنی۔ لیکن اس کے کانوں تک ضرور پہنچی ہے۔ بیت المقدس کے امراء اور معززین میں یہ چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں کہ اگر آقا اوزیاس نے یہودیہ کو بت پرستوں کے پنجہ سے نجات دلا دی۔ تو اس کے عہدہ میں غیر معمولی ترقی ہوگی اور وہ بلند پایہ ہستیوں میں شمار ہونے لگے گا۔ وزیاس جھکتا ہے، تاہم یہوتیم کو حیران نہ ہونا چاہیئے۔ کیونکہ بیت المقدس میں یہ پہلے ہی مشہور ہے۔ کہ سارے بنی اسرائیل میں اوزیاس جیسا بہادر کوئی شخص نہیں، جو اتنی دلیری اور استقلال سے شہر کی حفاظت کر سکے۔

وزیاس :۔ یہوتیم ضرور حیران ہوگا۔ کہ ایسا حیرت انگیز واقعہ کیونکر ہو گیا۔ لیکن اسے معلوم ہونا چاہیئے کہ اسرائیل کا خدا بڑی طاقت کا مالک ہے۔

قاصد :۔ اسرائیل کے خدا نے بنی اسرائیل کو بچا لیا!

اوزیاس :۔ ہاں اسرائیل کے خدا نے بنی اسرائیل کو میری وجہ سے بچا لیا ہے۔ اب تم جاؤ اور کھانا کھا کر بیت المقدس کو روانہ ہو جاؤ۔

(قاصد سلام کر کے بائیں جانب چلا جاتا ہے)

(بازار میں سے مرد و زن خوشی سے ناچتے گاتے گزرتے ہیں دن ہونے لگی ہے۔ شمعیں زرد پڑ رہی ہیں۔ ہیگت اور انگر مکان سے باہر نکلتے ہیں)

اوزیاس :۔ تم کہاں جا رہی ہو؟

ہیگت :۔ میں صرف پانی پہنچانے اور خوشخبری دینے آئی تھی، آقا اوزیاس! اب میں انگر اور اس کے آدمیوں کے ہمراہ خاتون کو تلاش کرنے اور اسے شہر میں داخل ہونے کے لئے نئی پوشاک دینے واپس جا رہی ہوں کیونکہ اب جبکہ اسرائیلی اسیریوں پر ٹوٹ پڑے ہیں، میری بیگم کو کوئی خطرہ نہیں۔

(اشیر داخل ہوتا ہے)

اوزیاس :۔ تمہیں کس نے رہا کیا؟

اشیر :۔ وہاں کوئی محافظ نہ تھا۔ اس لئے میں باہر نکل آیا۔

اوزیاس :۔ سپاہی سے، اسے پکڑ کر بیڑیاں پہنا دو۔

(شعلے بجھ جاتی ہیں)

ہیگت :۔ یہ نہیں ہو سکتا آقا! خاتون جودت نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں اشیر کو بھی حفاظت کے لئے اپنے ساتھ لاؤں۔ یہ نوجوان اسیریوں کی طرف سے اسرائیل کے خدا کے ایما سے بنی اسرائیل کو آرام اور میری بیگم کو خدا کا حکم پہنچانے آیا تھا۔

اوزیاس :۔ (توقف کے بعد) میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گا کیونکہ یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حاکم شہر بیگم کی عزت افزائی کرے

ہیگت :۔ بیگم کا فرمان ہے۔ کہ آقا اوزیاس سے کہہ دینا کہ وہ استقبال کے لئے شہر کے دروازے میں ٹھہرے، دروازہ کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ اشیر خوشی سے آگے بڑھتا ہے۔ انگر کو کان سے پکڑتی ہے، قدم بڑھاؤ!

اوزیاس :۔ عورتوں کی مکاری تمام علوم سے بالا ہے۔

ہیگت :- دروازے میں پہنچ کر ہو گی۔ لیکن کیا میرا آقا سیخر بیگم کو ناراض کرنا چاہتا ہے؟ آج کا دن یادگار رہیگا!

ذرا دھوپ میں بیٹھئے گا میرے آقا!

(پردہ)

چوتھا باب

دوسرا منظر

منظر :- پہلے باب کی مانند

(چارس سیڑھی کے قریب دروازے میں تنہا کھڑا ہے۔ دروازے سے باہر سے لوگ کبھی کبھی نظر آجاتے ہیں)

وقت :- اس روز بعد دوپہر

چابرس :- (داخل ہو کر چارمس سے) لوگ کہتے ہیں کہ اب بتھولیا میں پانی کی کوئی کمی نہیں۔

چارمس :- ہاں میں نے آج بہت سے مزدوروں کی معیت میں چشموں سے پانی لانے میں سات گھنٹے متواتر محنت کی ہے! کیا اچھا ہوتا۔ اگر اوزیاس مجھے اپنے دماغ درست کرنے کے لئے کوزہ استعمال کرنے کی اجازت دے دیتا! اور اب اوزیاس مجھے دروازہ کی حفاظت کے لئے چھوڑ گیا ہے۔

چابرس :- اوزیاس اسوقت کہاں ہے اور کیا کر رہا ہے؟

چارمس :- وہ شہر سے باہر جا کر جودت اور ان عورتوں کا جو اس سے ملنے کیلئے آگے گئی ہیں۔ استقبال کرنے کھڑا ہے۔

چابرس :- جودت نے کونسا کارنامہ کیا ہے جو استقبال کی تیاریاں ہو رہی ہیں؟ (جلوس کے قریب آنے کی آواز سنائی دیتی ہے۔ چارمس چابرس کو چھوڑ کر دروازے سے باہر جاتا ہے چابرس سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے بلند آواز سے کہتا ہے) شہر کے بازار خالی ہیں۔ میں کہتا ہوں شہر کے بازار خالی پڑے ہیں...
چارمس!!

چارمس :- بیوقوف! شہر کے سارے لوگ باہر گئے ہیں اور اسیری خوف سے مشرق کی طرف بھاگ گئے ہیں۔

چابرس :- تو پھر میں گھر واپس جاتا ہوں، اور خوب پیتا ہوں۔ نہیں نہیں میں یہیں ٹھہروں گا، اور عورتوں کے جلوس کو دیکھوں گا۔

(عورتوں کا جلوس جن میں رحیل بھی شامل ہے دروازے سے اندر داخل ہوتا ہے۔ جلوس کے خاتمہ پر نگرو بیگم ہیں سب سے پیچھے جودت داخل ہوتی ہے اس کی ایک طرف اشیر اور دوسری طرف اوزیاس ہیں۔ شہری اور سپاہی بھی ہیں جو سارے جلوس کے پیچھے پیچھے ہیں)

(رقص)

اوزیاس :- (جودت سے) اے اسرائیل کی بیٹی! خدا تم پر دنیا کی تمام عورتوں سے زیادہ برکت نازل کرے۔ تم یروشلم کا فخر بیت المقدس کی عزت اور بنی اسرائیل کی آبرو ہو۔ چونکہ خدا نے تمہیں ہمارے دشمنوں کے سردار کا سر کاٹنے کی ہمت دی اور تم نے ہماری تباہی و بربادی کا انتقام لے لیا۔

آوازیں :- طاقت والا ہے اسرائیل کا خدا۔

جودت :- ہولوفرنیس شمال کی طرف سے آیا اور ہماری پہاڑیوں پر مسلط ہو گیا۔ اس نے بڑے غرور سے دعویٰ کیا کہ وہ بنی اسرائیل کے شہروں کو جلا کر راکھ کا ڈھیر بنا دے گا۔ ان کے تمام نوجوانوں کو اپنی تلوار کے گھاٹ اتارے گا۔ اور ان کی دوشیزہ لڑکیوں کی عصمت خراب کرے گا۔ لیکن قہار خدا نے انہیں ایک کمزور و ناتواں عورت کے ہاتھوں مایوس کر دیا۔ میرے جوتوں نے ہولوفرنیس کی آنکھوں کی بے حرمتی کی اور میرے حسن نے اس اسیری کے

دماغ کو اسیر کر لیا۔ بس پھر کیا تھا۔ میرا خنجر اس کے گلے میں پیوست ہو گیا۔ اے لوگو! سب اپنے خدا کی حمد و ثنا کرو!!

آوازیں: عظمت والا ہے اسرائیل کا خدا!

اوزیاس: (چارمس سے) چارمس میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ تم سب لوگوں کو معبد کی جانب لے جاؤ! ہاں وہ اسیروں کے جھنڈے کہاں ہیں، جو ہم نے آج چھینے ہیں؛ ہر عورت ایک ایک جھنڈا پکڑ لے اور سب لوگ خاتون جودت کے مکان کے سامنے سے ہٹ جائیں۔

چارمس: (مغرورسے چولا نہ سما کر) آقا اوزیاس میں اس حکم کی تعمیل کے لئے بسر و چشم تیار ہوں۔

(جلوس بائیں جانب جاتا ہے۔ بیگت انگر کے مکان رسید کرتی ہے۔ اور وہ اس کے ساتھ ہو لیتی ہے)

رحیل: (چارمس سے) کیا ہے دادا؟ تم آج پھر گھر سے باہر ہو! (اسے ایک نافرمان بچے کی طرح کھینچ کر لے جاتی ہے۔ جودت، اشیر، اور اوزیاس کے سوا تمام لوگ چلے جاتے ہیں)

اوزیاس: (اشیر سے) اور تم کیوں نہیں گئے؟

جودت: (اشیر سے) نہیں اشیر تم یہیں ٹھہرو!

اوزیاس: (بڑھتے ہوئے جوش کے ساتھ جودت سے) میں بیگم سے تخلیہ میں چند باتیں کرنی چاہتا ہوں۔

جودت: آؤ یہیں کریں۔

اوزیاس: کیا ہم آپ کے مکان پر نہ چلیں، میں اور تم؟

جودت: نہیں اوزیاس میرا مکان تمہارے استقبال کیلئے تیار نہیں۔

اوزیاس: یونہی سہی، لیکن میں اشیر کے روبرو کوئی بات نہ کرونگا۔

جودت: اشیر میرے مکان میں چلے جاؤ۔ اور میرے غریب خانہ کو عزت بخش کر اس میں آرام کرو۔

اشیر: بصد شوق خاتون!

(مکان میں جاتا ہے)

جودت: وہ کونسی اہم باتیں ہیں۔ جو تمہیں فتح و نصرت کی اس مبارک گھڑی میں محسوس کر رہی ہیں اوزیاس؟

اوزیاس: (آپے سے باہر ہو کر) یہ بت پرست اشیر کون ہے؟ جسے تم مجھ پر ترجیح دیتی ہو اور اس کے لئے محبت بھرے اور ملائم الفاظ استعمال کرتی ہو؟

جودت: اشیر کو چھوڑو اور اصل معاملہ کے متعلق کہو۔

اوزیاس: اوہ! اب میں ملائمت سے نہ بولوں گا! تم اچھی طرح جانتی ہو کہ میری بدگمانی کا بے پناہ شعلہ اشیر کے خلاف بھڑک رہا ہے اور ہاں ہولوفرنیس کے خلاف بھی!

جودت: لیکن ہولوفرنیس تو مر گیا ہے!

اوزیاس: کیا قتل ہونے سے پہلے وہ تمہارے ساتھ گناہ کا مرتکب نہیں ہوا!

جودت: خدا شاہد ہے صرف میرا چہرہ ہی تب ہی کی غار میں لے گیا اور میری عزت پر کوئی دھبہ نہیں لگا۔

اوزیاس: برکت والا ہے ہمارا خدا!!

جودت: لیکن تمہیں یہ بات کیوں متاثر کرتی ہے۔ اور میری نیکی کی تمہاری نگاہ میں کیا وقعت ہے!

اوزیاس: بس بس کیا تمہارے لئے ہولوفرنیس کافی نہیں! مجھے اپنی آواز کی شیرینی سے موت کے منہ میں لیجانے کی کوشش نہ کرو تب ہی کچھ گویا نہیں کھیلا ہوں یوں آسانی سے تمہارے فریب میں آجاؤں۔ کیا تم اس حقیقت سے ناواقف ہو کہ میری روح تمہارے عشق میں ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہی ہے اس میں انتظار کرنے کی طاقت نہیں۔ اور اب جبکہ تم نے ایک نمایاں کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ اسکی بے تابی اور بڑھ گئی ہے۔

جودت: نہیں میں نے تو کچھ نہیں کیا۔ بلکہ خدا نے تمہارے ذریعہ بنی اسرائیل کو بچا لیا۔

اوزیاس: یہ کیا کسر نفسی ہے!

جودت: جب میں اشیر کے ہمراہ شہر کی طرف آرہی تھی تو راستہ میں ہمیں بیت المقدس کا قاصد ملا۔ جو تمہاری باتوں سے از حد خوش تھا۔ اس نے ہمیں بتایا کہ تم نے بنی اسرائیل کو بچا لیا ہے اور جو کچھ ہوا ہے تمہارے حکم اور تمہاری حکمت عملی سے ہوا ہے

لیکن افسوس کہ جاسوس قاصد کو یہ کہتے وقت معلوم نہ تھا کہ وہ جودت سے گفتگو کر رہا ہے۔ لیکن میں نے اسے کچھ کہے بغیر چلا جانے دیا۔

اوزیاس :- جودت! جودت!

جودت :- تاہم مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ تم میرے منصوبے سے بالکل بے خبر تھے

اوزیاس :- میری بات کان دھر کر سنو! جودت میں قسمیہ کہتا ہوں کہ میں نے یہ شیخی صرف تمہاری خاطر بگھاری تھی میرا مقصد یہ تھا۔ کہ تم اپنے اس کارنامہ کی وجہ سے بیت المقدس میں بڑی عزت و توقیر کی نگاہ سے دیکھی جاؤگی۔ لیکن تم عورت ہو اور ایک عورت اس قدر عزت کی مستحق نہیں ہو سکتی۔ تاہم میں اپنی اس شیخی کے باعث ضرور ترقی کروں گا اور کسی اچھے منصب پر فائز ہو جاؤں گا۔ اس وقت سارے یہودا میں مجھ سے عالی مرتبہ کوئی نہ ہوگا۔ اور اس طرح تمہاری عزت بھی ہو جائے گی

جودت :- مجھے کسی عزت کی خواہش نہیں۔

اوزیاس :- لیکن میں یہ تمام چیزیں صرف تمہاری خاطر قبول کرونگا میں شہرت اور سلطنت کا خواہشمند ہوں اور تمہاری بھی یہی زن خدمت میں بھی شہرت اور سلطنت پیش کروں گا۔ کیونکہ میں یہ چیزیں صرف تمہارے حسن کو تحفہ دینے کے لئے حاصل کرنا چاہتا ہوں اور اگر میں انہیں تمہیں نہ دے سکا تو میں بنی نوع انسان کو حقارت سے ٹھکرا کر انہیں خاک میں ملا دونگا میری خواہشات اور ارمان خوفناک ہیں۔ کوئی شخص ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ میں آگ میں جل رہا ہوں لیکن اس آگ کی گرمی مجھے طاقتور بنا دیتی ہے۔ میں ماں کے پیٹ میں صرف عزت و عظمت کے لئے ڈالا گیا تھا۔ اور اس نے مجھے صرف شہرت اور حکومت کیلئے جنا تھا۔ یہ وسیع دنیا میرے احکام کے خوف سے کانپ اٹھے گی۔ لیکن پیاری جودت ان تمام باتوں کے باوجود میرا دل تمہاری مٹھی میں ہے

جودت :- میں تمہاری عزت و عظمت سے انکار نہیں کرتی۔

اوزیاس :- یقیناً کیونکہ تم ہی باعزت خاتون ہو اور میری عزت و عظمت تمہارے بغیر کچھ نہیں۔

جودت :- کیا تم میری ایک بات سنوگے؟

اوزیاس :- یقیناً

جودت :- تمہیں کتنی عزت و عظمت نصیب ہو جائے۔ لیکن یہ دغا اور فریب ہمیشہ تمہارے ساتھ رہیں گے۔

اوزیاس :- اور کیا تم نے بھی اپنے اس کارنامہ میں ہولوفرنیس کے ساتھ مکر و فریب سے کام نہیں لیا؟

جودت :- میں نے یہ کام اپنے لئے نہیں بلکہ بنی اسرائیل کے لئے کیا ہے۔ اور میرا یہ مکر و فریب اللہ تعالےٰ کی بزرگی کو قائم رکھنے کے لئے تھا۔ لیکن تمہارا صرف ذاتی شہرت اور عزت کیلئے ہے

اوزیاس :- جودت کیا تم کسی طرح اپنے دل سے یہ نیکی و بدی کے خیالات نہیں نکال سکتیں؟ کیا تم ایک مرد کی حیرت انگیز عظمت کا خیال نہیں کرتیں؟ میں سوائے تمہارے اور کسی کے سامنے مغلوب نہ ہوں گا۔ اور میرے کان سوائے تمہارے حکم کے اور کسی کا حکم نہ سنیں گے۔ میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں جودت! کیا تم قبول کروگی؟ اور کیا تم کسی قسم کے خوف کے بغیر میری محبت کے خوفناک شعلے کے سامنے مغلوب ہو جاؤگی؟ لیکن جواب دینے سے پہلے غور کر لو۔ کہ اگر تم نے وعدہ خلافی کی، تو میں دنیا کی تمام قوموں کو تباہ و برباد کر دونگا۔

جودت :- تم محبت میں بھی اپنی عظمت کی شان کو برقرار رکھنا چاہتے ہو؟

اوزیاس :- کبھی تمہیں بھی مجھ سے محبت تھی!

جودت :- ہرگز نہیں۔ میں تمہارے ساتھ شادی نہیں کر سکتی!

اوزیاس :- تو کیا تم میرے غضب سے خوفزدہ نہیں ہو؟

جودت :- میں جودت ہوں اوزیاس۔

اوزیاس :- تم اشیر کے لئے قیاب ہو۔ کیا ایک عبرانی عورت ہو کر تم ایک بت پرست کافر سے شادی کر لوگی؟

جودت :- اگر میں خدا کا حکم نہ بجا لاتی۔ اور اگر تم گرفتار ہو کر بابل جاتے تو کیا تم خدائے واحد کو چھوڑ کر دوسرے دیوتاؤں کی پرستش نہ کرتے ؟ لیکن اشیر ہمارے خدا پر ایمان رکھتا ہے اور آج وہ بنی اسرائیل کے مذہب میں شامل ہو جائے گا۔

اوزیاس :- نفرت سے، اشیر ایک بت پرست کافر ہے :

جودت :- ہوگا! لیکن مجھے اس سے محبت ہے۔ وہ صرف وہی مجھ پر حکومت کریگا۔

اوزیاس :- اگر مجھے تم سے محبت نہ ہو۔ تو کیا میں جبراً تمہاری صحبت پر مجبور نہیں کر سکتا ؟

جودت :- تم ! تم اوزیاس ہو۔ لیکن میں وہ جودت ہوں جس نے تم سے کئی گنا زیادہ طاقتور ہولوفرنیس کا سر اسکے خیمہ میں کاٹا! اپنی راہ لو اوزیاس اور عزت و عظمت حاصل کرو میں آرام سے اپنے مکان میں رہونگی اور وہاں صرف راستبازی اور انصاف کا دور دورہ ہوگا۔

(جلوس واپس آتا ہے۔ عورتیں اسیری جھنڈے اٹھائے ہوئے ہیں۔ اشیر مکان سے باہر آتا ہے)

جودت :- پجاری اور معمر بزرگ میرے ساتھ مکان میں داخل ہوں تاکہ اشیر کو بنی اسرائیل میں شامل کریں۔ قانون کے مطابق میری اس سے شادی کر دی جائے۔ وہ میرے پاس میرے خدا کا قاصد بن کر آیا تھا۔ اور شادی کے بعد میں اس کی تابع فرمان ہو جاؤں گی۔

پیگنت :- اور اگر کو بھی بنی اسرائیل میں شامل کر لیا جائے کیونکہ اس نے بت پرستی سے توبہ کر لی ہے۔ اب وہ میرا خاوند بن جائے گا۔ لیکن مجھ پر حکومت نہ کر سکے گا۔

اوزیاس :- بھائیو سنو! آج رات میں بیت المقدس جا رہا ہوں۔ مجھے چند اہم امور کے سلسلہ میں وہاں طلب کیا گیا ہے کیونکہ میں نے بنی اسرائیل کو مصیبت سے نجات دلائی ہے اور اب میں بتھولیہ جیسے حقیر شہر میں واپس نہ آؤں گا۔ لیکن عنقریب تم میری بابت حیرت انگیز باتیں سنو گے۔ اور شہر میں آنے والے مسافروں سے غرور سے کہا کرو گے کہ اوزیاس بتھولیہ کا رہنے والا تھا۔ اور کبھی ہم پر حکومت کیا کرتا تھا۔

جودت :- اوزیاس کو عزت و عظمت بخشنے کے لئے بیت المقدس بلایا گیا ہے۔ خدا اسے صحیح سلامت وہاں پہنچائے اور اس کے مذہب میں ترقی کرے !

تمام لوگ :- آمین ! (پردہ)

جناب اوپندر ناتھ صاحب اشک

باہمی سمجھوتہ

افرادِ تمثیل

ڈاکٹر ورما ← نیلا گنبد انار کلی کے ایک دندان ساز
ڈاکٹر کپور ← سرکلر روڈ کے نوجوان ماہر امراضِ چشم
ڈاکٹر برج لعل ← خون تھوک وغیرہ کا معائنہ کرنیوالے ایک ڈاکٹر
مسز ورما ← ڈاکٹر ورما کی بیوی
مسٹر برج لال چند ← مسز ورما کے بھائی
ایک مریض ....
منشی
بلچھن ← ڈاکٹر ورما کے نوکر

پہلا سین

جگہ :- ڈاکٹر ورما کی سرجری کا ویٹنگ روم

وقت :- ۹ بجے صبح

ایک مستطیل کمرہ ہے جسمیں سامنے کی دیوار میں دائیں طرف ایک دروازہ ہے جو سرجری کو جاتا ہے۔ اُسپر اسوقت ایک مونگیا رنگ کے کپڑے کا پردہ لٹکا ہے اس دروازے کے ساتھ بائیں طرف کو سنگر دیوار کے ساتھ ایک کرسی لگی ہے جس کے سامنے بڑا میز پڑا ہے۔ میز پر دائیں طرف ایک ٹیبل میں کچھ کتابیں پڑی ہیں۔ اسکے ساتھ میز کے سطح پر دندان سازی سے متعلق کچھ رسالے ایک دوسرے کے اوپر قرینے سے چنے ہوئے ہیں۔ میز کے بائیں کونے پر ایک سٹیل کی کیبنٹ پڑا ہے جسمیں کاغذ وغیرہ رکھے ہیں ـــــ میز کے بائیں طرف کو ہٹ کر ایک کوچ کا سیٹ لگا ہے جسکے ساتھ چھوٹا میز پڑا ہے۔ بائیں دیوار میں دروازہ ہے جو باہر بازار کے برآمدہ میں کھلتا ہے جس پر پردہ پڑا ہوا ہے ـــــ دیواروں پر مختلف قسم کی دانتوں سے متعلق تصاویر اور موٹو لگے ہوئے ہیں۔ سامنے کی دیوار پر تین موٹو میں ہیں ـــــ منہ جسم کا دروازہ ہے اسکی حفاظت کرو۔ خراب دانت قبر کھودنے والا پھاؤڑا ہے ـــــ

۰ ، فیصدی بیماریاں دانتوں سے پھیلتی ہیں۔"

ڈاکٹر ورما کرسی پر چپ چاپ بیٹھے ہیں۔ میز پر کہنیاں ٹیک کر اور ہتھیلی پر ٹھوڑی رکھے سوچ رہے ہیں۔ عمر کوئی تیس سال۔ ایک پرانا سوٹ پہنے ہیں لیکن صفائی اور احتیاط کے ساتھ۔ بالوں میں سفیدی ابھی سے آگئی ہے۔ باہر گھنٹی بجتی ہے۔ ڈاکٹر ورما جلدی سے ایک میں سے ایک موٹی سی کتاب سامنے رکھکر اسے درمیان میں سے کھول لیتے ہیں۔ اور میز پر کہنی ٹکا کر ہتھیلی پر پیشانی رکھکر بڑے انہماک سے اس کے مطالعہ میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ گھنٹی پھر بجتی ہے۔

دائیں طرف کے دروازہ کا پردہ اٹھا کر ڈاکٹر کپور داخل ہوتے ہیں۔

ڈاکٹر ورما۔ (بدستور کتاب پڑھتے ہوئے) آ جائیے۔ | کپور :- ہیلو ورما

نوٹ :- اس ڈراما کے سب کردار فرضی ہیں۔ دائیں بائیں کا مطلب حاضرین کے دائیں بائیں سے ہے۔

(ڈاکٹر ورما چونک کر کتاب سے نظر اٹھاتے ہیں)

ورما :- (اٹھ کر کھڑے ہو کر ہاتھ بڑھاتے ہیں) ارے تم ہو کپور! میں نے سمجھا کوئی موٹا پیشنٹ (Patient) ہے۔

کپور :- موٹا پیشنٹ

(دونوں ہاتھ ملاتے ہوئے ہنستے ہیں)

ورما :- عام مریضوں کو گھنٹی بجانے کی تمیز کہاں، وہ تو دھنسا دھنس اندر چلے آتے ہیں۔ ویٹنگ روم میں نہ ہوؤں تو اندر سرجری تک چلے آتے ہیں۔ میں نے سمجھا تھا کوئی موٹا اور مہذب پیشنٹ ہوگا (ہنستا ہے)

کپور :- موٹا اور مہذب! (ہنستا ہے)

ورما :- (کرسی کی طرف اشارہ کرکے) بیٹھو! کہو کیا حال چال ہے؟ بیٹھو (خود بھی اپنی جگہ بیٹھ جاتا ہے اور کتاب کو پرے سرکا دیتا ہے)

کپور :- (میز سے کنجیوں کا گچھا اٹھا کر ہے انگلی میں گھماتا ہوا) کسی طرح بسر ہو رہی ہے

ورما :- یہاں تو بھائی اگر یہی حال رہا تو . . . . میں سوچ رہا ہوں کہ اس سب ساز و سامان کو اٹھانے کیلئے بھی دو سو روپیہ درکار ہیں۔ اور پھر دو مہینے کا کرایہ مالک مکان کا سر پر ہو چکا ہے

کپور :- دو مہینے کا!

(کنجیوں کے گچھے کو میز پر رکھ کر ٹانگیں ہلاتا ہے)

ورما :- ہاں ہاں دو مہینے کا۔ پورے ایکسو بیس روپے۔ میں کہتا ہوں یار تم بڑے مزے میں ہو۔ ابھی دو سال نہیں پریکٹس شروع کئے نہیں ہوئے کہ چل نکلے ہو۔ اور پھر کالج کے بعد دو چار سال گھوم پھر کر جو عیش نئے وہ گھاتے میں۔ یہاں تو جب سے ڈگری لی ہے پڑے اسکی جان کو رو رہے ہیں۔

کپور :- تو جگہ کیوں نہیں بدل لیتے

ورما :- پہلے اس خیال میں رہے کہ شروع شروع میں تو ایکدم سارے لاہور کے مریض اس طرف پھٹ پڑنے سے رہے۔ اور جب ایک دو سال بیت گئے تو ایسا شک گزرا کہ جیسے ہی نکلیں گے پر ادھر گرمیوں کے بعد . . . .

کپور :- لیکن ادھر . . . . ہماری طرف تو بالکل ویسے ہی چل رہا ہے

ورما :- سرکلر روڈ کی بات کرتے ہو میاں خوش قسمت ہو کہ پہلے ہی سے اچھی جگہ ڈیرہ جم گیا۔ نت نیا مریض پڑتا ہے۔ سٹیشن سے سیدھا راستہ۔ باہر کے لوگ جو لاہور کے بڑے ڈاکٹروں سے علاج کرانے کو آتے ہیں۔ تمہارے ہی یہاں تو پھنستے ہیں۔ اس طرف کی کیا بات ہے۔ کام خراب ہو جائے تو پروا نہیں۔ بگڑ جائے تو پروا نہیں جب مریض کو پتہ چلتا ہے تو وہ بیسیوں میل دور ہوتا ہے۔ یہاں تو ایسی منحوس جگہ سے پالا پڑا ہے کہ ذرا کام خراب ہو جائے تو دس دس دن مریض جان کھاتا ہے۔ گویا فیس دیکر اس نے ہمیشہ کیلئے ہمیں خرید لیا ہو۔

(بیزاری سے سر ہلاتا ہے)

کپور :- (جیسے کہ ہنسی کے انداز میں بھائی دور کے ڈھول ہی سہانے معلوم ہوتے ہیں۔ مریض تو وہاں کثرت سے آتے ہیں لیکن زیادہ تر ایسے جنہیں شاید تم اپنے ویٹنگ روم میں بھی پاؤں نہ رکھنے دو۔ تمہارے ادھر تو موٹی آسامیاں پھنستی ہیں۔

ورما :- موٹی آسامیاں ہوں (بیزاری سے سر ہلاتا ہے) ان لوگوں کے لئے مال کیا اٹھ گئی ہے۔

کپور :- لیکن میکر نیریٹ تو ہے۔

ورما :- ان میں جو کسی قابل ہیں شملے چلے جاتے ہیں۔

کپور :- اور کالج؟

ورما :- (جیسے مایوسی کی انتہا پر پہنچ کر) وہاں چھٹیاں ہو جاتی ہیں۔

(دونوں چند لمحوں کے لئے خاموش ہو جاتے ہیں۔ کپور اپنی ٹانگیں ہلاتے ہیں اور بے خبری میں کنجیاں گھماتے ہیں۔ اور ڈاکٹر ورما ہتھیلی پر پیشانی رکھ کر سوچتے ہیں)

کپور :- (جیسے کوئی بات سوجھ گئی ہو) میرا خیال ہے۔ کالج کھلے تو دیر ہو چکی ہے۔

ورما :- ہاں دیر تو ہو چکی ہے۔ پر بات دراصل یہ ہے کہ کالجوں میں

ف مریض

ہر سال نئے طلباء داخل ہوتے ہیں۔ چاہیئے تو یہ کہ ہر سال داخلہ کے شروع ہی میں زبردست پراپیگنڈا کیا جائے تاکہ نئے آنے والے طلباء نام سے واقف ہو جائیں۔ پر پراپیگنڈے کے لئے چاہیئے روپیہ اور روپیہ (جیبوں سے خالی ہاتھ نکالتا ہنستا ہے) یہاں بالکل مفقود ہے۔

(باہر سے اخبار پھینکا جاتا ہے۔ کرسی پر بیٹھے بیٹھے ہاتھ بڑھا کر کپور اسے اٹھا لیتا ہے)

ورما: ویسے دکان میری خاصی موقع پر واقع ہے۔ سچ پوچھو چار کالج کے نزدیک ہیں۔ اگر کہیں ٹھیک ڈھنگ سے کالجوں میں پراپیگنڈا ہو جائے تو وارے نیارے ہو جائیں۔ پر اب تو یہ ہوتا ہے کہ جب کوئی لڑکا بار بار ادھر سے گزرنے کی وجہ سے میرے نام سے واقف ہونے لگتا ہے کہ اس کی تعلیم ختم ہو جاتی ہے اور یہ فرسٹ ایئر کے فول ابھی تو اتنی بھی تمیز نہیں کہ انار کلی اور نسبت روڈ میں فرق کیا ہے؟ بس جن لوگوں نے دو سو برس سے مشہور ہیں ان کے ہی یہاں وہ جائیں گے۔ چاہے وہ کتنی مشکل سے ہی حجامت بنوا لیں یہاں تو بانی چاہیئے پراپیگنڈا۔ لگاتار پراپیگنڈا۔

(کپور اخبار دیکھنے لگتے ہیں جس آخری فقرہ سنکر چڑ کر کہتا ہے)

کپور: یہ سب نادانوں کو سمجھانے کی باتیں ہیں۔ ورنہ ہم کونسا پراپیگنڈا کرتے ہیں۔ تم تو پھر بھی اپنے سب سے اچھے دندان ساز ہونے کا، سونے کے دانت امریکن طریق پر لگانے کا، بے تکلیف دانتوں کی کرمیں نکالنے کا اور نہ جانے کس کس کا اشتہار دے سکتے ہو۔ پر ہمیں تو سرے سے اشتہار دینے کی اجازت ہی نہیں۔ اور پھر یہ دے کر چار ہی تو دانتوں کی بیماریاں ہیں۔ یہاں اتنی کہ کوئی شمار نہیں۔ کرنا بھی چاہیں تو کس کس کا پراپیگنڈا کریں۔

(اخبار پر نظریں جما دیتا ہے)

ورما: کیوں تم اپنے ماہر امراض چشم ہونے کا پراپیگنڈا نہیں کرتے۔ میں نے خود تمہارے نوکر کو اشتہار بانٹتے دیکھا ہے.....!

کپور (اخبار پرے ہٹا کر) وہ..... (ذرا ہنستا ہے) وہ تو ابھی میں نے عینکوں کا کام شروع کر دیا ہے۔ نا اس لئے کچھ ضرورت محسوس ہوئی ہے۔ تم تو جانتے ہو ڈاکٹروں کو پراپیگنڈا کرنے کی قطعی اجازت نہیں ہوتی۔

ورما: اخبار کے دو صفحے ادھر بھی دو۔

(کپور بیچ کے دو صفحے نکال کر دیتا ہے۔ دونوں ڈاکٹر ورما بڑے انہماک سے انہیں پڑھنا شروع کر دیتے ہیں۔ لیکن نظر ان کی بس ایک ہی جگہ جمی ہے۔ کچھ لمحہ خاموشی)

کپور: (اخبار پڑھنا چھوڑ کر) میں کہتا ہوں دس سال تک جو عیش کئے۔ وہ زندگی بھر یاد رہیں گے۔ بعد کو بھی کچھ ایسا برا نہیں رہا۔ پر اب جب سے یہ پریکٹس کا بندھن پڑا ہے۔ بس اتنی مصروفیت ہے کہ زندگی دوبھر ہو گئی ہے۔

ورما: (وہیں نظریں جمائے ہوئے) میں تو آج بھی کالج کا سماں باندھ دوں پیسہ چاہیئے۔

(دونوں پھر انہماک سے اخبار پڑھتے ہیں)

ورما: (اخبار سے نظر ہٹا کر) بات یہ ہے کہ تمہارے یہاں نت نئے مریض آتے ہیں۔ اور پھر آنکھ، ناک، کان، پھیپھڑے، سہال، دل اور نہ جانے کس کس مرض کا علاج کرنے والی ایک ہی ایم بی بی ایس کی ڈگری تمہارے پاس ہے۔ یہاں تو بس ڈینٹسٹ ہیں۔ اور دندان ساز تم جانو کسی کے پیٹ میں درد ہو تو اسے دوائی تک نہیں دے سکتا۔ انے گنے مریض آتے ہیں پر روز روز تو انکے دانت بھی نہیں دکھتے۔۔

(پھر اخبار پر نظریں گاڑ دیتا ہے)

کپور: کمبخت کوئی ایسی دوائی بھی تو نہیں کہ دانت اکھاڑتے وقت دوسرے دانت پر لگا دو، تو اسے بھی اکھاڑنے کی نوبت آجائے۔

(خود ہی قہقہہ مار کر ہنستا ہے۔ اور پھر اٹھ کر پیچھے ہاتھ باندھے کمرے میں گھومتا ہوا اخبار پڑھتا ہے۔ ڈاکٹر ورما جیسے ایک ایک خبر کو ازبر کر رہے ہیں)

کپور :۔ (اخبار بند کرکے میز کے پاس آکر) میں کہتا ہوں ورما اگر ایسی دوائی تمہارے پاس ہوتی، تو پھر تمہارے سارے پیشنٹ اپنے سارے دانت اکھڑوائے بغیر تم سے چھٹکارا نہ پاسکتے۔

(وہ ہنستا ہے۔ ڈاکٹر ورما بدستور اخبار پر جھکے ہیں اور ایسی نظر آتا ہے جیسے اخبار کو چھید کر میز کو چھیدنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ کپور پھر اخبار پڑھنے لگتا ہے)

کپور :۔ (پھر رک کر) اچھا یہ چیمبرلین صاحب اب روم جا رہے ہیں۔ کس چیکوسلواکیا کی باری ہے۔

(ڈاکٹر ورما کوئی جواب نہیں دیتے۔ ڈاکٹر کپور پھر کوئی خبر پڑھنے میں منہمک ہو جاتے ہیں)

ڈاکٹر ورما :۔ (اچانک اٹھ کر اور کپور کے پاس جا کر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے) دیکھو کپور تم میرے دوست ہو

(کپور اخبار بند کر دیتا ہے)

ورما :۔ ہم دونوں بچپن میں اکٹھے کھیلے کودے اور پڑھے ہیں۔ ہم تم سے میرا کچھ پردہ بھی نہیں۔

(ڈاکٹر کپور تجسس آمیز نظروں سے ورما کی طرف دیکھتے ہیں)

ڈاکٹر ورما :۔ اس لئے میں تم سے یہ بات کہنے کا حوصلہ کر رہا ہوں دیکھو اگر کچھ ناگوار گذرے تو خیال نہ کرنا۔

کپور :۔ (بیتابی سے) کہو، کہو!

ورما :۔ بات یہ ہے کہ آمدنی کا جو حال ہے۔ وہ تمہیں معلوم ہو چکا ہے۔ اب چھ سال اسی جگہ بیت گئے ہیں۔ کچھ لوگ مجھے جانتے بھی ہیں۔ یہ دو چار گاہکوں کے بیٹھے ٹھیک نہیں گزرتے سو انکے خوف سے اب میں دوکان چھوڑنا چاہتا نہیں۔ اس سلسلہ میں میں تم سے کچھ امداد کی توقع رکھتا ہوں!

کپور :۔ میں حاضر ہوں کہو میں کیا کر سکتا ہوں؟

ورما :۔ دیکھو تمہارے پاس مختلف بیماریوں میں مبتلا کئی طرح کے مریض آتے ہیں۔ یقین غالب ہے کہ ان میں سے کسی نہ کسی کو دانتوں کی بھی تکلیف ہوتی ہوگی۔ تم ان سے میرے نام کی سفارش کر سکتے ہو۔

کپور :۔ میں بصد شوق ایسا کروں گا۔

ورما :۔ ٹھہرو! (بڑھ کر دراز سے اپنا وزٹنگ کارڈ نکالتا ہے) جب کسی سے میرے نام کی سفارش کرو، تو اس کارڈ کی پشت پر اپنے دستخط کرکے اسے دیدو —— میں اس سے جو فیس وصول کرونگا اس میں سے —— دیکھو کاروبار آخر کاروبار ہے پچیس فیصدی کمیشن تمہیں دے دوں گا۔

کپور :۔ یہ سب فضول بات رہنے دو۔ کمیشن ومیشن رہنے دو۔ میں حتی المقدور تمہارے لئے کوشش کرونگا کسی کو ضرورت نہ بھی ہو تب بھی اسے ضرورت محسوس کرا دونگا۔ یہ تو تم سے سیکھ ہی لیا ہے (اخبار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) کہ ۵۰ فیصدی بیماریاں دانتوں سے پیدا ہوتی ہیں۔ (قہقہہ لگاتا ہے)

ورما :۔ پھر تو ٹھیک ہے!

کپور :۔ نہیں میں ضرور بھیجونگا پر یہ کمیشن کا جھگڑا رہنے دو۔

ورما :۔ دیکھو بھائی یہ تو بزنس ہے (Business is Business) ان چھوٹی چھوٹی باتوں کی پرواہ نہیں کرتے خوشحال آدمی جو مریض بھی تمہارے یہاں آتے ہیں اور یہ حقیر سی رقم تمہارے لئے کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ پر تمہارے دوست کے لئے تو رکھ سکتی ہے نہیں ... روپے کی اتنی ضرورت نہ بھی ......

کپور :۔ تم سے کس کمبخت نے کہا ہے، کہ مجھے روپے کی ضرورت نہیں، گھر سے کماتا پیتا ہوں تو کیا۔ باپ نے پڑھا دیا، ہنر سکھا دیا اب کماؤ اور کھاؤ۔ مریض آتے ہیں پر یہاں ہمیشہ دیوالہ پٹا رہتا ہے۔ آمدنی ہے تو خرچ ہے۔ لیکن اب اتنا بھی گیا گذرا ہوں کہ تم سے کمیشن لوں گا؟

ورما :۔ یہ تو کاروبار ہے اور پھر تم سمجھ لینا کہ تم کمیشن کے لئے یہ کام نہیں کر رہے، بلکہ صرف ایک دوست کی امداد کے خیال سے

کپور :۔ نہیں نہیں۔ دیکھو ایک طرح سے میں کمیشن لے سکتا ہوں

(ورما سوالیہ آنکھوں سے اس کی طرف دیکھتا ہے)

کپور :۔ اور وہ یہ کہ تم میرے نام کی سفارش کر دو۔ اب اس میں جذبات کی گنجائش نہیں ....

ورما :- چونکہ، تمہارے نام کی!

کپور :- ہاں تمہارے جو مریض عینک لگوانا چاہتے یا جنکی نظر کمزور ہو ان سے تم میرا نام تجویز کر دو۔ (جیب سے اپنا وزٹنگ کارڈ نکالتا ہے) دیکھو کارڈ ان پر صرف رائل آپٹیشنز Royal Opticians لکھا ہے۔ میں اپنے نام کو اس کے ساتھ چسپاں کرنا نہیں چاہتا۔ بس تم اس کارڈ کی پشت پر دستخط کر دینا۔ میں تمہیں دس فیصدی کمیشن دے دوں گا۔

ورما :- تم مذاق کرتے ہو۔

کپور :- نہیں مذاق کیا۔ اس میں حرج ہی کیا ہے۔ نفع ہی نفع ہے۔ تمہیں تو محنت ہی کرنی پڑتی ہے۔ یہاں تو جاپان سے آتا ہے

(قہقہہ لگاتا ہے)

ورما :- اچھا اچھا! لیکن کمیشن ۲۵ ہی رہنے دو

کپور :- ٹھیک! (میز پر عینک رکھ کر ہاتھ ملاتا ہے) اچھا تو مجھے اب چلنا چاہیے۔ مریضوں کا وقت ہو گیا ہے۔

(دونوں کا ہاتھ ملتے ہوئے دروازے تک آتا ہے)

ورما :- تو یہ بات ہی سمجھوتہ ہو گیا

کپور :- ہاں ہاں!

(ہاتھ ملا کر دروازے سے باہر جاتا ہے)

ورما :- تو اب خیال رکھنا!

کپور :- (باہر سے) تم بھی۔

ورما :- کیوں نہیں، کیوں نہیں، پر اگر تم نے چاہا تو کسی ہی تمہیں کچھ نہ کچھ کمیشن میرے یہاں بھجوانا پڑے گا۔

کپور :- (باہر سے) شاید تمہیں مجھے بھجوانا پڑے۔

(باہر سے قہقہہ کی آواز آتی ہے جو آہستہ آہستہ دور ہوتی جاتی ہے)

(پردہ)

دوسرا سین

جگہ :- ڈاکٹر ورما کے گھر کا ایک کمرہ   **وقت** :- نو بجے رات

(دروازے اسی طرح ہیں جس طرح پہلے سین میں ہیں۔ سامنے کی دیوار کا دائیں طرف کا دروازہ سیڑھیوں میں کھلتا ہے اور باہر اس دروازے کے ساتھ ہی رسوئی ہے۔ جس سے دروازہ کھلنے پر روشنی دکھائی دیتی ہے۔ بائیں طرف کا دروازہ ایک دوسرے کمرے میں جاتا ہے۔
کمرہ سے بیک وقت کھانے کے اور سونے کے کمرے کا کام لیا گیا ہے۔ سیڑھیوں کے دروازے کے ساتھ ہی بائیں طرف دیوار کے ساتھ ایک گول میز لگا ہوا ہے۔ جس کا میز پوش قدرے میلا ہو گیا ہے۔ اس کے گرد چار پانچ پرانی کرسیاں پڑی ہیں۔ میز کے ساتھ بائیں طرف سامنے کی دیوار کے کونے میں ایک پلنگ بچھا ہے۔ دوسرا پلنگ دائیں طرف کی دیوار کے ساتھ لگا ہے۔
دائیں اور بائیں دیواروں سے کھونٹیاں لگی ہوئی ہیں جن پر کچھ کپڑے ٹنگے ہیں۔ کمرے میں چھت پر لٹکے ہوئے ایک بجلی کے قمقمے کی مدھم روشنی ہے
پردہ اٹھتے وقت کمرہ بالکل خالی ہے)

(سیڑھیوں سے ڈاکٹر ورما کی آواز آتی ہے)

ورما :- شیلا! شیلا!!

مسز ورما :- (دوسرے کمرے سے) آئی!

(ورما کمرے کا دروازہ کھول کر اندر آتے ہیں اور ادھر ادھر دیکھتے ہیں۔ پھر)

ورما :- ادھر بھی نہیں، آخر کدھر ہو! شیلا...... شیلا!!

مسز ورما :- (بدستور دوسرے کمرے سے) کہہ تو رہی ہوں آئی آئی

ڈاکٹر ورما :- (قدرے خفگی سے) آئی کہاں؟ جانے تم رہتی کہاں ہو کبھی وقت پر میں نے تمہیں یہاں نہ دیکھا، دن بھر کا تھکا ماندہ دکان سے آتا ہوں، پر تمہارا..........

مسز ورما :- (اسی کمرے سے) میں کہتی ہوں آتے ہی یہ شور کیا مچا دیا۔ تین تین پیغام تو دن بھر میں نے بھیجے پر دو منٹ کے لئے

آپ سے آیا نہ گیا۔ راہ دیکھتے دیکھتے آنکھیں پک گئیں۔

(مسز ورما بڑبڑاتی ہوئی دروازے کو پاؤں سے دھکیل کر داخل ہوتی ہے)

اب بڑے آئے ہیں وقت پر آنے والے۔

ڈاکٹر ورما :۔ (لڑکے سے کوٹ اتارتے ہوئے) میری راہ دیکھتے دیکھتے آنکھیں پک گئیں ہوں گی تو میں غریب تو وہ کلرک بھی نہیں جس کی بیوی مہینہ بھر تنخواہ کے دن اس کے انتظار میں زرش پہ آنکھیں بچھائے

مسز ورما :۔ تو کیا میں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

(ورما سے کوٹ لیتی ہے)

ڈاکٹر ورما :۔ نہیں نہیں۔ آنکھیں تو تمہاری ضرور پک گئی ہوں گی۔ لیکن آخر آج یہ مہربانی کیوں؟

(مسکراتا ہے)

مسز ورما :۔ دن میں تین بار لالہ کا آدمی پھر گیا ہے۔ معلوم ہے دھمکی دے گیا ہے کہ آج روپے نہ ملے تو سودا دینا بند کر دیا جائے گا۔

(کوٹ کھونٹی پر لٹکا دیتی ہے)

ورما :۔ لاحول ولا قوۃ۔ میں سمجھا تھا کہ آج تم نے خاص اپنے ہاتھوں سے کوئی خوش ذائقہ چیز تیار کی ہے (ہنستا ہے)

مسز ورما :۔ (واپس آتے ہوئے) اور دھوبی تین بار آ چکا ہے اس کی بھاوج لڑ کر بھاگ گئی ہے۔ اسے منانے کے لئے جانا ہے اسے کہتا ہے میرا حساب بے باق کر دو۔

(ورما صرف سیٹی بجاتے ہیں اور اسکیٹ نذر کر دیتے ہیں)

مسز ورما :۔ (اسکیٹ لیتے ہوئے) اور مہترانی الگ جان کھائے جاتی ہے (جا کر اسکیٹ کھونٹی پر لٹکا دیتی ہے) میں کہتی ہوں کون سے بڑے پیسے ہیں اس کے۔ کیا اتنے سے بھی رہ گئے۔ اور پھر دودھ والا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

(ورما کانوں پر ہاتھ رکھتے ہیں)

ورما :۔ بس بس! کچھ کل کیلئے بھی اٹھا رکھو۔

مسز ورما :۔ میں کہتی ہوں۔ اگر یہ موئی دکان نہیں چلتی۔ تو اسے اٹھا دو اس سے تو بھیک مانگ لینا اچھا!

ورما :۔ دیکھو شیلا! اب بس کرو میں آج جھگڑا کرنے کی موڈ

(مسکرا کر) جی بالکل نہیں۔ میں آج بہت خوش ہوں

مسز ورما :۔ خاموشی سے سوئیٹر بنتی ہے۔ پھر پاس آ کر قدرے نرم لہجہ میں) کہئے کوئی سیٹ ملا؟[1]

ورما :۔ سیٹ! ایک ایکسٹریکشن تک بھی نہیں۔ لیکن وہ سکیم سوچی ہے کہ ایکسٹریکشنوں اور سیٹوں کی بھرمار ہو جائے۔

مسز ورما :۔ (منہ بنا کر) جانتا ہے بس رہنے دو اپنی سکیمیں سن سن کر کان پک گئے۔ پیسہ تو کبھی آتا نہیں۔ الٹا پاس ہی کا کچھ چلا جاتا ہے۔

ورما :۔ میں کہتا ہوں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

مسز ورما :۔ ابھی نہیں دیجئے اپنی سکیمیں اپنے پاس (نوکر کو آواز دیتی ہے) (منڈو لا ہاتھ دھلا ان کے (ڈاکٹر ورما سے) اب آرام سے بیٹھ کر کھانا کھائیے۔ اور ابھی کسی کو پیٹ کی آگ بجھانی ہے اور پھر اتنا کام سر پر ہے

ڈاکٹر ورما :۔ میں کہتا ہوں یہ سکیم ہی ایسی ہے کہ پہنچنے لگے یہ پیشگی ڈنک آتے ہوں گے۔

(منڈو دروازے سے جھانکتا ہے)

منڈو :۔ کیا کہا بی بی جی؟

مسز ورما :۔ (جل کر) تو نے سنا نہیں۔ میں تو ہار گئی ان نوکروں کے مارے۔ کانوں میں جانے روئی ڈال رکھتے ہیں۔ اب بڑبڑ کیا تک رہا ہے جا پانی لا ان کے ہاتھ دھلا!

ورما :۔ ہاں ہاں۔ جلدی لا پانی: چل (بیوی سے) دیکھو وہ سکیم یہ ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

مسز ورما :۔ پہلے میں ایک کوڑی بھی نہ دوں گی کانی کوڑی بھی نہیں میرے پاس اب کچھ نہیں رہا۔ اس ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

ورما :۔ (جیسے تھک کر) ارے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میں کہتا ہوں ایک پیسہ بھی تمہیں دینا نہیں پڑے گا۔ (ذرا سنجیدہ ہو کر) دراصل شیلا

---

(۱) دندان ساز کے پاس کر کوئی اپنے سامنے دانت نقلی لگوانے کیلئے آئے تو اسے سیٹ کہتے ہیں۔ ایکسٹریکشن دانت نکالنے کو کہتے ہیں۔

ت تو سن کر میں کہتا ہوں، تم بات سنتی نہیں کرلے اڑتی ہو سکیم تو یہی سوچی ہے۔ کہ باہر کے مریض ہمارے یہاں بھی آنے لگیں۔

(منذر دروازہ کھول کر جاتا ہے)

منذر:۔ بابو جی ڈبل لاؤں۔

ورما:۔ (چیخ کر) تمہیں کس نے آواز دی ہے۔ بیٹھ جاکر جب ضرورت ہوگی بلالیں گے۔ (دھیرے سے بیوی کی طرف مخاطب ہوکر) (دراصل) اس طرح کہ ڈاکٹر کپور سے میں نے کہا ہے۔ کہ تمہارے مریضوں میں جنہیں دانتوں کی تکلیف ہو ان سے تم میرے نام کی سفارش کردو۔

(مسز ورما ہنستی ہے)

مسز ورما:۔ میں کہتی ہوں . . . . . . (پھر قہقہہ لگاتی ہے) یہی آپ کی وہ سکیم تھی جس کے لئے اتنی تمہید باندھی گئی۔

(پھر ہنستی ہے)

۔ (ہنس) ہنس میں ہنستے ہنستے مرجاؤں گی۔ بھلا کپور کو کیا غرض پڑی کہ وہ آپ کے یہاں مریض بھیجتا پھرے

ورما:۔ (چٹخارے میں چینک کر) تم سمجھتی تو کچھ ہو نہیں۔ اس کے ساتھ میں نے کمیشن طے کر لیا ہے۔

مسز ورما:۔ (ذرا سنجیدہ ہوکر جیسے سمجھنے کی کوشش کرکے) کمیشن!

ورما:۔ ہاں کمیشن ۲۵ فیصدی۔ جن مریضوں سے وہ میری سفارش کرکے بھیجے گا ان سے میں جو فیس لوں گا۔ اس کا پچیس فیصدی میں ڈاکٹر کپور کو بھیج دوں گا۔

مسز ورما:۔ چپ

ورما:۔ (خوشی سے) اور کونسا وہ میں اپنی جیب سے دوں گا۔ ارے اتنی ہی زیادہ میں ان سے فیس چارج کرونگا۔ بھلا اپنی فیس میں کہیں چھوڑ سکتا ہوں؟

مسز ورما:۔ چپ

ورما:۔ (اٹھ کر کھڑا ہو جاتا ہے) اور صرف کمیشن تو مجھے صرف ایک ہی دینا پڑے گا۔ اگر میں نے اس کا کام ٹھیک کردیا تو مریض بس میرا ہو گیا۔ پھر وہ اگر دس بار آئے تو کوئی دس بار میں تھوڑی ہی کمیشن دوں گا۔ بس پہلی بار جو دیدیا سو دے دیا۔ اور پھر ایک مریض کا کام اگر تسلی بخش ہو جائے تو سمجھو دس مریض اپنے لگ گئے جانے کتنوں سے پھر وہ میرے نام کی سفارش کرے۔ اور پھر ان سب پر بھی کمیشن دینے کی ضرورت نہیں۔

(جیسے قلعہ فتح کرکے بیٹھ جاتا ہے اور سگرٹ نکالتا ہے۔ بیوی کچھ لمحہ تک گم سم رہتی ہے پھر)

مسز ورما:۔ ہاں یہ سکیم آپ کی اچھی ہے۔

ورما:۔ پر ایک ہی دقت ہے۔

مسز ورما:۔ (چونک کر) دقت؟

ورما:۔ ہاں بات یہ ہے۔ کہ کپور نے ساتھ ساتھ عینکوں کا کام بھی شروع کر دیا ہے اور وہ اس بات کی امید رکھتا ہے۔ کہ میں بھی اسے کوئی آنکھوں کا مریض بھیجوں!

مسز ورما:۔ چپ

ورما:۔ وہ بھی مجھے ۲۵ فیصدی کمیشن دے گا۔

مسز ورما:۔ تو ٹھیک ہے اور اس سے دونوں کو دوہرا فائدہ ہوگا

ورما:۔ (جیسے مجبوری کے ساتھ) دوہرا فائدہ تو ہوگا۔ پر بات یہ ہے کہ ان دنوں میرے پاس مریض ویسے ہی کم آتے ہیں اور پھر ہو سکتا ہے ان میں آنکھوں کا مریض ایک برس تک کوئی نہ آئے

(چپ چاپ کھانا کھاتے رہتے ہیں مسز ورما جواب نہیں دیتی صرف سوچ رہی ہے)

ورما:۔ (ایک دو لقمے کھاکر) اور اگر میں کوئی مریض نہ بھیج سکا تو کپور کو شاید یاد بھی نہ رہے۔ آدمی تو نیا ہے۔ (رک کر) لالچی بھی وہ کسی نہ کسی پر پیسے والا ہے۔

(مسز ورما جواب نہیں دیتی۔ چپ چاپ سوچ رہی ہے۔)

ورما:۔ اب اگر تم ذرا مدد کرو تو مشکل آسان ہو جائے۔ میں چاہتا ہوں کہ کسی طرف سے مریض جلدی آنے لگیں۔ اگر ادھر سے کچھ آسرا ہو تو دوسرے ڈاکٹروں سے بھی بات کروں۔

مسز ورما:۔ (چونک کر) میں مدد کروں!

پرتول:- کیسے جیجا جی۔

(جیجا جی چپ چاپ کھانا کھائے جاتے ہیں)

مسز ورما:- بات یہ پرتول! کہ تمہارے جیجا جی ڈاکٹر کو اپنی مدد کرنے کے لیے کمیشن دیں گے۔

پرتول:- مدد کے لئے کمیشن دیں گے جیجا جی؟ ڈاکٹر کو یہ کو . . .

مسز ورما:- بات یہ ہے کہ یہ . . . .

ورما:- (زور سے چمچہ تھالی میں پھینکتے ہوئے) بکواس! (ناشکرا) بات یہ ہے پرتول کہ وہ سرکلر روڈ پر جو نئے ڈاکٹر ہیں نلکو! ماہر امراض چشم۔ ان سے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ وہ مجھے دانتوں کے مریض بھیجا کریں اور میں انہیں آنکھوں کے مریض بھیجا کروں گا اور ہم جو فیس لیں۔ اس میں ۲۵ فیصدی ایک دوسرے کو دے دیں۔ یہ باہمی سمجھوتہ ہمارے درمیان طے ہوا ہے اس سے ہم دونوں کا دوہرا فائدہ ہوگا۔

پرتول:- ہاں یہ خوب ہے۔

مسز ورما:- ہاں خوب تو ہے۔ پر تم ابھی کچھ مدد کرو تو!

پرتول:- میں مدد کروں؟

ورما:- بھائی تم کل ان کے یہاں چلے جانا۔ کہنا جب پڑھتا ہوں تو آنکھیں دکھنے لگتی ہیں۔ پیشانی پر درد سا ہونے لگتا ہے ذرا دیکھئے کہ مایوپیا تو مجھے نہیں؟

پرتول:- مایوپیا! میں تو بیس کے بجائے تیس فٹ سے چارٹ کی آخری سطر پڑھ سکتا ہوں۔

ورما:- تم بھی بس وہ ہو۔ ارے کوئی سچ مچ عینک تھوڑے ہی لگوانی ہے۔ بات یہ ہے کہ تمہیں کپور نے کبھی دیکھا نہیں۔ اور تمہیں یہ بتانے کی ضرورت بھی نہیں کہ تم میرے رشتہ دار ہو۔ تم کہنا کہ میں ان کا مریض ہوں۔ اور انہوں نے آپ کا نام تجویز کیا ہے۔ ایک کارڈ تم مجھ سے ان کے لئے لیجا جس پر میں اپنے دستخط کروں گا کارڈ دے دینا۔ اور اپنی تکلیف وغیرہ کچھ بھی۔ ہاں یہ بھی بیان کر دینا اگر اس نے عینک کے لئے آنکھوں کا معائنہ کرنا چاہا تو ریٹ پوچھ کر چلے آنا وہ سمجھے گا کہ مجھے اس کا خیال ہے۔

پرتول:- نہیں نہیں جیجا جی! یہ کام مجھ سے نہ ہوگا۔

(ڈاکٹر ورما بیوی کی طرف ایسی نظروں سے دیکھتے ہیں گویا دیکھ لیا تمہارا بھائی ہے اور پھر جا کر روٹی پر جی کا بخار نکالنا شروع کر دیتے ہیں)

پرتول:- نہیں جی مجھ سے یہ دھوکا نہیں ہو سکتا۔

ورما:- (منہ پھلا کر) دھوکا

مسز ورما:- (شکایت بھرے لہجہ میں) دیکھو پرتول اپنے جیجا جی کا اتنا کام بھی تم سے نہیں ہو سکتا؟

(مایوس سی آنکھوں سے اس کی طرف دیکھتی ہے)

پرتول:- پر دیکھو بہن . . . . . .

مسز ورما:- جاؤ ہٹو اتنا کام بھی نہیں کر سکتے؟

(منہ پھیر کر جلدی جلدی سویٹر بنتی ہے)

پرتول:- (ذرا نزدیک آ کر زمین کی طرف دیکھتا ہوا) میں کہتا ہوں میں چلا تو جاؤں گا۔ پر مجھ سے چپ نہ بیٹھا رہا جا سکے گا۔ اگر اس نے آنکھیں دیکھنی شروع کر دیں . . . . . .

ڈاکٹر ورما:- (تلخ کر) کر دیں تو پھر کیا ہو گیا۔ کیا ہو گیا ہے۔ تم چپ چاپ بیٹھے انہیں دیکھنے دینا۔ جو دوائی وہ ڈالیں ڈالنے دینا۔ یا عینک لگوانے کو کہیں تو نسخہ کروا لینا۔ روپے کچھ تمہیں میں دے دوں گا۔ ارے ٹیسٹ کی جو انہیں فیس دی جائے گی۔ اس کا ۲۵ فیصدی تو ہمارے یہاں ہی آ جائے گا۔ اور اگر اس نے دو بھی مریض بھیجے تو سب کسر نکل جائے گا۔ ذرا کچھ لمحوں کے لئے چپ بیٹھے رہنا

مسز ورما:- ہاں ہاں، جو کام کرنا ہوتا ہے کرنا ہی ہوتا ہے۔

پرتول:- اچھا میں کل صبح چلا جاؤں گا۔ کالج جانے سے پہلے۔

(چلا جاتا ہے)

ڈاکٹر ورما:- (انتہائی مسرت سے) میں کہتا ہوں شیلا یہ سکیم اگر کامیاب ہو گئی تو میں شہر بھر کے سب ڈاکٹروں سے کمیشن طے کر لوں گا اور پھر اس مکان یا دکان کے کرائے کی بساط ہی کیا ہے۔ کتنے ڈاکٹر ہیں لاہور شہر میں۔ کل ہی دیکھو برج لال سے بات کروں گا۔ نوکر کو آواز دیتا ہے۔ (منڈو او منڈو)۔

دکھے۔ تو وہ ویٹو نائی سے جا کر نکلوا دیتا ہے۔

ورما :- ویٹو نائی سرجن ہے کوئی!

مریض :- جی وہ تو نائی ہے۔

ورما :- ماحول رنا تو ۃ۔ آپ لوگ بھی کیا خوب ہیں۔ آپ کو معلوم نہیں کسی ایسے ویسے سے دانت نکلوانے سے کتنے خطرناک نتائج برآمد ہو سکتے ہیں۔ ایک تو تکلیف بہت ہوتی ہے۔ دوسرے داڑھ ٹوٹ جائے تو پھر کئی دن آدمی بستر پر پڑا رہتا ہے۔ اور ناسور ہو جائے تو جان جوکھم میں پڑ جاتی ہے۔

مریض :- (کانپتا ہے) آپ کے..... آپ کے یہاں کیا بالکل تکلیف نہیں ہوتی!

ورما :- بالکل نہیں۔ سوئی برابر بھی نہیں

مریض :- تو دیکھئے ڈاکٹر صاحب (اٹھ کر منہ کھولتا ہے) میں نے دائیں داڑھ ویٹو نائی سے نکلوائی تھی۔ خون الگ نکلا، اور پندرہ دن بخار سے پڑا رہا — لیکن اب بھی بار ہا وہ ٹیس اٹھتی ہے۔ کہ جان لبوں پر آ جاتی ہے.....

(بلچرن داخل ہوتا ہے۔ مریض بدستور منہ کھولے کھڑا ہے)

بلچرن :- اوزار میں نے سب صاف کر کے ترے میں رکھ دیئے ہیں

ورما :- تو کیا انہیں ابالا نہیں۔

(بلچرن قصوروار کی طرح چپ ہے)

ورما :- میں کہتا ہوں کھڑے دیکھ کیا رہے ہو۔ کتنی بار کہا ہے۔ کہ جب ایکبار داڑھ نکالوں تو اوزاروں کو جا کر ابال لیا کرو۔ جاؤ۔ اب جلدی کرو۔

(بلچرن جاتا ہے)

ورما :- (مریض سے) آپ کچھ دیر تشریف رکھیں۔ بات یہ ہے۔ کہ اس بیوقوف نے ابھی اوزاروں کو ابالا نہیں۔ اور ایک آدمی کے منہ میں جو اوزار جائے اسے بنا ابالے ہی دوسرے کے منہ میں نہ لگانا چاہئے۔ میں نے ابھی ایک مریض کی داڑھ نکالی ہے۔ دوسرے ڈاکٹر اس بات کا خیال نہیں رکھتے لیکن میں اس معاملے میں نہایت محتاط رہتا ہوں۔

مریض :- (منہ بند کر کے بیٹھتا ہوا) کیوں نہیں، کیوں نہیں آپ لائق جو ٹھہرے۔ ہمارے ڈاکٹر صاحب نے آپ کی بڑی تعریف کی ہے۔ میں تو آتا ہی نہ تھا۔ انہوں نے دانت دیکھے تو کہنے لگے ان کا علاج جلدی کرو نہیں تو دانتوں سے ہاتھ دھونے پڑیں گے اور دانتوں کے بعد آنکھوں کی باری آئے گی۔

ورما :- ایک آنکھوں پر ہی کیا موقوف : میں کہتا ہوں دانتوں کی خرابی کیوجہ سے قبض، دانتوں کی خرابی کیوجہ سے پیچش، دانتوں کی خرابی کیوجہ سے اسہال دانتوں کی خرابی کیوجہ سے دل کی دھڑکن، دوران سر جوڑوں کی درد، گنٹھیا، اور (آواز بھاری کر کے) موت تک واقع ہو جاتی ہے (مریض کانپتا ہے) جتنے ہڈیوں کے ڈھانچے، چندھی آنکھوں اور پچکے گالوں والے لوگ آپ کو نظر آتے ہیں، وہ دانتوں کے ہاتھوں ہی تو ستائے ہوئے ہیں۔ وہ دیکھئے (.... موٹو پڑھتا ہے)

منہ جسم کا دروازہ ہے۔ اسکی حفاظت کرو

خراب دانت قبر کھودنے والے پھاوڑے ہیں

مریض :- (زیادہ ہکلاتے ہوئے) اگر... ڈاکٹر... صاحب کوئی دانت نکالنا پڑا تو کوئی تکلیف تو نہ ہوگی!

ورما :- (گھوم کر) میں کہتا ہوں ذرہ بھر بھی نہیں۔ آپ کے پاس ہی نواں شہر کے لالہ گھنشام داس ہیڈ کلرک! میں نے انکے دادا، ان کے والد، انکی والدہ، انکے دوسرے رشتہ داروں کے دانت نکالے لیکن کبھی کسی کو محسوس ہی نہیں ہوا۔

مریض :- کون گھنشام داس......

ورما :- اب ان کا وہاں سے تبادلہ ہو گیا ہے۔ آپ انہیں نہیں جانتے

(گھنٹی بجتی ہے)

ورما :- آ جائیے (مریض سے) ہاں تو میں کہہ رہا تھا۔

(ڈاکٹر برج لال داخل ہوتے ہیں)

ورما :- (ڈاکٹر صاحب کی طرف دیکھ کر مریض سے) یہ میرے ایک نئے مریض آئے ہیں۔ آپ ذرا اندر سرجری میں تشریف رکھیں (نوکر کو آواز دیتا ہے) بلچرن، بلچرن۔

اپنی بیماری بتادی، وہ دیکھنے لگے تو میں چپ رہا۔ بالکل نہیں۔ ڈاکٹر کپور نے آنکھیں دیکھیں، بولے زیرو انفتھلمیا ہوگیا ہے

ورما :۔ زیرو انفتھلمیا!

پرتول :۔ کہنے لگے بڑی خطرناک بیماری ہے:

ورما :۔ خطرناک بیماری۔ زیرو انفتھلمیا، خطرناک بیماری۔۔۔

پرتول :۔ (دونوں ہاتھوں سے پیشانی کو تھام کر درد کو روکتے ہوئے) کہنے لگے سات دن تک دوائی ڈلواؤ پھر عینک لگادیں گے۔

ورما :۔ پر زیرو انفتھلیا تو کوئی بیماری نہیں ہوتی، محض۔۔۔۔

پرتول :۔ (انتہائے درد و کرب سے نڈھال ہوکر) اور دوائی کی پہلی قسط انہوں نے آنکھوں میں ڈال دی، اور آنکھوں کی ساتھ دماغ کی نسیں تک جل اٹھیں۔

(کوچ پر دھم سے بیٹھ جاتا ہے)

ورما :۔ (چیخ کر) پاجی۔ بدمعاش۔ نااہل اسے ڈاکٹر کس نے بنایا دس سال، تو کالج کے دھکے کھاتا رہا۔ اسے پریکٹس کرنے کا کیا اختیار ہے۔ زیرو انفتھلمیا تو محض۔۔۔۔۔۔۔۔

پرتول :۔ میں تو بے ہوش ہوگیا تھا۔ دکراہتا ہے، اس نے پٹی باندھ دی اور تسلی دی، پر میری آنکھ تو۔۔۔۔۔۔

ورما :۔ (اور بھی چیخ کر) میں اسے شہر سے نکلوا دونگا میں اسے بدنام کردوں گا۔۔۔۔۔۔۔

پرتول :۔ پر میری آنکھ تو۔۔۔۔۔۔

ورما :۔ (انتہائے غضب سے) میں اس پر نالش کردونگا ہرجانہ کا دعویٰ کردونگا (رک کر) لیکن ٹھہرو، اسکا رشتہ دار ادھر سرجری میں بیٹھا ہے۔

پرتول :۔ (جیسے رو کر) پر میری آنکھ تو۔۔۔۔۔۔۔۔

ورما :۔ (پاگلوں کی طرح) میں اسکے رشتہ دار کے سب دانت اکھاڑ دونگا، میں اسکے مسوڑھوں میں ناسور کردوں گا۔

(طیش سے سرجری میں چلا جاتا ہے)

پرتول :۔ (نڈھال ہوکر) پر میری آنکھ تو بس نکلی جارہی ہے۔

(سر کو بازوؤں میں لیکر چھوٹے میز پر جھک جاتا ہے۔ ڈاکٹر بر جیل ہونقے سے رہ جاتے ہیں)

(پردہ)

جناب نگار حیدر آبادی

لیڈر[1]

ایک طنز تین ایکٹ میں

افراد ڈراما

عظیم ——— کانگریس پارٹی کا رکن
واحد ——— اس کا دوست
مولوی کامل ——— پبلک کارکن
نصیب ——— مولوی کامل کا ساتھی
نجن ——— مولوی کامل کا ملازم

پہلا ایکٹ

[ریل گاڑی کا تھرڈ کلاس کا چھوٹا سا کمرہ۔ گاڑی ایک اسٹیشن پر کھڑی ہے۔ سورج ابھی ابھی طلوع ہوا ہے۔ ایک نشست پر عظیم سوتا ہے۔ سامنے کی نشست پر ایک بستر ہے لیکن وہ خالی ہے۔ اتنے میں واحد ایک ہاتھ میں لوٹا اور دوسرے ہاتھ سے منہ پونچھتے ہوئے ڈبہ کے اندر داخل ہوتا ہے۔ عظیم کلبلا کر آنکھیں کھولتا ہے۔ جمائی لیتا ہے۔ آنکھیں مستا ہے۔ اور انگڑائی لیتا ہوا اٹھ بیٹھتا ہے]

عظیم :- السلام علیکم

واحد :- وعلیکم السلام۔ تم تو خوب سوتے رہے۔

(لوٹا نیچے رکھ کر تولیہ سے منہ پونچھتے ہوئے عظیم کے پاس بیٹھ جاتا ہے)

عظیم :- ہوں۔ نہیں۔ رات بھر نیند نہیں آئی۔ بار بار آنکھ کھلتی رہی۔ پسینے کیوں گئے واحد؟

واحد :- معلوم نہیں تم بے چارے کیوں پھر رہے ہونگے کیوں؟

عظیم :- واحد! میں نے تم سے وہ واقعہ بیان کیا تھا، وہی جو دو سال پہلے مجھے پیش آیا!

واحد :- کونسا؟

عظیم :- ایک اخبار کے نامہ نگار نے ایک لیڈر کے دھوکہ میں مجھ پکڑ لیا۔ اور پیچھے پڑ گیا کہ بیان دیجئے۔ کانگریس عہدے قبول کرے یا نہ کرے۔

واحد :- ہاں ہاں۔ تم مجھ سے کہہ چکے ہو۔ وہ لیڈر ہیں نا۔ کیا نام ان کا؟ ہاں! مولانا غازی الدین ———

عظیم :- ہاں وہ نامہ نگار تھا ہندو۔ چمٹ گیا۔ کہ مولانا گاجی الدین آپ کی کیا رائے ہے کانگریس کے قبول عہدہ کی نسبت؟ میں نے لاکھ کہا۔ کہ بابا! میں مولانا گاجی الدین نہیں۔ لیکن اسے

واحد :- واقعی عظیم! تمہاری صورت ان سے بہت ملتی جلتی ہے میں نے انکی تصویر دیکھی ہے۔ ہاں تو وہ قصہ اب کیوں یاد آیا؟ پھر کہیں خواب میں بھی کوئی ایسا واقعہ پیش آیا کیا؟

---

[1] نوٹ۔ میں یہ ناچیز ڈراما جس کے سب کردار فرضی ہیں۔ ان حضرات کے نام پر معنون کرنا چاہتا ہوں جنہیں لیڈر بننے کی ہوس ہے۔

عظیم :- نہیں واحد! یہ مسافر ہیں نا. یہ سو رہے تھے ناجب ہم رات گاڑی میں سوار ہوئے. ہاں تو یہ مسافر صبح کے ۶ بجے جاگے ہونگے میں ہشیار ہوا. لیکن آنکھیں بند کئے لیٹا رہا. میرے چہرے پر روشنی پڑ رہی تھی. وہ مسافر بیٹھے گفتگو کر رہے تھے میری نسبت گفتگو کر رہے تھے.

واحد :- (اچھا؟ (دلچسپی سے سامنے جھکتا ہے) کیا کہہ رہے تھے؟

عظیم :- ایک کہہ رہا تھا. ہاں مولوی صاحب آپ کا خیال درست ہے. یہ مولانا غازی الدین ہی ہیں. میں ان سے ملا تو نہیں. البتہ انکی تصویریں اخبارات میں دیکھی ہیں. رہی یہ معلوم نہیں اسطرف کہاں جا رہے ہیں؟ (مسکراتا ہے)

واحد :- (ہنستا ہے) خوب! پھر ان مولوی صاحب نے کیا کہا؟

عظیم :- کہنے لگے. کانگرس کے پروپیگنڈے کیلئے جا رہے ہونگے بھئی کیوں نہ مولانا کو جلال پور دو ایک روز کے لئے ٹھہرا لیا جائے؟ اس پر دوسرا بولا ہاں مولوی صاحب ضرور ٹھہرا! چاہیئے. کوئی بڑا لیڈر اب تک جلال پور نہیں آیا. یہ موقعہ خوب ہاتھ آیا. مولانا کا جلوس، جلسے، تقریریں وغیرہ ہو سکتی ہیں. (ہنسکر) سنا تم نے واحد!

واحد :- واللہ! واللہ! پھر!؟

عظیم :- پھر ان مولوی صاحب نے فرمایا. ہاں یہ سب کچھ تو ہوگا. مگر وہ مسجد اور مندر کا جھگڑا. اس کا تصفیہ بھی آسانی سے ہو سکتا ہے. مولانا کو ثالث بنائیں گے. دوسرے نے کہا! واقعی اچھی تدبیر ہے مولوی صاحب! مگر معلوم نہیں مولینا جلال پور ٹھہرنا پسند کرتے ہیں یا نہیں. وہ مولوی صاحب فرمانے لگے. نہیں ضرور ٹھہریں گے قومی کام ہے. اور مولانا کو قومی کام دل سے عزیز ہے. تم فکر نہ کرو. میں مولانا کو مجبور کرونگا وہ مجھے جانتے ہیں. دو سال پہلے میں مولانا سے دلی میں مل چکا ہوں.

واحد :- ایسا معلوم ہوتا ہے. یہ لوگ تمہیں جلال پور پر اتار کر ہی دم لیں گے.

عظیم :- واہ! میں کیوں اترنے لگا؟ میں مولانا غازی الدین تھوڑی ہوں! (ہنستا ہے)

واحد :- آج بن جاؤ تو کیا حرج ہے عظیم!

عظیم :- بن جاؤ کی بھی ایک ہی رہی! دماغ خراب تو نہیں ہوگیا تمہارا؟

واحد :- نہیں عظیم میرا خیال ہے. اس نادر اور خداداد موقع کو ہاتھ سے جانے نہ دینا چاہیئے. وہ ایک دن لطف رہے گا. پھول کے ہار پہنو گے. جلوس نکلے گا، دعوتیں اڑائیں گے. مزا آجائیگا تم کو ان مولانا سے ——— ان کا ہم شبیہ بنانے میں خدا کی مصلحت یہی معلوم ہوتی ہے.

عظیم :- کیا بکتے ہو!

واحد :- نہیں عظیم آخر تمہارا اس میں جاتا کیا ہے؟

عظیم :- واہ! مجھے دیکھو! لیڈر بنا دیکھو میں ایک تجارت پیشہ آدمی، بھلا سیاست و یاست کیا جانوں؟

واحد :- ارے تم تو لیڈر بننے کے اور زیادہ موزوں ہو. تم کو معلوم ہے. کہ سیاست تجارت ہی سے تو شروع ہوتی ہے، دیکھتے نہیں تاجر ہی آگے چل کر سیاست دان بنتے ہیں.

عظیم :- نہیں بھئی! کچھ بھی ہو. میں اس کو پسند نہیں کرتا. یہ بھی کوئی بکت ہے!

واحد :- پھر وہی!

عظیم :- یا اللہ! تم تو نیچے جھاڑ کر پیچھے پڑ گئے. میری سمجھ میں نہیں آتا آخر میں کیسے لیڈر بن سکتا ہوں! اس میں دشواریاں بہت سی ہیں.

واحد :- کیا دشواریاں ہیں؟ تقریر کرنا. بیان جاری کرنا، دعوت کھانا یہی ہیں وہ دشواریاں!

عظیم :- اگر بھانڈا پھوٹ جائے تو؟

واحد :- کیسے پھوٹ سکتا ہے؟ شکل و صورت ———

عظیم :- (بات کاٹ کر) اور پھر وہ مولانا کانگرسی معلوم ہوتے ہیں مگر میں تو مسلم لیگ کو اچھا سمجھتا ہوں؟ (کچھ [illegible])

عظیم:۔ (کامل کو گھورتا ہے) میں نے آپ کو کہیں دیکھا ہے۔

کامل:۔ جی ہاں۔ مجھے مولانا سے پہلے شرف نیاز حاصل ہوا ہے
دو سال پہلے میں دلی کے ہوٹل میں ——

عظیم:۔ ہاں ہاں! یاد آ گیا۔ میں آپ سے مل چکا ہوں — آپکا
نام میں بھول رہا ہوں

کامل:۔ مجھے کامل کہتے ہیں!

عظیم:۔ صحیح صحیح! مولوی کامل۔ مجھے یاد پڑتا ہے۔ دلی میں آپنے
مجھ سے کہا تھا کہ آپ . . . جلال پور کے ——

کامل:۔ جی ہاں، جی ہاں، مولانا کا حافظہ ماشاء اللہ بہت اچھا ہے

عظیم:۔ کہاں صاحب! اب قویٰ میں انحطاط آ چلا ہے۔ کچھ اس
وجہ سے اور کچھ کثرت کار کی وجہ سے اب حافظہ کمزور ہو چلا۔
بہر حال —— (نصیب سے) آپ بیٹھئے نا۔

نصیب:۔ آداب عرض۔

(سلام کر کے کامل کے پہلو میں بیٹھ جاتا ہے)

کامل:۔ یہ میرے رفیق کار ہیں۔ مسٹر نصیب! بہت پر خلوص اور
محنتی آدمی ہیں، قوم کا درد ان کے دل میں کوٹ کوٹ کر
بھرا ہے۔

(نصیب کا چہرہ مارے خوشی کے لال ہو جاتا ہے)

عظیم:۔ ہاں صاحب! ملک کو آج ایسے ہی نوجوانوں کی ضرورت
ہے۔ ہم اب بوڑھے ہو چلے ہیں۔ یہ بوڑھی نسل آخر کب تک
رہے گی۔ اس کی جگہ لینے والے یہی نوجوان تو ہیں۔ یہ بیدار
نہ ہوں اور میدان میں نہ آئیں تو پھر قوم کا کیا حشر ہو گا! ایثار
قربانی، خلوص، ہمدردی، یہی تو ہیں ان کی شمشیریں۔ میں نے
ناگپور کے ایک جلسہ میں اسی پر زور دیا تھا۔

کامل:۔ بالکل بجا ارشاد ہوا (واحد کی طرف دیکھ کر عظیم سے) یہ
غالباً آپ کے . . . . .

عظیم:۔ (بات کاٹ کر) ہاں یہ، یہ میرے ساتھی ہیں۔

واحد:۔ مولانا کی ذرہ نوازی ہے۔ میں ساتھی تو کیا، البتہ ایک خادم
ضرور ہوں۔ میں مولانا کا سیکرٹری ہوں۔ اور خدا کی بارگاہ میں
شب و روز شکر بجا لاتا ہوں کہ مجھے ایک ایسے بڑے لیڈر کا
سیکرٹری بنایا جس کا ایثار، جس کی بے غرضی، جس کی قابلیت
اور جس کی معاملہ فہمی نے دشمنوں سے بھی اس کا لوہا منوایا ہے۔

کامل:۔ واقعی مولانا کی ہستی قابلِ قدر ہے۔

نصیب:۔ افسوس ہے کہ مولانا ایک ایسے ملک میں پیدا ہوئے
جہاں لیڈری کی قدر و منزلت اس کے مرنے کے بعد ہوتی ہے۔

عظیم:۔ کیوں جناب۔ کیا آپ کا مطلب یہ ہے، کہ میری قدر و منزلت
میرے مرنے کے بعد ہو گی؟

(ہنستا ہے۔ کامل تیزی سے منہ پھیر کر نصیب کی طرف دیکھتا ہے)

نصیب:۔ ہیں، ہیں، ہیں! . . . جی نہیں، جی نہیں . . . . ہیں ہیں!
میرا مطلب یہ نہ تھا —— خدا آپ کو نظر بد سے بچائے، صد
و سی سال زندہ رکھے . . . . . آپ کی قدر و منزلت تو اب بھی
خدا کے فضل سے ایسی ہے کہ باید و شاید، ملک آپ پر جتنا فخر
کرے کم ہے۔

کامل:۔ (موضوع بدلنے کی خاطر) مجھے معلوم نہیں کہ مولانا رات کو
کب سوار ہوئے۔ افسوس کہ میں اسوقت سو رہا تھا۔ ورنہ میں
رات بھر مولانا کی صحبت میں اکتسابِ فیض کرتا اور ——

عظیم:۔ اور مجھے بھی رات بھر جگائے رکھتے (ہنستا ہے) کامل صاحب!
اچھا ہوا کہ آپ سو رہے تھے۔ میں دو راتوں کا جاگا ہوا تھا۔ کھلی
سے میں سوار ہوا۔ وہاں بعض اہم امور پر غور و خوض اور بحث
و تمحیص رات رات بھر ہوتی رہی۔ مجھے نیند کی سخت ضرورت تھی۔

کامل:۔ آپ کھلی میں تھے! ہمارے ہی صوبہ میں! اور بدقسمتی سے
ہمیں خبر تک نہ ہوئی، اخبارات مولانا کی تشریف آوری کا ——

واحد:۔ بات یہ ہے مولانا خاموش کام کرنے کو ترجیح دیتے ہیں
بیجا نام و نمود اور شور و ہنگامہ کو اصلا پسند نہیں فرماتے۔ اخبار
والوں سے تو کوسوں دور بھاگتے ہیں۔

نصیب:۔ واقعی مخلص اور مفید کام کرنے والی ہستیوں کا شیوہ
یہی ہوتا ہے۔

عظیم:۔ پھر بھی صاحب! اخبار والے سر ہو جاتے ہیں۔ جان کو آ

جانتے ہیں آپ کی تشریف آوری کا مقصد کیا ہے بیان کیجیے باشندوں کو آپ کا پیام کیا ہے؟ ہندوستانی ستیا گرہ کا رخ کدھر ہے؟ مفاہمت آئے گا یا نہیں؟ کانگریس پھوٹ کے متعلق آپ کیا رائے ہے؟ بیان دیجیے۔

کامل :۔ جی ہاں! اخبار والے واقعی بہت تنگ کرتے ہیں۔

عظیم :۔ لیکن آپ کے صوبے کے اخبار والے مجھے معقول پسند معلوم ہوئے۔ اسی لئے میری نسبت خبریں شائع نہیں کیں۔ میرا ارادہ تھا کہ کام کی تکمیل کے بعد چپکے سے اس صوبے سے چلا جاؤں۔ لیکن آپ حضرات نے آخر مجھے گرفتار کر ہی لیا۔

کامل :۔ یہ ہماری خوش نصیبی ہے۔ فی الحقیقت ہم جاگے ہیں۔ دیکھیے ہیں کہ مولانا ہمارے سامنے ہی آرام فرما رہے ہیں۔ ہماری خوشی کی انتہا نہ رہی

نصیب :۔ اب مولانا کا ارادہ ——

واحد :۔ مولانا حیرت آباد میں ایک دن قیام فرمائیں گے۔

کامل :۔ تو گویا مولانا جلال پور سے گزریں گے؟

نصیب :۔ مولانا کا ہم پر احسان ہوگا اگر ——

عظیم :۔ سمجھ گیا سمجھ گیا۔ آپ لوگ مجھے روکنا چاہتے ہیں۔ بڑی مشکل ہے۔ مجھے آج شام حیرت آباد پہنچ جانا چاہیے۔

کامل :۔ ہم اپنے آپ کو کبھی معاف نہ کریں گے۔ اگر مولانا اپنے قدوم میمنت لزوم سے جلال پور کو ——

نصیب :۔ ہاں ہاں مولانا! یہ ہماری عاجزانہ التجا ہے۔ جلال پور کو مہمان نوازی کا اتنا ہی حق حاصل ہے۔ جتنا حیرت آباد کو یا کسی کو۔ قائدِ ملت قوم کی ملک ہوتا ہے۔

کامل :۔ اگر مولانا نے ہماری درخواست مسترد فرما دی تو ——

عظیم :۔ تو آپ کیا کریں گے؟

واحد :۔ غالباً ستیاگرہ کریں گے۔

(سب ہنستے ہیں)

کامل :۔ سیکرٹری صاحب ہماری سفارش کیجیے۔

عظیم :۔ سیکرٹری: تمہارا کیا خیال ہے؟ مجھے تو عذر نہیں۔ لیکن حیرت آباد والوں کی ——

واحد :۔ مولانا! انہیں تار دیا جا سکتا ہے کہ آج نہیں آ سکتے۔ ایک روز بعد ——

کامل :۔ ہاں ہاں یہ ہو سکتا ہے۔ بس ایسا ہی کیجیے۔ ہم بہت ممنون ہوں گے۔

عظیم :۔ اچھی بات ہے۔ جب آپ کو اتنا اصرار ہے تو —— قوم کا معاملہ ہوتا ہے۔ تو مجھے کچھ پس و پیش نہیں ہوتا۔

کامل
نصیب } بہت بہت شکریہ۔ ہم آپ کے رہینِ منت ہیں

عظیم :۔ شکریہ تو آپ کو میرے سیکرٹری کا ادا کرنا چاہیے۔ انکی رائے ہمیشہ صائب اور ان کا مشورہ ہمیشہ معقول ہوتا ہے۔ میں کوئی کام انکے مشورہ کے بغیر نہیں کرتا

کامل :۔ جی ہاں۔ آپ کا سیکرٹری ایسا ہی قابل فرد ہونا چاہیے تھا مولانا! آپ کو دعوت دینے کا دراصل ایک خاص مقصد ہے

واحد :۔ یہی نا۔ کہ مولانا کو پرتکلف دعوتیں دی جائیں، جلوس نکالا جائے نعرے لگوائے جائیں جلسہ کیا جائے، سپاس نامہ دیا جائے علیٰ ہٰذالقیاس۔

کامل :۔ یہ تو ہوگا ہی، کیونکہ باشندگانِ جلال پور اسکے بغیر آپکو جانے نہ دیں گے، وہ اپنی زندگی کا ثبوت دیں گے، وہ دنیا کو دکھا دیں گے، کہ قدر ناشناس نہیں ہیں، اور یہ معاملہ ایسا ہے کہ ہم ان کو باز رکھ بھی نہیں سکتے۔

عظیم :۔ میں جس چیز سے دور رہنا چاہتا ہوں، اسی کو آپ ...

واحد :۔ اچھا تو وہ خاص مقصد کیا ہے مولانا کو مہمان رکھنے کا؟

کامل :۔ مولانا! جلال پور ایک چھوٹا سا شہر ہے اسکے مسلمان باشندے زیادہ تر پڑھے لکھے نہیں ہیں، تقریباً اسی فی صدی بے علم اور مفلس ہیں۔

عظیم :۔ افسوس! آپ حضرات کے ہوتے ہوئے ان کی یہ حالت مجھے تعجب ہے۔

کامل :۔ جی وہ —— ہم جان توڑ کوشش تو کر رہے ہیں وہاں

مات میں یہی فکر رہتی ہے۔ آپ کو یہ سنکر مسرت ہوگی، کہ اب وہ راہ راست پر آنے لگے ہیں۔ وہ کانگریس کو ملک کا مفید ادارہ سمجھنے لگے ہیں۔

عظیم :۔ الحمدللہ۔ الحمدللہ!

کامل :۔ جی ہاں، لیکن چند دن سے ایک جھگڑا اٹھ کھڑا ہو گیا ہے جو بہت افسوسناک ہے۔

عظیم :۔ (حیرت ظاہر کرتا ہے) اچھا! وہ کیا!

کامل :۔ مولانا بات یہ ہے، شہر کی ایک مسجد کے پاس ایک زمین مدت سے بیکار پڑی ہے اس پر ہندو اب ایک مندر تعمیر کرانا چاہتے ہیں۔ مسلمان اس پر معترض ہیں۔ مندر کا مسجد کے اسقدر قریب ہونا انہیں خطرے سے خالی نظر نہیں آتا۔ ہندو کہتے ہیں، یہ ہمارا حق ہے۔ جہاں چاہیں ہم مندر تعمیر کرا سکتے ہیں۔ غرض یہ جھگڑا کئی دن سے ہو رہا ہے ہم نے بہت کوشش کی، لیکن سمجھوتہ کی کوئی صورت نظر نہیں آئی۔ بلکہ ہم نہ ہوتے تو ہندو مسلم فساد اب تک ہو گیا ہوتا

عظیم :۔ افسوس صد افسوس۔ مندر اور مسجد کا جھگڑا آپ کے پاس بھی موجود ہے۔ ملک کی یہ کیا حالت میں دیکھ رہا ہوں! مسجد اور مندر باجہ اور گانے ——— آہ! ان ہی باتوں سے ملک آزاد ہو سکتا ہے! مروت اور اخلاص، محبت اور رواداری سب رخصت ہو چکے۔ خدا معلوم اس کا کیا انجام ہونے والا ہے! بیہات! میں نے کلکتہ میں یہ بات ———

واحد :۔ میں سمجھتا ہوں، اس جھگڑے میں مسلم لیگ کا ہاتھ ضرور ہوگا

کامل :۔ ہاں، کیا کہیں مولانا! ہمیں کن کن دشواریوں پر قابو پانا ہے۔

عظیم :۔ خیر میں کسی کو برا بھلا نہیں کہنا چاہتا، اور نہ یہ موقع اس کا ہے ضرورت اس امر کی ہے کہ اس تنازعہ کا تصفیہ جلد از جلد کر دیا جائے۔

کامل :۔ جی ہاں! یہی مقصد تو ہے آپ کو دعوت دینے کا۔ آپ ملک کے مقتدر اور قابل اعتماد لیڈر ہیں، ہندو اور مسلمان راضی ہو جائیں گے، کہ سمجھوتہ کرانے کے لئے آپ کو ثالث بالخیر بنایا جائے

عظیم :۔ میں حاضر ہوں، اگر تصفیہ سہولت سے ہو جائے، تو خوش ہونگا، کہ زندگی میں ایک اچھا کام تو کیا۔

کامل :۔ آپ اس معاملہ کو ہاتھ میں لیں، اور سمجھوتہ خوشگوار نہ ہو، یہ ناممکن ہے۔

عظیم :۔ آپ کا حسن ظن تکلیف دہ ہو جاتا ہے ——— اچھا سیکرٹری! کیا وقت ہے!

واحد :۔ ساڑھے ۸ بجے ہیں مولانا!

عظیم :۔ گاڑی اور کتنی دیر یہاں ٹھہرے گی!

نصیب :۔ اس جنکشن پر کافی دیر تک ٹھہرتی ہے۔ پونے سات بجے چلے گی مولانا!

عظیم :۔ جلال پور کب پہنچے گی!

نصیب :۔ نو بجے پہنچتی ہے مولانا!

عظیم :۔ اچھا تو سیکرٹری! میں منہ دھو لوں

واحد :۔ (کھڑا ہو کر) بہت اچھا مولانا!

کامل :۔ نصیب! مولانا کیلئے پانی۔

واحد :۔ نہیں آپ تکلیف نہ کریں میں لا دونگا۔

کامل :۔ نصیب! مولانا کے ناشتہ کا انتظام۔

نصیب :۔ جی ہاں! (کھڑا ہو کر) آرڈر دے آؤں۔

عظیم :۔ نہیں صاحب! اسکی کیا ضرورت ہے!

کامل :۔ جی نہیں ہماری خوشی۔ نصیب جاؤ (نصیب جانے لگتا ہے) ٹھہرو۔ میں بھی چلتا ہوں، معاف کیجئے مولانا! میں ابھی آیا۔

(نصیب اور کامل جاتے ہیں)

واحد :۔ (قہقہہ لگا کر) دیکھا تم نے! ابھی سے تمہاری آؤ بھگت شروع ہو گئی، ابھی تو یہ ابتدا ہے۔ آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا! بھائی صاحب ہمارا مشورہ کبھی غلط ہوتا ہے!

عظیم :۔ مگر یہ تو کہو، میری اداکاری کیسی رہی!

واحد :۔ ارے واللہ! تم نے تو کمال کر دیا، توقع سے بڑھ کر کامیاب ہے۔ بس اسی کو نبھائے جاؤ۔ پھر کیا ہے، پانچوں گھی میں ہونگی۔

واحد: مسٹر [illegible] نے لکھا ہے۔ ایک صبح میں جاگا [illegible] آپ کو شاعر پایا۔ اب میں یہ کہہ سکتا ہوں ایک صبح میں جاگا اور اپنے آپ کو لیڈر پایا

واحد: ابھی سے آپ پھولے نہیں سماتے۔ احسان تو [illegible] کہ یہ دن دیکھنا نصیب ہوا

عظیم: [illegible] تم نے مجھ کو یہ [illegible] سکھایا۔ تم نے.....

واحد: خاموش! خاموش! یہ کیا! لیڈر گایا نہیں کرتے۔

عظیم: اوہ! میں بھولا — سیکرٹری! ملک کا محبوب لیڈر مولانا غازی الدین مدظلہ منہ دھونے جاتا ہے۔ چلو۔

(عظیم آگے آگے۔ اور واحد تولیہ لئے پیچھے پیچھے جاتے ہیں)

دوسرا ایکٹ

[illegible] دیواروں پر ملک کے بڑے بڑے لیڈروں کی تصویریں لگی ہیں تپائیوں [illegible] پر اخبارات پڑے ہیں [illegible] ایک دوسرے کمرے میں سامنے ایک بڑی شیشوں والی کھڑکی ہے [illegible]۔

دوسرے دن شام کے چار بجے پردہ اٹھتا ہے۔ کھڑکی کھلی ہوئی ہے۔ کمرے میں واحد ایک صوفے پر بیٹھا اخبار پڑھ رہا ہے۔ اتنے میں عظیم پہلو کے [illegible] آتا ہے۔ [illegible] اس کے ہاتھ میں کاغذ ہے]

عظیم: (کاغذ ہلا کر) تم نے تقریر تو بہت زوردار لکھی۔ جلسہ میں مجمع ہر جملہ پر [illegible] خوشی [illegible] ہاتھ ہاتھ بھر اچھل پڑے گا واللہ

واحد: مولانا غازی الدین کا سیکرٹری ہمیشہ ایسی ہی تقریریں تیار کرتا ہے۔

عظیم: میں اب اصلی مولانا غازی الدین کو بھی چیلنج دیتا ہوں

واحد: کس بات کا؟

عظیم: ایسی تقریر وہ یا ان کا سیکرٹری یا دونوں مل کر لکھ تو لیں۔

واحد: اپنے میاں ہمیں دوست بنائے رکھو [illegible] ایسے [illegible] بخش دن تم اور کئی دیکھ سکتے ہو — اچھا وہ تقریر اس میں [illegible] کانگریس کی تعریف —

عظیم: بس بس! بہت ہے۔ ضرورت سے زیادہ ہے

واحد: ہوا کا رخ دیکھ کر چلنا ہے۔ یہاں کے جاہل لوگ کانگریس کو اچھا سمجھتے ہیں۔ اسی لئے وہ تعریف ——— اچھا اس [illegible] کا ریہرسل کر لیا نا؟

عظیم: ہاں دوبارہ آئینہ کے سامنے کھڑے ہو کر۔ مگر یہ تو بتاؤ — تقریر کے وقت منہ تو خیر ہلانا ہی پڑے گا جا بجا۔ مگر کیا زور زور سے ہاتھ ہلانا بھی چاہیے؟ یوں:

(ہاتھ طرح طرح سے ہلا کر بتاتا ہے)

واحد: ہاں ہاں کوئی خاص قاعدہ تو مقرر نہیں۔ لیکن زور زور سے چلاؤ اور ہاتھ ہلاؤ تو بہتر ہے۔ اثر مجمع پر بہت ہوگا۔

عظیم: مگر ایٹ ہوم تو جلسہ کے بعد ہے۔ خالی پیٹ سے میں کیا خاک چلا سکوں گا۔ واقعی ان لوگوں سے سخت غلطی ہوئی۔

واحد: مگر یہاں لنچ پر تو تم نے خوب ڈٹ کر کھایا۔

عظیم: لیکن غذا زود ہضم تھی۔ بہرحال پھر طعنہ نہ دینا۔ اگر تقریر کے بعد عصرانہ میں میں نے تکلف نہ کیا۔

واحد: وہ لیڈر ہی کیا، جو تکلف کرے۔

عظیم: اچھا یہ کونسا اخبار ہے؟

(صوفہ پر بیٹھ جاتا ہے)

واحد: (اخبار اٹھا کر) مقامی اخبار ہے "سوراج"

عظیم: کانگریسی معلوم ہوتا ہے۔

واحد: ہاں! سب سے دلچسپ خبر یہ ہے "مولانا غازی الدین

کی جلال پور میں اچانک تشریف آوری۔ مندر کے جھگڑے کا تصفیہ کرائیں گے۔" یہ تو ہوئیں سرخیاں اب اصل خبر سنو۔ "ہم پرچہ پریس میں جا رہا تھا کہ ہمیں اطلاع ملی کہ مسلمانوں کے ایک مجرے کانگریسی لیڈر، مولانا غازی الدین جلال پور تشریف لائے ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ مقامی پبلک کارکن مولوی کامل سے، جن پر تقریباً سب باشندوں کو کامل اعتماد ہے، مولانائے موصوف کی ملاقات ریل گاڑی میں ہوئی۔ مولانا کہیں اور تشریف لے جا رہے تھے۔ لیکن مولوی کامل کے اصرار پر دو روز یہاں قیام فرمانے پر رضامندی ظاہر کی۔ سمجھا جاتا ہے۔ کہ تعمیر ہونے والے مندر کا جھگڑا جو کئی دن سے ہو رہا ہے، اس کا تصفیہ مولانا غازی الدین کرائیں گے۔ چونکہ صاحب موصوف مسلمان ہیں، اس لئے ہمیں یقین ہے کہ سب مسلمان ثالث کے اس انتخاب پر اظہار اطمینان کریں گے۔ ہم توقع رکھتے ہیں کہ مولانا کا تصفیہ معقول ہوگا اور اس لئے ہم مقامی ہندو لیڈروں سے استدعا کرتے ہیں، کہ موصوف کے ساتھ گفت و شنید کرنے میں ہرگز تامل نہ کریں، مولانا غازی الدین مولوی کامل کے بنگلہ میں مقیم ہیں۔" کیوں کیا سوچ رہے ہو؟

عظیم:- اگر مولانا غازی الدین کی نظر سے یہ خبر کبھی گزر جائے۔ تو وہ کیا کہیں گے؟

واحد:- قایل ہو جائیں گے خدا کی قدرت کے!

عظیم:- نہیں اخبار کی کرامت کے، کہ میں کبھی جلال پور نہیں گیا پھر بھی جلال پور میں تھا۔

واحد:- مگر تم کہو! تم کس کے قائل ہو؟

عظیم:- ہم تو قائل ہیں کرامت کے تری پیر مغاں۔ (ہنستا ہے)

واحد:- شکریہ! شکریہ! تم کم سے کم قدر ناشناس تو نہیں!

عظیم:- واحد! یہاں سے کوئی مسلم اخبار نہیں نکلتا؟

واحد:- نکلتا ہے (تپائی پر اخبارات الٹ پلٹ کر دیکھتا ہے) ہاں یہ ہے۔ اس کا نام ہے۔ "ندائے مسلم"۔ یہ بھی شام کو شائع ہوتا ہے۔

عظیم:- اس میں یہ خبر نہیں چھپی؟

واحد:- چھپی ہے۔ سنو! "مولانا غازی الدین کی آمد۔ معلوم ہوا ہے کہ کانگریس کے لیڈر مولانا غازی الدین یہاں آج صبح آ گئے ہیں مسجد اور مندر کے تنازعہ کا کام انہوں نے اپنے ذمہ لیا ہے سنا گیا ہے کہ وہ ہندو لیڈروں سے اس کی نسبت گفت و شنید کل صبح شروع کرنے والے ہیں۔ ہم بارہا کہہ چکے ہیں، کہ مسجد کے پہلو میں مندر بنانا خطرے سے خالی نہیں۔ ہم گزشتہ اشاعتوں میں کئی مثالیں پیش کر چکے ہیں۔ کہ مسجد اور مندر کا اس نازک دور میں پہلو بہ پہلو ہونا فتنہ و فساد کا دروازہ کھول دینا ہے۔ ہم ہندوؤں کے ایثار کو سمجھ نہیں سکتے، اور نہ ہندو لیڈروں کی مساعی کو مستحسن تصور کرتے ہیں ہم جانتے ہیں کہ فرقہ پرستی کا الزام ہم پر لگایا گیا ہے۔ اور لگایا جائے گا۔ لیکن فرقہ پرست ہم نہیں، اگر مسجد کی جگہ مندر ہوتا اور مسلمان اسکے پاس مسجد تعمیر کروانا چاہتے، تب بھی ہم اس تجویز کی اسطرح مخالفت کرتے بہر حال ہماری سمجھ میں نہیں آتا، کہ مولانا غازی الدین کیا تصفیہ کرائیں گے۔ اور پھر کیا وہ سمجھوتہ جو ہونیوالا ہے معقول کہلایا جا سکتا ہے۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ گفت و شنید میں کسی ایسے مسلمان کو نہیں شامل کیا جا رہا۔ جو مسلک کے لحاظ سے غیر کانگرسی ہو، اسلئے ہم صاف صاف کہے دیتے ہیں کہ ہم اس گفت و شنید کو زیادہ اہمیت نہیں دیتے، حکومت کو چاہتے تھا کہ وہاں مندر کے تعمیر کی اجازت نہ دیتی، لیکن اس نے معاملہ کو آپس کے تصفیہ پر چھوڑ کر بہت پیچیدہ بنا دیا ہے!"

عظیم:- بات معقول کہتا ہے۔ گفت و شنید میں مسلم لیگ کے آدمی کو بھی ہونا چاہیئے۔

واحد:- ہائیں دماغ چل گیا ہے کیا؟ میں سمجھتا تھا، تم اس اخبار کی ہرزہ سرائی پر اتنے خفا ہو گے۔ کہ ایک بیان جھٹ جاری کر دو گے یاد رکھو، تم کانگرسی مولانا ہو،

عظیم:- مگر واحد میں تو اب پریشان ہوتا جا رہا ہوں۔

واحد:- پریشان ہونے کی کیا بات ہے؟ ارے میاں پھولوں کے ہار آتے ہی ہوں گے۔ جلوس تمہارا ابھی نکلنے والا ہے اور کیا چاہیئے؟

عظیم :۔ مگر نہیں واحد۔ وہ سمجھوتہ! وہ تصفیہ!

واحد :۔ میں بتاؤں، گفت و شنید جب شروع ہو۔ تو تم ان ہندو لیڈروں کے سامنے ایک تجویز پیش کر دو۔

عظیم :۔ وہ کیا؟

واحد :۔ ان سے کہو، آپ حضرات مسجد کے پاس والی زمین پر مندر بنوانے کا خیال ترک کر دیں۔ ہم اس زمین کے بدلے ایک دوسرے مقام پر دوسری زمین آپ کو دلائے دیتے ہیں۔ اس پر آپ مندر شوق سے تعمیر کریں۔

عظیم :۔ دوسری زمین؟ کس کی زمین؟ کس مقام پر؟

واحد :۔ ارے توبہ! پہلے پوری بات سنو تو سہی۔ میں یہ کب کہہ رہا ہوں کہ کوئی زمین ایسی ہے؟ محض تکمیلِ حجت کے لئے تم وہ تجویز پیش کر دو، تاکہ مسلمان باشندوں کو بعد میں معلوم ہو کہ تم نے نیک نیتی سے سمجھوتہ کرانے کی جان توڑ کوشش کی، اور وہ مطمئن ہو جائیں۔

عظیم :۔ اچھا یہ بات ہے!

واحد :۔ ہاں۔ تم کو اپنی پوزیشن بھی بچانی تو ہے۔ مگر وہ تجویز تمہاری بیکار ہو گی کیونکہ ہندو لیڈر اس پر کبھی راضی نہ ہوں گے۔ وہ تو مسجد کے پاس ہی مندر تعمیر کروانے پر تلے ہوئے ہیں۔ تم ان لیڈروں سے لنچ پر مل چکے ہو۔ کیا تم نے ان کی گفتگو سے محسوس نہیں کیا کہ وہ اپنی دھن کے پکے ہیں؟

عظیم :۔ نہیں! مجھے اس وقت بھوک بہت لگی تھی۔ میز پر میں بہت مصروف تھا۔

واحد :۔ خیر، تو ہندو اصرار کرتے ہی رہیں گے کہ وہاں مندر کی تعمیر ہمارا حق ہے۔ فتنہ و فساد کے محض خیالی خطروں کے مدنظر ہم اس حق سے دست بردار ہونا نہیں چاہتے۔ مسلمان خواہ مخواہ رکاوٹ ڈال رہے ہیں، وغیرہ وغیرہ۔

عظیم :۔ تب کیا کروں؟ کھڑے ہو کر اعلان کر دوں کہ گفت و شنید ٹوٹ گئی؟

واحد :۔ نہیں نہیں! تم کو اپنی شہرت برقرار رکھنی ہے۔ گفت و شنید کو یوں توڑ ڈالنا مناسب نہیں۔ پھر تم میں اور یہاں کے چھوٹے موٹے لیڈروں مثلاً مولوی کامل میں کیا فرق رہا؟

عظیم :۔ تو پھر کیا کرنا چاہیئے؟ کیا ان سے کہہ دوں، اچھی بات ہے مندر تعمیر کروا لیجئے۔ یہ میرا فتویٰ ہے۔

واحد :۔ سمجھوتہ کا اصل مفاد تو یہی ہو گا۔ مگر ذرا سی ترمیم کے ساتھ

عظیم :۔ وہ کیا؟

واحد :۔ جب وہ لیڈر دوسری زمین لینے پر راضی نہ ہوں، تو تم ذرا لیڈرانہ انداز میں اظہارِ افسوس کرو، کہ میں نے اپنی سیاسی زندگی میں کئی سمجھوتے کرائے ہیں۔ کئی مابہ النزاع مسائل میں بڑے بڑے ہندو لیڈروں کے ساتھ گفت و شنید میں حصہ لے چکا ہوں۔ لیکن افسوس ہے کہ آج مجھے عجیب تجربہ ہوا۔ آج تک میں نے ایسے معاملات میں ہندو لیڈروں کی ایسی غیر مصالحانہ روش نہیں دیکھی، جیسی کہ آج دیکھ رہا ہوں۔ علیٰ ہٰذا القیاس۔ اس سے ان ہندوؤں پر رعب پڑے گا۔

عظیم :۔ اچھا، اچھا! رعب! ہاں واقعی مجھے اس کے استعمال کا خیال نہیں آیا۔ ٹھیک ہے۔ رعب ڈالنا تو ایک ضروری بات ہے۔ رعب کے بغیر میں کیسے محسوس کرا سکوں گا، کہ میں مولانا غازی الدین ہوں، ملک کا مسلم الثبوت لیڈر —— اچھا تو وہ شرط کیا ہے؟

واحد :۔ وہ یہ ہے کہ تم ——

عظیم :۔ (چونک کر) موٹر! کس کی موٹر آئی ہے؟ واحد ذرا دیکھو تو۔ کھڑکی سے دیکھو! کہیں سی۔ آئی۔ ڈی۔ تو نہیں آئی؟

واحد :۔ (کھڑکی کے پاس جا کر جھانکتا ہے) مولوی کامل کی کار ہے مولوی صاحب آئے ہیں۔

عظیم :۔ (اطمینان کا سانس لیکر صوفہ پر بیٹھ جاتا ہے) اوہ میرے تو ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے تھے۔

واحد :۔ عجب ڈرپوک ہو۔ یہی حال رہا تو بس کر چکے لیڈری۔ تو اب تیار ہو جاؤ۔ لوگ کمپونڈ میں جمع ہو گئے ہیں۔ تمہاری

(کمرا ہو جاتا ہے)

زندگی کا قابلِ یادگار لمحہ آپہنچا نہیں معلوم تم نے کونسی ایسی نیکی کی تھی۔ جس کے بدلے تمہاری یہ شان ـــــ

(ایکدم سے کچھ نئے نعرے بلند ہونے لگتے ہیں)

آوازیں:۔ مولانا غازی الدین زندہ باد! مولانا غازی الدین زندہ باد۔۔۔۔ نعرۂ تکبیر اللہ اکبر! اللہ اکبر! کانگرس کی ہے

واحد:۔ سن لیا تم نے؟ کون ہوگا جس کو اس وقت تم پر رشک نہ آئے؟ اللہ۔ اللہ!

عظیم (کھڑا ہوتا ہے) واحد! مجھے الفاظ نہیں ملتے۔ تمہارا یہ احسان عمر بھر نہ بھولوں گا۔ واللہ! میری شادی کی برات بھی ایسی دھوم دھام سے نہ نکلی تھی واحد!

واحد:۔ عظیم! یہ وقت ایسا ہے کہ عقدِ ثانی کو تمہارا جی چاہے تو آسانی سے ہو سکتا ہے۔

آوازیں:۔ مولانا غازی الدین زندہ باد!۔۔۔۔۔۔ زندہ باد!۔۔۔ نعرۂ تکبیر، اللہ اکبر۔۔۔۔۔۔ انقلاب زندہ باد!۔۔۔۔۔ مولانا غازی الدین زندہ باد!۔۔۔۔۔۔

کامل:۔ (ہانپتے کانپتے داخل ہوتا ہے) چلئے چلئے، تیار ہوگئے نا آپ؟

عظیم:۔ (بیٹھ کر) جناب! یہ سب کیا ہے؟ سیکرٹری! کامل صاحب کو ـــ

کامل:۔ عامۃ المسلمین کی خواہش ہے۔ میں بھلا انکو کیسے روک سکتا ہوں۔ مولانا!

واحد:۔ مولانا اس دھوم دھڑکے کو پسند نہیں فرماتے۔ مولانا کا ارشاد ہے کہ ایسی چیزوں سے قوم کے خادموں میں خودبینی و خود پسندی پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ ان ـــــ

کامل:۔ مگر مولانا! جوشِ ایمانی عوام سے یہ سب کچھ کراتا ہے۔ عوام کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر، جب بیخود ہو کر نعرے لگاتا ہے تو اللہ اکبر! دلوں پر کیسی ہیبت طاری ہوتی ہے۔ مولانا میری عرض یہ ہے کہ منع کرنے سے ہزاروں دل ٹوٹ جائیں گے۔ انتظامات سب مکمل ہو چکے ہیں۔ یہاں سے جلسہ گاہ تک سڑکوں پر عوام رو رویہ آپ کے درشن کے لئے ـــــ

آوازیں:۔ نعرۂ تکبیر اللہ اکبر! اللہ اکبر!۔۔۔۔۔ مولانا غازی الدین زندہ باد! قائدِ ملت زندہ باد!۔۔۔۔۔۔۔

واحد:۔ یہاں کے مسلمان جاہل تو ہیں مگر نورِ ایمانی سے ان کے سینے روشن ضرور ہیں۔ مولانا نے لاہور میں ایک جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ ایسے ہی مسلمانوں سے ـــ

کامل:۔ جی ہاں! مذہب کے نام پر کٹ مرنے والے یہی جہلا تو ہوتے ہیں۔ بس اب زیادہ پس و پیش نہ کیجئے مولانا! میری مخنعیر۔

آوازیں:۔ مولانا غازی الدین، مولانا غازی الدین!

کامل:۔ دیکھئے مجمع بے چین ہو رہا ہے ـــــ مجن! مجن! ارے مجن!!!

مجن:۔ (دوڑتا ہوا آتا ہے۔ ہاتھ میں پھولوں کی ٹوکری ہے) جی آیا حضور!

کامل:۔ ہاں لا، ادھر لا (ٹوکری لیتا ہے) موٹر کو پھولوں سے سجا دیا گیا؟

مجن:۔ سجا رہے ہیں حضور

کامل:۔ جلدی کرو جاؤ (مجن دوڑتا ہوا جاتا ہے) چلئے، مولانا چلئے کھڑکی کے پاس چلئے۔ عوام کے سامنے گل پوشی کی رسم ـــ

عظیم:۔ مولوی صاحب! آپ مجھے کانٹوں میں گھسیٹتے ہیں۔

واحد:۔ چلئے مولانا! مولوی صاحب کا دل دکھانا مناسب نہیں چلئے!

عظیم:۔ اچھی بات ہے!

(اٹھ کر کھڑکی کی طرف یوں بڑھتا ہے جیسے بادلِ ناخواستہ جا رہا ہو)

آوازیں:۔ مولانا غازی الدین زندہ باد! (تالیاں) مولانا غازی الدین زندہ باد!

(کامل اسے پھول کا ہار پہناتا ہے۔ تالیاں خوب زور سے بجائی جاتی ہیں)

نعرۂ تکبیر! اللہ اکبر! (کامل چند اور پھول کے ہار پہناتا ہے پھر تالیاں) مولانا غازی الدین زندہ باد! قائدِ ملت زندہ باد!۔۔۔۔۔

(عظیم مسکرا کر سر ہلاتا ہے۔ پھر ہاتھ اٹھا کر پیشانی تک لیجاتا ہے نعرے اور زور سے لگتے ہیں۔ تالیاں اور زور سے بجتی ہیں۔ عظیم کھڑکی سے ہٹ آتا ہے)

کامل:۔ دیکھ لیا آپ نے! کیا جوش و خروش ہے! میں ذرا بھی نہیں

مدد کو نہ کوں تو میرے پرخچے اڑ جائیں ——— چلئے دیر ہو رہی
ہے۔ جلسہ گاہ میں لوگ انتظار کر رہے ہونگے۔ نصیب بھی
انتظامات میں مصروف ہیں۔ چلئے مولانا! ہماری رہنمائی فرمائیے
(عظیم الزماں آگے آگے جاتے ہیں۔ واحد اور کامل پیچھے پیچھے ہوتے
ہیں۔ باہر غلغلہ بلند ہوتا ہے۔ دف نوب اور نعرے لگائے جاتے

ہیں۔ تالیاں بجتی ہیں۔ موٹر کے ہارن کی آواز سنائی دیتی ہے۔ کرخت
آوازیں، جیسے پولیس کے جوانوں کی ہوتی ہیں۔ ہٹو۔ بچو۔ [illegible]
تالیاں بجتی رہتی ہیں۔ واحد اور کامل کی آوازیں وقفہ وقفہ سے سنائی دیتی
ہیں۔ ہٹئے۔ راستہ دیجئے۔ راستہ دیجئے۔ موٹر کو جانے دیجئے۔ ہٹئے
آخر یہ شور آہستہ آہستہ مدھم پڑ جاتا ہے۔ (پردہ)

تیسرا ایکٹ

(وہی کمرہ۔ دوسرے روز شام کے چار بجے عظیم واحد کامل اور نصیب کمرے میں جمع ہیں)

کامل: مولانا کا احسان جب تک یہ ہستی دنیا قائم رہے گا۔

عظیم: ارے میاں۔ میں نے کونسا ایسا تیر مارا ہے کہ ——

کامل: مولانا بہت مجبور! ہمارے کام لیتے ہیں۔ کل کا جلسہ ایسا شاندار
تھا کہ جلال پور نے اس سے پہلے کبھی نہ دیکھا ہوگا! اللہ! اللہ!
کیسا ایمان افروز نظارہ تھا!

واحد: واقعی مسلمانان جلال پور نے اپنی بیداری کا ناقابل تردید
ثبوت دیا۔ مولانا اس سے بہت متاثر ہیں۔ آپ حضرات
کو معلوم نہیں۔ مولانا رات بڑی دیر تک دعائیں مانگتے رہے
کہ سب مسلمانان ہند اگر اسی طرح زندگی کا ثبوت دیں
اور متحد ہو کر کانگرس کے ترنگے جھنڈے تلے جمع ہو جائیں۔

عظیم: ہاں، مسلمان اب خواب غفلت سے بیدار ہو رہے ہیں
ذرا تحائف تنظیم کی فکر میں لگ گئے ہیں۔ میں نے کل والی تقریر
میں اسی کی طرف اشارہ کیا تھا۔

نصیب: جی ہاں آج کے سوراج میں وہ تقریر پوری چھپی ہے
سپاسنامہ بھی شائع ہوا ہے۔ میں خود ان کی نقلیں ایڈیٹر کو
دے آیا تھا۔

عظیم: نصیب صاحب! آپ کی مستعدی اور محنت کی میں دل
سے قدر کرتا ہوں۔ خدا آپ کو اس کا اجر عظیم دے۔

نصیب: ہیں ہیں ہیں! محترم مولانا کی عزت افزائی ہے ....
.... ہیں ہیں ہیں ...... میں نے کچھ نہیں کیا.... میں
نے اپنا فرض ....

واحد: مولانا! ایٹ ہوم کا انتظام بھی نصیب صاحب ہی کے
سپرد تھا۔ ہم سب کے سب ان کے حسن انتظام اور سلیقہ مندی
کے ممنون ہیں۔ (سب ہنستے ہیں)

کامل: بہرحال مولانا میں تو ایسا محسوس کر رہا ہوں کہ ایک بوجھ
دل پر سے اتر گیا۔ اور ——

واحد: مولوی صاحب۔ میری سمجھ میں نہیں آیا۔ معدے پر بوجھ
پڑتا ہے تو بوجھ دل سے کیونکر اتر جاتا ہے؟

کامل: جی نہیں۔ آپ غلط سمجھے سیکرٹری صاحب! میرا اشارہ [illegible]
کے خوشگوار سمجھوتہ کی طرف تھا۔

واحد: اوہ! تب تو آپ نے صحیح کہا۔

عظیم: کیا اس سمجھوتہ کا حال اخبار میں چھپ گیا؟ سیکرٹری خبریں
سناؤ۔

واحد: بہت خوب مولانا! اخبار سوراج لکھتا ہے: "فٹ بال کے
میدان میں جلسہ عام۔ مولانا غازی الدین کو سپاسنامہ مولوی کامل
نے پیش کیا۔ مولانا کا بصیرت افروز جواب۔ ہزارہا باشندگان جلال پور
کا اجتماع ہمارے نامہ نگار خصوصی کے قلم سے۔" سرخیوں میں آدھا
صفحہ چلا گیا۔ اب اصل خبر سنئے:۔
"کل شام کے ۵ بجے جلال پور کے فٹ بال کے میدان میں تل
دھرنے کی جگہ نہ تھی جب تقریباً ۱۵ ہزار باشندگان جلال پور نے ملک

کے مشہور قوم پرست لیڈر مولانا غازی الدین کو سپاس نامہ پیش کیا گیا۔ یہ فرض مقامی پبلک کارکن مولوی کامل نے ادا کیا ہے۔"

عظیم :۔ سیکرٹری! یہ خبر کچھ اہم نہیں۔

واحد :۔ تو پھر دوسری سناؤں۔ مولانا غازی الدین کا شاندار جلوس ایک میل کا راستہ ایک گھنٹہ میں طے ہوا۔ پر جوش عوام کے نعروں سے زمین و آسمان ہل گئے۔ ہمارے نامہ نگار خصوصی کے قلم سے۔"

عظیم :۔ نہیں سیکرٹری! یہ بھی نہیں۔ مصالحت کی گفت و شنید کی خبر سناؤ!

واحد :۔ (پڑھتا ہے) "مسجد اور مندر کے جھگڑے کا خوشگوار سمجھوتہ ہو گیا مولانا غازی الدین کی مساعی جمیلہ سے مندر کی تعمیر کی اجازت مل گئی۔ ہمارے نامہ نگار خصوصی کے قلم سے۔ آج صبح کے نو بجے مقامی کانگرسی لیڈر، مسٹر جی، ڈی، سیتارام کے مکان پر مسجد اور مندر کے تنازعہ کے تصفیہ کے لئے ہندو مسلم گفت و شنید شروع ہوئی۔ ہندوؤں کے نمائندے یہ تھے۔ مسٹر جی ڈی، سیتارام، مسٹر اے، ایل، سی چترویدی لال، پنڈت ہری نرائن، اور مسٹر ایل راؤ۔ مسلمانوں کی جماعت ان حضرات پر مشتمل تھی۔ مولانا غازی الدین، مولوی کامل، مولانا کے سیکرٹری مولوی جلال اور مسٹر نصیب احمد۔ ان ہندو نمائندوں پر ہمیں کامل اعتماد ہے۔ اور مولانا غازی الدین اور انکی جماعت پر مسلمان اعتماد کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ کیونکہ کل کے شاندار استقبال نے ثابت کر دیا کہ وہ مسلمانوں کے نمائندے ہیں۔ مولانا غازی الدین گفت و شنید کے آغاز سے قبل لیڈروں کے ساتھ متنازعہ فیہ زمین کا معائنہ فرما چکے تھے۔ سمجھا جاتا ہے۔ کہ آپ نے ہندو لیڈروں کے سامنے ایک دوسری زمین کی پیش کش کی اور استدعا کی۔ کہ جھگڑے کو ختم کرانے کے لئے ہندو مندر اس زمین پر تعمیر کرا لیں۔ لیکن ہندو لیڈروں نے تفصیل سے اپنا نقطۂ نظر پیش کیا۔ جس کو ہرگز نظر انداز نہیں کیا جا سکتا تھا۔"

:۔ لیکن اس اخبار نے وہ نقطۂ نظر بیان نہیں کیا۔ خیر، سیکرٹری آگے پڑھو

واحد :۔ (پڑھتا ہے) "اس پر مولانا موصوف نے کہا۔ کہ میں آپ حضرات کو وہاں مندر کی تعمیر کی اجازت تو دیتا ہوں لیکن ایک شرط کے ساتھ۔ وہ شرط یہ ہے۔ کہ آپ حضرات حتمی وعدہ کریں کہ جب وہ مندر تعمیر ہو جائے۔ تو اس میں باجہ موسیقی، بھجن وغیرہ اوقات نماز میں نہیں ہوا کریں گے۔ کہا جاتا ہے کہ اس شرط پر ہندوؤں نے بتایا کہ کئی مقامات میں مسجد کے سامنے باجہ بجانے کی ممانعت بھی نہیں۔ اندریں صورت یہ شرط کہ اوقات نماز میں مندر میں موسیقی نہ ہو۔ بہت کڑی ہے۔ لیکن مولانا غازی الدین نے اپیل کی کہ شہر کے امن و امان کو برقرار رکھنے کے لئے ہندو اصحاب اس شرط کو مان لیں۔ مولانا کے اصرار پر ہندو لیڈروں نے مشورہ کیلئے مہلت طلب کی، بہر حال ایک گھنٹہ کے بعد پھر سب جمع ہوئے۔ ہندو لیڈروں نے کہا۔ کہ ہم اپنی نیک نیتی اور خلوص کا ثبوت دیتے ہیں۔ اور اس شرط کو منظور کرتے ہیں۔ ہمارے خیال میں ہندو لیڈروں کو ایسا ہی کرنا چاہیئے تھا۔ بعض فرقہ پرست مسلمان کہتے ہیں۔ کہ ہندو تنگ نظر اور خود غرض ہوتے ہیں لیکن اس خوشگوار سمجھوتہ کے بعد ایسے فرقہ پرستوں کو اپنے گریبان میں منہ ڈالنا چاہیئے۔ اس شرط کو مان کر ہندوؤں نے اپنی وسیع النظری رواداری اور ایثار کا ثبوت دیا۔ بہر حال اس سمجھوتہ کو ہندو اور مسلمان دونوں کے نزدیک قابل قبول ہونا چاہیئے۔ اس کارنامہ پر ہم مسلم نمائندوں اور ہندو نمائندوں کو دلی مبارکباد دیتے ہیں ذیل میں وہ مشترکہ بیان درج کیا جاتا ہے۔ جو سمجھوتہ کے بعد ہندو اور مسلم نمائندوں کے دستخط سے جاری ہوا ہے ــــ"

کامل :۔ اچھا لکھا ہے۔ اس اخبار سے ایسی ہی امید تھی

واحد :۔ مولانا جو سمجھوتہ بھی کرائیں اس پر کوئی معقول پسند اخبار اعتراض کر ہی نہیں سکتا۔ مولانا نے لکھنؤ میں تقریر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا۔ کہ اخبارات کو معقول پسند ہونا چاہیئے۔ اور ــ

کامل :۔ بالکل صحیح جو اخبار ناسمجھی یا شرارت سے ایسے سمجھوتوں

کی مخالفت میں کام سب کرتے ہیں۔ وہ قوم کی نظروں میں ذلیل ہوتے ہیں۔

نصیب :۔ جی ہاں! بھلا اس لیڈری کی بات ہو سکتی ہے؟

عظیم :۔ مگر مجھے یہ معلوم نہ ہو سکا۔ اس سمجھوتے سے مسلمانوں پر کیا اثر مرتب ہوا ہے؟

کامل :۔ مسلمان اس کو قبول کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ کیونکہ زبردست ...... ہوا۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ غازی مسلمان ...... نہیں۔ نصیب! تم نے گھوم پھر کر مسلمانوں کے خیالات معلوم کئے؟

نصیب :۔ جی نہیں، میں چاہتا تھا، کہ اخبارات کے تبصروں کے بعد مسلم حلقوں میں ——

واحد :۔ بہر حال مسلمانوں کو محسوس کرنا چاہئیے، کہ ان حالات میں وہی سمجھوتہ بہترین ہو سکتا تھا جو مولانا نے کرایا۔

عظیم :۔ اچھا۔ ... مسلم اخبار نے کیا لکھا ہے؟

کامل :۔ ہاں وہ تمہارے مسلم کہاں ہے نصیب وہ اخبار؟

نصیب :۔ میری نظر سے بھی نہیں گزرا۔ شاید ابھی نہیں آیا۔

کامل :۔ مجن! مجن! ارے او مجن!

مجن :۔ جی آیا حضور! (آتا ہے)

کامل :۔ تمہارے مسلم آیا —— ارے ہاں۔ یہی تو ہے۔ ادھر لا۔

مجن :۔ (اخبار کامل کو دیتے ہوئے) حضور! میں ذرا اس کو پڑھ رہا تھا۔

کامل :۔ اچھا جا! (اخبار واحد کو دیتا ہے) لیجئے سیکرٹری صاحب!

(مجن جاتا ہے)

واحد :۔ (اخبار کی ورق الٹتا ہے) ہاں یہ ہے۔ سنیئے "مولانا غازی الدین نے بزعم خود سمجھوتہ کرا دیا۔ مسجد کے پہلو میں مندر بنوانے کو کہدیا۔ ایک عجیب و غریب شرط۔ مولانا کس کے نمائندے ہیں؟

آج صبح مولانا غازی الدین نے اپنے حواریوں کے ساتھ یہاں کے ہندو لیڈروں سے مل کر بزعم خود اجازت دے دی کہ ہندو مسجد کے پہلو میں مندر تعمیر کروا لیں۔ شرط یہ لگائی ہے کہ اوقات نماز میں مندر میں گانا بجانا نہ ہوا کرے۔ ہم یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ یہ کس قسم کا سمجھوتہ ہے۔ پہلے تو ہم یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ غازی الدین صاحب کس کے نمائندے ہیں۔ صرف تین چار سو جاہل مسلمانوں کو جمع کرکے نعرے لگوا دینے اور پھول پہن کر اپنا جلوس نکلوا لینے اور جلسہ میں لفاظی کر دینے سے کوئی شخص عام مسلمانوں کا نمائندہ نہیں ہو سکتا۔ سب جانتے ہیں کہ موصوف کانگرس کے آدمی ہیں۔ ہم کئی گذشتہ اشاعتوں میں واقعات سے بحث کر کے صاف بتا چکے ہیں کہ کانگرس کی پالیسی دراصل یہ ہے کہ مسلمانوں کے مذہب اور تہذیب کو برباد کر دیا جائے۔ اور ہندوستان پر آخر کار ہندو راج قائم کر دیا جائے۔ اس لیے کانگرس چند مسلمانوں کو اپنا ہمنوا بنا کر ان سے حسب منشا کام لے رہی ہے۔ ہم کو افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ غازی الدین صاحب بھی مسلمانوں میں سے ہیں۔ جو کانگرس کے ہاتھ میں کھلونا بنے ہوئے ہیں۔ پس ان سے کیا توقع ہو سکتی ہے۔ کہ وہ کوئی ایسا کام کریں گے جس سے مسلمانوں کو نقصان نہ پہنچے؟ زیر بحث نام نہاد سمجھوتہ، اسکی ایک روشن مثال ہے۔ جب یہ ایک امر واقعہ ہے۔ کہ مسجد کے سامنے باجا بجانا ممنوع ہے۔ کیونکہ اس سے مسلمان مشتعل ہو جاتے ہیں، تو سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ یہ کس قسم کی شرط موصوف نے لگائی ہے۔ کہ مندر میں ہندو اوقات نماز میں بھجن وغیرہ نہ کریں۔ ہم آئے دن دیکھتے ہیں کہ ہندو مسجدوں کے سامنے باجہ بجانے سے ہی باز نہیں آتے۔ تو پھر یہ کیونکر امید رکھی جا سکتی ہے کہ اس مندر میں گانا بجانا اوقات نماز میں نہیں ہوگا۔ قول کی آج کوئی پروا نہیں کرتا۔ بدعہدی کی مثالیں روزانہ دیکھنے میں آتی ہیں۔ تصفیہ بہترین یہ ہو سکتا تھا۔ کہ مسجد کے پہلو میں مندر کی اجازت نہ دیجاتی۔ لیکن ان نام نہاد مسلم نمائندوں سے جنہوں نے نام نہاد گفت و شنید کی بھلا یہ توقع کہاں ہو سکتی تھی؟ رموز مصلحت خیز لیڈراں دانند ضرورت اس امر کی تھی کہ مسلم لیگ کے نمائندوں کو بھی اس گفت و شنید میں شریک کیا جاتا۔ پس اب ہم اعلان کرتے ہیں کہ عام مسلمانوں

کو اس نام نہاد مجھوتہ سے کوئی تعلق نہیں۔ بلکہ ہم مسلمانوں کو مطالبہ کرتے ہیں، کہ اس تصفیہ کے خلاف پر زور احتجاج کریں اور ہندوؤں کو اس مقام پر مندر تعمیر کرانے نہ دیں۔ کیونکہ مسجد کے پہلو میں مندر کی تعمیر سے ہمارے شہر کے امن و امان کو زبردست خطرہ لاحق ہو جائے گا ـــــ بدمعاش کہیں کا!

عظیم :۔ سیکرٹری! یہ کیا نازیبا کلمات تم اپنے منہ سے نکالتے ہو!

کامل :۔ نہیں مولانا! اس اخبار کی گندی تحریر سے ازالہ حیثیت عرفی ہوتی ہے مقدمہ چلانا چاہیئے

نصیب :۔ جی ہاں: اس چیتھڑے کی دریدہ دہنی تو ملاحظہ ہو مولانا!

واحد :۔ اس کو غصہ دراصل اس پر ہے کہ خود اس کو گفت و شنید میں کیوں نہیں شریک کیا گیا؟

نصیب :۔ سو کیوں شریک کرتے؟ وہ آخر ہے کس کھیت کی مولی! مفسد کہیں کا!

عظیم :۔ آپ حضرات جذبات سے اتنے مغلوب کیوں ہوئے جا رہے ہیں؟ دنیا میں ہر چیز ہماری خواہش کے مطابق نہیں ہوتی۔ یہ کس طرح ممکن ہے کہ سب ہم خیال ہو جائیں۔ اگر یہ ممکن ہو جائے تو پھر دنیا جنت بن جائے؟ ہم کو صبر و سکون سے اپنے مخالف کی رائے سننی چاہیئے۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ میں نے یہی بات حال ہی میں بنارس کے ایک جلسہ میں کہی تھی، کیوں سیکرٹری؟

واحد :۔ جی ہاں مولانا! ـــــ مگر مولانا: اس اخبار کے خلاف کم سے کم ایک بیان جاری کرنا چاہیئے

کامل :۔
نصیب :۔ } جی ہاں مولانا: ضرور جاری کرنا چاہیئے۔

عظیم :۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ آپ حضرات کا مشورہ خلوص اور صدقِ نیت پر مبنی ہے۔ لیکن میں تو آج رات کی گاڑی سے جا رہا ہوں۔

کامل :۔ جی آپ وہ بیان ہمیں دیجیے۔ ہم اس کو شائع کرا دیں گے۔ اس کی سخت ضرورت ہے۔ دیکھئے تو سہی، کیسے کیسے حملے اس نے آپ کی ذاتِ اقدس پر کیے ہیں!

عظیم :۔ اچھی بات ہے۔ آپ حضرات کی خوشی اسی میں ہے تو مجھے عذر نہیں۔ میں سیکرٹری کو بیان لکھوا دوں گا۔

واحد :۔ بہت اچھا مولانا! مسلم لیگ کی خبر اس میں ضرور لی جانی چاہیئے مولانا! میری سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ مسلم لیگ آخر کونسا مفید کام دے رہی ہے؟

نصیب :۔ جی ہاں: سوائے کانگرس کو گالیاں دینے کے؟ مگر کانگرس کا ایسی حرکتوں سے کیا بگڑتا ہے؟ وہ روز بروز طاقتور ہوتی جاتی ہے۔

عظیم :۔ آپ لوگوں نے پھر دوسروں کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا؟ یاد رکھئے۔ پندار، گفتار اور کردار کے عدم تشدد ہی میں دنیا کی نجات ہے

واحد :۔ جی ہاں، مجھے خوب اچھی طرح یاد ہے کہ پٹنہ والے جلسہ میں آپ نے جو ولولہ انگیز تقریر فرمائی تھی اس میں اس نکتہ پر بہت زور دیا تھا۔

عظیم :۔ سیکرٹری! تمہارا حافظہ قابلِ رشک ہے۔

واحد :۔ مولانا کا فیضِ صحبت ہے ـــــ اچھا تو مولانا! میں سامان باندھنا شروع کر دوں ـــــ

(کھڑا ہوتا ہے)

کامل :۔ اجی نہیں آپ کیوں تکلیف کرتے ہیں! میرا نوکر ہے۔ وہ باندھ دیگا۔

نصیب :۔ ہماری بدقسمتی ہے کہ مولانا بہت جلد ہم سے رخصت ہو رہے ہیں۔

کامل :۔ ہاں ـــ

حیف در چشم زدن صحبتِ یار آخر شد
روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

واحد :۔ مگر مولانا کی ذات پر دوسرے مقامات کا حق بھی تو ہے ہاں موقع ہوا تو انشاء اللہ مولانا پھر یہاں تشریف لائیں گے۔ مولانا کو اس مقام سے دلی انس ہو گیا ہے۔ یہاں کے جوشیلے باشندوں کی محبت نے مولانا کے دل میں گھر کر لیا ہے۔

عظیم: ۔ ہاں میرے دل پر بہت اثر ہوا ہے۔ آج رات اسٹیشن پر اسکی نسبت ایک بیان دوں گا۔

کامل: نصیب، سرکاری اخبارات کو خبر کر دو۔

نصیب: ۔ (گھبرایا ہوا ہے) بہت اچھا۔ ابھی جاتا ہوں
(جانے لگتا ہے کہ باہر سے نجن دوڑتا ہوا آتا ہے)

کامل: ۔ کیوں، کیا ہے نجن؟

نجن: سرکار، ایک مجمع ادھر آ رہا ہے۔ غصہ میں بھرا ہوا ہے

عظیم: (گھبرا کر) ہائیں

کامل: ۔ (کچھ سوچتا ہے) میں سمجھتا ہوں اخبار صدائے مسلم کے دفتر کو جا رہا ہوگا۔ راستہ ادھر سے ہی ہے۔ شاید اس کے خلاف مظاہرہ کرنا چاہتا ہے۔

عظیم: ۔ نصیب صاحب ذرا باہر نکل کر دیکھئے کیا بات ہے؟

نصیب: بہت اچھا!

(نصیب اور نجن جلدی جلدی باہر جاتے ہیں)

عظیم: ۔ سیکرٹری! تم کھڑکی میں سے دیکھو میری سمجھ میں نہیں آتا۔ کیا ماجرا ہے؟

(واحد کھڑکی کے پاس جاتا ہے)

کامل: ۔ وہی بات ہے مولانا! عوام اس اخبار کے خلاف —— اس کا ایڈیٹوریل بہت دل آزار تھا۔ میں خوش ہوں کہ آج یہاں سب کو کانگریس کی قوت کا اندازہ ہو جائے گا۔

عظیم: ۔ کیوں سیکرٹری مجمع نظر آیا؟

واحد: ۔ ابھی تو نہیں۔ مگر ایک شور سنائی دیتا ہے۔

عظیم: ۔ (کان لگا کر سنتا ہے۔) ہاں ہاں! شور مجھے بھی سنائی دیتا ہے کیوں کامل صاحب! آپ کچھ سن رہے ہیں؟

کامل: ۔ (کان لگا کر سنتا ہے) جی ہاں مولانا! ایک شور تو سنائی دیتا ہے۔ مگر —— مگر کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا۔ نعرے کس قسم کے لگائے جا رہے ہیں:

(کھڑا ہو جاتا ہے)

عظیم: ۔ ٹھہریئے! ٹھہریئے! غور سے سنیں۔

(دونوں کان لگا کر سنتے ہیں)

واحد: ۔ نصیب صاحب دوڑتے ہوئے آ رہے ہیں؟

عظیم: ۔ دوڑتے ہوئے آ رہے ہیں؟ دوڑتے ہوئے آ رہے ہیں؟

کامل: ۔ ضرور کوئی اہم بات ہے۔

(نصیب ہانپتا ہوا آتا ہے)

نصیب: ۔ غضب ہو گیا! مولوی صاحب! غضب ہو گیا!

عظیم
کامل: کیا ہوا! کیا ہوا؟ (عظیم کھڑا ہو جاتا ہے)

نصیب: ۔ مجمع ادھر آ رہا ہے۔ سیاہ جھنڈیاں لئے ہوئے نعرے لگاتے ہوئے آ رہا ہے۔ اس سمجھوتہ سے وہ ناراض ہے۔ مولینا کے خلاف وہ ——

عظیم: ۔ ہائیں! یہ کیا!

واحد: ۔ (کھڑکی سے ہٹ آتا ہے) مجمع کمپونڈ میں داخل ہو رہا ہے۔ مولانا! صورت حال نازک معلوم ہوتی ہے!

آوازیں: ۔ مولانا غازی الدین مردہ باد! مولانا غازی الدین مردہ باد۔

عظیم: ۔ ہائیں یہ کیا! کیا میں خواب تو نہیں دیکھ رہا؟ این چہ شوریست کہ در دور قمری بینم!

آوازیں: ۔ مولانا غازی الدین مردہ باد! ...... کانگریس مردہ باد!
سمجھوتہ مردہ باد! ...... غازی الدین مردہ باد! ......

کامل: ۔ ارے! یہ کیا ہو گیا! اس کا سان گمان تک نہ تھا۔ ما درچہ خیالیم و فلک درچہ خیال۔

واحد: ۔ مگر صورت حال اندیشہ ناک ہوتی جا رہی ہے۔ اس سے نبٹنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

عظیم: ۔ ہاں ہاں کامل صاحب! یہ آپ کا کام ہے۔ عوام آپ کی بستی کے ہیں۔ آپ کو ——

کامل: ۔ جی نہیں، مولانا! آپ ہی آگے بڑھیں۔ آپ آسانی سے ۔ ہاں آپ جایئے، کھڑکی کے پاس۔ عوام کے دلوں کو اپنی مٹھی میں لیجئے۔

عظیم: ۔ نہیں، میرا جانا فی الحال مناسب نہیں۔ سیکرٹری! تم میری

طرف سے —— ہاں چلو۔

واحد:۔ جی نہیں۔ میں کیا کر سکوں گا؟ نہیں میرے بس کی بات نہیں

آوازیں:۔ غازی الدین مردہ باد: ...... ہم مندر بننے نہیں دینگے

...... ہاں ہاں! ہرگز بننے نہیں دیں گے ...... غازی الدین

مردہ باد! ...... سمجھوتہ ہمیں منظور نہیں ......

عظیم:۔ کامل صاحب جلدی کیجئے۔ پولیس کو بلائیے! امن عامہ کو

خطرہ لاحق ہو گیا ہے —— بلائیے پولیس کو۔

نصیب:۔ پولیس مجمع کے ساتھ ہے۔

کامل:۔ مولانا! آزمائش کا وقت ہے۔ آپ ایک ولولہ انگیز تقریر

فرمائیں۔ عوام کا جوش ٹھنڈا پڑ جائے گا۔ تقریر کی سخت ضرورت

ہے۔ مولانا چلئے!

عظیم: نہیں نہیں، تقریر نہیں۔ میں بعد میں ایک بیان جاری کروں گا

کسی طرح اس مجمع کو منتشر کیجئے۔ فساد ہو جائے گا۔ کئی عورتیں

بیوہ ہو جائیں گی۔ بچے یتیم ہو جائیں گے —— نہیں نہیں!

میں —— آپ ہی کچھ کیجئے۔

کامل:۔ مولانا! میں کیا کر سکتا ہوں؟ بالکل بے بس ہوں! آپ

ہی ——

واحد:۔ مجھے اس میں مسلم لیگ کا ہاتھ معلوم ہوتا ہے۔

کامل:۔ ہاں ہاں، ضرور ہے۔ ورنہ اس کے کیا معنی؟ کیا مصیبت

ہے! یا اللہ! کیا مصیبت ہے؟!

نصیب:۔ مسلم لیگ جاہل عوام کے جذبات سے کھیلتی ہے نتائج

و عواقب کی اس کو پروا نہیں۔ اسی کی وجہ سے ہندو مسلم کشیدگی

بڑھتی جا رہی ہے

واحد:۔ اس مسلم لیگی اخبار کا تبصرہ —— اسی نے عوام کو بھڑکایا،

اس کا مقصد پورا ہو گیا

کامل:۔ اس کے خلاف حکومت کو کارروائی کرنی پڑے گی۔

عظیم:۔ مگر اب ہم کیا کارروائی کریں؟ زندگی اور موت کا سوال

درپیش ہے۔ میں نے ایسے بے وقوف مسلمان کہیں نہیں

دیکھے۔ استغفراللہ! ——

آوازیں:۔ سمجھوتہ مردہ باد! ...... غازی الدین مردہ باد! ....

مسلم لیگ زندہ باد! ...... مندر ہرگز نہیں بنے گا ....

غازی الدین مردہ باد ...... ستیاگرہ کریں گے! ......

...... ہاں ہاں، ہم ستیاگرہ کریں گے ......

عظیم:۔ کامل صاحب کچھ تو کیجئے؟ یہ صورت حال قابو سے باہر

ہوتی جا رہی ہے۔ سیکرٹری! تم بھی اپنی بے عملی کا مظاہرہ کر رہے

ہو۔ آج یہ تم کو کیا ہو گیا ہے؟

واحد:۔ میں کیا کروں؟ مولانا! — اچھی بات ہے۔ دیکھئے! میں

کوشش کرتا ہوں (کھڑکی کے پاس جاتا ہے) بھائیو! یہ آپ

اسقدر شور کیوں مچا رہے ہیں؟ مولانا آرام فرما رہے ہیں۔ ان کی

نیند میں خلل پڑے گا ——

(شور مچتا ہے۔ تالیاں۔ نعرے۔ بس بس، بس کی آوازیں "مردہ باد"

کئی دفعہ سننے میں آتا ہے۔ واحد کھڑکی سے ہٹ آتا ہے)

مجمع پر قابو پانا مشکل ہے۔ مجمع لٹھ بند ہے۔

عظیم:۔ تو پھر کیا ہوگا؟ مجسٹریٹ کو حکم جاری کرنا چاہیئے۔ لٹھ، ہتھیار

ساتھ رکھنے کی ممانعت ہے —— یا اللہ!

واحد:۔ سیاہ جھنڈیوں پر "غازی الدین گو بیک" لکھا ہے۔

عظیم:۔ اس مکان کا پچھلا دروازہ کدھر ہے؟ کامل صاحب بتائیے

کدھر ہے؟ ادھر سے نکل جائیں گے۔ عوام کی یہی خواہش ہے

کامل:۔ نہیں نہیں، آپ اسطرح نہیں جا سکتے۔ دیکھئے مسلم لیگ

کا اثر بڑھتا جا رہا ہے

عظیم:۔ (بگڑ کر) تو میں کیا کروں؟ بڑھتا ہے تو بڑھنے دو — لاحول

ولاقوۃ: کیا ہی محسن کش مسلمان ہیں۔ لعنت ہے ان پر! برباد

ہونے ہی کے لئے پیدا ہوئے ہیں

کامل:۔ مگر خود برباد ہونے سے قبل وہ ہمیں برباد کر دیں گے مولانا!

اصل کام کا وقت یہی ہے مسلم لیگ کی مقبولیت پر ضرب

کاری لگانا چاہیئے۔ مولانا آپ ——

(دھکیل کر عظیم کو کھڑکی کے پاس لے جاتا ہے۔ مگر عظیم جھکا

دیکر نکل جاتا ہے اور خود کامل کو کھڑکی میں دھکیل کر کھڑا کر دیتا ہے)

کامل :۔ پریشانی ہے ... دیکھئے۔ بھائیو! میرے عزیز بھائیو! آپ غلطی کر رہے ہیں۔ غصہ تھوک ڈالئے۔ میرے بھائیو! میں ... تم کو ایسا نہیں کرنا چاہئے ...... مولانا نے ... کچھ کیا ...... مولانا ...... مولانا کی نیت اچھی ہے ...... ٹھنڈے دل سے سوچو ... جس کا تم نے کل اتنا شاندار استقبال کیا ...... اسی کو تم آج ......

آوازیں :۔ مردہ باد! غازی الدین مردہ باد! ...... مولوی کامل مردہ باد ...... (پس پس پس تالیاں، چل کیا بجتا ہے!) سمجھوتہ مردہ باد! ......

کامل :۔ (کھڑکی سے ہٹ جاتا ہے) یا اللہ! یا اللہ! یہ کونسے گناہوں کی سزا ہے؟ ایک دن میں یہ انقلاب!

نصیب :۔ عوام کی ذہنیت ہی ایسی ہوتی ہے۔ نیک و بد کی تمیز نہیں۔ وہ فقط جذبات کے بندے ہوتے ہیں۔

واحد :۔ مولانا! یہ مجمع کسی سے نہیں مانے گا۔ آپ ہی اسکو سمجھائیے سمجھوتہ کے سب پہلوؤں پر روشنی ——

عظیم :۔ نہیں نہیں! ...... میں ...... میں ...... مجمع عاقبت نااندیش ہے۔ قدر ناشناس ہے۔

واحد :۔ پھر کیا کریں؟ کوئی تدبیر سمجھ میں نہیں آتی!

کامل :۔ مولانا! آپ کوشش کریں۔ اللہ مسبب الاسباب ہے بگڑی بنا دیتا ہے۔ ہم سب کی نظریں آپ پر لگی ہیں بسم اللہ

(کامل اسے دھکیل کر لے جاتا ہے)

عظیم :۔ (کھڑکی میں کھڑا ہو کر) میرے بھائیو! یہ آپ کیا کر رہے ہیں! ...... آپ ...... آپ ...... عزیز بھائیو! ... میں نے ...... آپ غصہ کیوں کرتے ہیں؟ ...... پہلے آپ ...... یعنی بھائیو! غصہ کرنے سے کہیں آزادی ملتی ہے؟ میرا سمجھوتہ ...... سمجھوتہ جو ہوا وہ ...... وہ ...... اس کو میں تفصیل سے ...... کسی کی بات پر نہ جاؤ ...... میں بیان جاری کرنیوالا ہوں ...... اس کو ...... غور سے پڑھو ...... میرا منشا یہ نہیں کہ تم ...... تم ...... یعنی میں نے تمہاری بھلائی کے لئے ......

(شور مچتا ہے۔ تالیاں، دو گالیاں سننے میں آتی ہیں پس، پس، پس کی آوازیں پیہم آتی ہیں)

آوازیں :۔ غازی الدین مردہ باد! ...... ہم کچھ نہیں سنتے! ... مسلمان بنا پھرتا ہے ...... سمجھوتہ مردہ باد! ...... غازی مردہ باد! ...... مسلم لیگ زندہ باد! ...... سمجھوتہ کرنا سمجھوتہ! ...... لیڈر کہیں کا! ...... منہ کبھی نہیں ... ہاں ہاں: ہم جان دے دیں گے! ...... غازی الدین مردہ باد! ...

(اتنے میں مجمع سے کوئی شخص ایک انڈا پھینک مارتا ہے جو عظیم کے منہ پر لگتا ہے عظیم دوڑ کر واپس آجاتا ہے)

عظیم :۔ بدمعاش! لچے! (چہرے سے انڈے کا پلستر پونچھتا ہے) غنا ... میں نے ان ہی کی خاطر اپنا وقت خراب کیا۔ شہد ے کہیں ... دوزخ کا ایندھن!

واحد :۔ پولیس کیا کر رہی ہے؟ لاٹھی چارج کیوں نہیں کرتی؟ گولی کیوں نہیں چلاتی؟ کیا بزدل پولیس ہے!

کامل :۔ بڑے بے ادب ہیں! دیکھئے تو سہی کیسے گستاخ ہیں! (منہ میں ... کھڑکی کے پاس جاتا ہے) یہ کیا بدتمیزی ہے! تم لوگ رشوا ... ہے۔ (اور ایک پتھر کامل کی گاندھی کیپ پر آلگتا ہے۔ کامل سر پکڑ واپس آجاتا ہے) ارے اللہ! غنڈا پن حد سے گذر چکا۔

عظیم :۔ (غصہ سے) کیا گذر چکا! یہ سب تمہارا کیا دھرا ہے۔ خواہ مخواہ گندہ مقام پر گھسیٹ لائے۔ مجھے۔ میں نے تمہارا کیا بگاڑا تھا؟

واحد :۔ جی ہاں ہمارا بڑا نقصان ہوا، اس لیڈری میں عزت بھی گئی۔

کامل :۔ میں نے کیا کہا؟

عظیم :۔ تم نے کیا کیا؟ یہی کیا کم ہے کہ مجھے یہاں — کیا کیا!

(کامل پر جھپٹ پڑتا ہے اور اس سے گتھم گتھا ہو جاتا ہے نصیب چھڑانے جاتا ہے مگر واحد اسے لپٹ پڑتا ہے باہر شور مچ رہا ہے اور اندر یہ دو کشتیاں زور شور سے ہو رہی ہیں۔ تمت بالخیر، پردہ)

جناب سید بادشاہ حسین صاحب
حیدرآبادی

ڈراما اور تعلیم

ڈرامے کے دو پہلو ہیں ایک ادبی اور دوسرا تمثیلی۔ عام طور پر یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ تمثیلی پہلو کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ حتیٰ کہ اس نقطۂ خیال کے بعض انتہا پسندوں کا ایقان یہ ہے کہ ایسا ڈراما جو تمثیل کی شکل نہ اختیار کر سکے یعنی دوسرے الفاظ میں جو اسٹیج پر پیش نہ کیا جا سکے، ایک لایعنی سی چیز ہے۔

تمثیلی پہلو کو اہمیت دینے کی ایک وجہ بظاہر یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ دوسری اصناف ادب میں چونکہ تمثیلی پہلو نمایاں نہیں ہے۔ اس لئے ڈراما ہی پر اس خصوص میں تکیہ کرنا ضروری ہے۔ اس کے سوا بھی اگر غور و فکر سے کام لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ڈرامہ کا وجود محض تمثیلی پہلو کو نمایاں کرنے ہی کے لئے ہوا، اور قدیم سے قدیم زمانہ میں بھی ڈراما کا تمثیلی پہلو ظاہر ہوئے بغیر نہ رہا۔ اور اس کے ساتھ ہی ساتھ یہ بات ذہن میں باندھ رکھنے کے قابل ہے۔ کہ اس کا تمثیلی پہلو ہمیشہ کسی نہ کسی مقصد کا حامل رہا ہے۔ اور اس سے ایک نہ ایک خاص سبب کی تکمیل ہوتی رہی ہے۔ ابتدا میں چونکہ مذہبیت کا بول بالا تھا اور زندگی کی ساری فضا پر مذہبی رنگ چھایا ہوا تھا۔ اسلئے ڈراما بھی اپنے ابتدائی دور میں مذہبی رنگ میں رنگا ہوا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جن اقوام میں مذہبی رسومات کی کثرت ہے اور جنکے ہاں دیومالا کا رواج زیادہ ہے۔ وہیں ڈرامانے ترقی کے امکانات پیدا کئے۔

یونانیوں اور ہندوؤں نے ڈراما کے تمثیلی پہلو سے یکساں فائدہ اٹھایا۔ اور دیومالا کی تصویروں کو رنگین پیش کرنے میں اس سے بڑی مدد لی۔ ظاہر ہے کہ ان دنوں چونکہ ادبی پہلو کو اتنی اہمیت حاصل نہ تھی اس لئے مکالمہ اور قصہ کو وزنی خیال نہیں کیا گیا۔ چنانچہ یونان میں ابتدائی دور میں ڈراما میں ایک ہی کردار ہوتا تھا۔ اور اس کا مکالمہ اگر کچھ سوانگ بھرنے کے سوا ہوتا بھی تھا۔ تو خود کلامی کی شکل میں مختصر سا۔ ہندوؤں کے ہاں بھی اسی قسم کا طریقہ رائج تھا اور چونکہ مذہبی رنگ غالب تھا۔ اس لئے اس کی مشابہت بھجن یا مناجات کی سی تھی۔ کچھ عرصہ بعد یونانیوں نے دو کردار ڈراما میں داخل کئے۔ اور ظاہر ہے کہ انہیں رفتہ رفتہ مکالمہ کی ضرورت بھی محسوس ہونے لگی تھی۔ لیکن ہندوستان میں مذہبی متانت سے اکتا کر بعض فنکاروں نے ڈراما میں تفریحی عنصر بھی شامل کر دیا، اور یہ پہلا تجربہ اتنا کامیاب رہا کہ ہر طرف سے اسکو ہنسنے ہنسانے کا آلۂ کار بنائے جانے کی فکر ہونے لگی۔ اسی ضمن میں مذہبی تقدس تو چھوٹ ہی چکا تھا۔ رکاکت اور کثافت کے اجزا بھی شامل ہو گئے یہ دیکھکر مذہبی پیشواؤں نے اس سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔ لیکن بہت جلد جب کہ بدھ مت کا چرچا ملک کے گوشہ گوشہ میں ہو رہا تھا اس کے بعض علماء نے ڈراما کو مذہبی تبلیغ کا ذریعہ بنانے کی ٹھان لی یہ ایک عجیب اتفاق ہے کہ ڈراما کا تمثیلی پہلو اپنے اندر ہر قسم کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اور اس سے مہین سے مہین، سنجیدہ سے سنجیدہ، ٹھوس سے ٹھوس کام بھی لیا جا سکتا ہے۔ اور ہلکے سے ہلکا، ہنسنے ہنسانے اور محض تفریح طبع کا کام بھی لیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ دوبارہ ڈرامے نے سنجیدگی اور مذہبی صورت اختیار کر لی۔ خصوصاً راجہ اشوک اور ہرش کے زمانہ میں تو اس کا یہ پہلو عروج پر تھا۔

ادھر بدھ مت کو زوال ہوا، اور ادھر ڈراما کا بازار سرد پڑ گیا ہندو مت اور بدھیت میں کشمکش ہوئی، اور بالآخر جب ہندو مت کا چرچا زیادہ ہوا، تو بدھیت کے سارے آثار زوال پذیر ہونے لگے۔ اور اسی سلسلہ میں بدھ ڈراما بھی دم توڑنے لگا لیکن بہت جلد ڈراما سے ہندوؤں نے وہی کام لینا شروع کیا جو بدھ مت کے مبلغین نے لیا تھا۔ لیکن اسدفعہ اس نے کچھ زیادہ ترقی نہ کی

[illegible] اس میں بازاری رنگ غالب ہوگیا۔ اور عوام نے اس
[illegible] دل بہلانے کا ذریعہ بنا لیا۔ چنانچہ [illegible] میں لغو گیت [illegible] شامل
[illegible] یہ رنگ چونکہ عوام کا پسندیدہ تھا۔ [illegible] پانے میں زیادہ
[illegible] اس سے [illegible] ہوگیا۔ تھوڑے عرصہ بعد مسلمان ہندوستان
[illegible] ہوگئے۔ [illegible] ان کے [illegible] بیٹھے۔ اور حکومت قائم کر
[illegible] مسلمانوں نے تالیف قلوب کے لئے ہندوستانی [illegible]
ہندوستانی تہذیب کی سرپرستی شروع کی۔ چونکہ ڈرامہ مسلمانوں
کے بالکل ہی نئی چیز تھا۔ [illegible]
[illegible] اسکی اصل اہمیت سے باخبر [illegible] انہوں نے [illegible]
[illegible] کی سرپرستی کی [illegible] ہندوستانی ڈرامہ
[illegible] سکا اور جو قدیم مسلمانوں کی آمد سے پہلے [illegible] کی طرف
[illegible] مسلمانوں کی حکومت کے بعد [illegible] رہا۔ یہاں تک
[illegible] آغوش میں [illegible] ہوا۔

صدیوں بعد [illegible] لکھنؤ میں ازسرنو [illegible]
اس وقت بھی تفریح تھا۔ [illegible]
[illegible] ہوتے شرماتے تھے۔ محض اسلئے کہ اسکو کوئی اہمیت حاصل
[illegible] اور صرف تفریحی چیز خیال کی جاتی تھی۔ اس کے بعد ڈرامہ [illegible]
[illegible] زیادہ بازاری ہوگیا۔ اس کو [illegible]
[illegible] شکل میں منتقل کرکے تجارت کا ذریعہ بنایا گیا اور اس
[illegible] کام لیا گیا۔

ڈرامہ کی تاریخ سے یہ ظاہر ہوگیا ہوگا کہ ڈرامہ ہمیشہ کسی
مقصد کے پیش نظر ترقی کرتا رہا۔ [illegible] سماج نے یا مذہب نے
بھی اس کی سرپرستی کی تو بے معنی نہیں کی بلکہ خاص غرض
کو پورا کرنے کے لئے اس کو آلہ کار بنایا۔ نہ صرف ہندوستان
[illegible] بلکہ قرون وسطیٰ میں انگلستان میں بھی جہاں اس کو غیر
[illegible] عروج حاصل ہوا۔ [illegible] مقصد برآری کے لئے اس کو ذریعہ بنایا
[illegible] موقع اور گنجائش مانع ہے۔ ورنہ ہندوستانی ڈرامہ کی تاریخ
[illegible] اگر انگلستان کے ڈرامہ کی تدریجی تاریخ تفصیل کے ساتھ
[illegible] جاتی۔ تو ہمارے اس بیان کی مزید تصدیق ہوتی لیکن ہمیں

دور جدید نے نقطۂ نظر کی زیادہ وضاحت کردی ہے۔ اس باب میں
ہم مغربی خصوصاً انگلستان، امریکہ اور روس کے رجحانات سے
ذیل میں کسی قدر تفصیل کے ساتھ بحث کریں گے۔ اور بتائیں گے
کہ ڈرامہ کا مقصد اب کیا ہے؟ اور اس سے کیا فائدہ اٹھایا جاتا ہے

[illegible] پہلے بتایا ہے کہ ہر زمانہ میں موقع اور محل کی مناسبت سے
ڈرامہ سے کام لیا جاتا رہا۔ کبھی مذہب کی تبلیغ کی گئی تو کبھی محض عیش
[illegible] میں روپیہ کمانے کا ذریعہ بنایا گیا۔ موجودہ دور کو بعض علماء نے
دور تعلیم [illegible] ہے۔ کیونکہ اس زمانہ میں تعلیم کے جتنے نظریے وضع کئے
گئے ہیں۔ [illegible] سہولت پیدا کرنے کی خاطر ہیں۔ ان نئے نظریوں نے
مقصد تعلیم اور طریقہ تعلیم میں ایک انقلاب برپا کرکے اکتساب
تعلیم کے میدان نہایت وسیع کردیئے ہیں۔

فنون لطیفہ جس کو زمانہ قدیم میں محض ایک تفریحی چیز سمجھا جاتا
تھا۔ اور محض دل بہلانے یا لطف حاصل کرنے کا ذریعہ خیال کیا
جاتا تھا۔ اب ذریعۂ تعلیم قرار پایا۔ خصوصاً جب سے کہ طریقہ تعلیم کو
فطرت کے مطابق کرنے کا خیال پیدا ہوا ہے۔ تعلیم میں فنون لطیفہ
کا دخل بڑھ گیا۔ بچے کی نفسیات کا گہرا مطالعہ اصول تعلیم کا پہلا جزو قرار
دیا گیا۔ اور ایسا طریقہ کار جس سے بچہ کو تعلیم حاصل کرنے میں فطرتاً
سہولت ہو، موجودہ تعلیم کا عملی پہلو قرار دیا گیا۔ ان حالات کے
تحت کسی مصلح تعلیم نے بچوں کی تعلیم کا کھلے میدانوں میں انتظام
کیا جانا مناسب خیال کیا۔ تاکہ بچہ فطرت اور قدرت سے قریب
ہوکر اسکا مطالعہ کرسکے۔ اور کسی مصلح تعلیم نے دماغی صلاحیتوں کے
ساتھ ساتھ جسمانی قوتوں کا لحاظ ضروری خیال کیا۔ جب تک جسم
کی پرورش صحیح اصول پر نہ ہوگی۔ دماغی قابلیت کی نشوونما کے
امکانات بعید نہیں بڑھیں گے۔ بعض مصلحین تعلیم نے بچوں کی تعلیم کا
ابتدائی مقصد یہ سمجھا۔ کہ بچپن میں بچوں کے دلوں میں جو سوالات
فطرت اور قدرت کے قوانین کے متعلق پیدا ہوتے ہیں ان کے
دلنشین جوابات فراہم کردیئے جائیں۔ اور بعض مصلحین تعلیم نے بچوں
کی نفسیات کے مطابق طرز تدریس کو دلچسپ اور جاذب نظر بنانے
کی تبلیغ کی۔ غرض یہ کہ بچے کی ضروریات کو اسکی نفسیات کے مطابق

کرنے کی بیسیوں کوششیں کی گئیں۔ اور آئے دن کی جا رہی ہیں۔ ان سب میں دو باتوں کا خیال روز بروز بڑھتا ہی جاتا ہے۔ ایک یہ کہ طرزِ تعلیم بچہ کے رجحان کے مطابق ہو۔ اور دوسرے یہ کہ اس کو ایسی تعلیم دیجائے جو آئندہ زندگی کے قدم قدم پر اسکے کام آئے

اب دیکھنا یہ ہے کہ ان طریقہ ہائے تعلیم کو ڈراما سے کیا تعلق ہے؟ شروع میں ہم بیان کر چکے ہیں کہ ڈراما کا تمثیلی پہلو عملی حیثیت سے بہت اہمیت رکھتا ہے۔ اور یہ بھی ہم واضح کر چکے ہیں کہ ڈراما کو زمانہ قدیم سے کسی نہ کسی مقصد کی تکمیل کے لئے فروغ دیا گیا۔ اور یہ مقصد تمثیلی پہلو ہی سے وقتاً فوقتاً حاصل ہوتا رہا۔ ڈراما کے تمثیلی پہلو کی اس تاریخ کے پیشِ نظر مصلحینِ تعلیم نے سوچا کہ کیوں نہ ڈراما کے اس پہلو سے تعلیمی مقصد حاصل کیا جائے۔ بالخصوص اسوقت جبکہ ڈراما کی ترقی کے ساتھ ساتھ اس کے حدود کو بے انتہا وسیع کر دیا گیا ہے۔ اور اسٹیج کو باضابطہ طور پر ایک فن کی حیثیت سے مستقل کر دیا گیا ہے۔

اسٹیج پر جن باتوں کی ضرورت ہوتی ہے، وہ سب کی سب تعلیم کے عملی نقطۂ نظر سے نہ صرف مفید ہیں۔ بلکہ ضروری بھی۔ مثال کے طور پر اسٹیج کی تعمیر ہی کا سوال لیجئے۔ معمولی سے معمولی اسٹیج کے لئے بھی کم از کم چبوترہ، پردہ، روشنی، لباس، فرنیچر اور دیگر گھریلو ساز و سامان، موسیقی، بہروپ، اداکاری اور ڈرامے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اب آپ ان میں سے فرداً فرداً ایک ایک چیز کو لیجئے۔ اور سوچئے کہ ان میں سے کس چیز کی تعلیم کا خیال موجودہ طرزِ تعلیم میں نہیں رکھا جاتا۔ لکڑی کا چبوترہ، فرنیچر اور دیگر رہائشی ساز و سامان کی تیاری کے لئے مدارس میں اب باضابطہ جماعت قائم ہو چکی ہے۔ نجاری کے شعبہ کو بڑی اہمیت حاصل ہے کہ بچے "آرٹ اینڈ کرافٹ" کا مذاق درست کر کے پیشہ ورانہ اور روزگارانہ تعلیم حاصل کریں۔ دوسرے ممالک میں تو یہ چیزیں انتہا کو پہنچ چکی ہیں۔ لیکن خود ہمارے ہندوستان میں بھی خواہ وہ واردھا اسکیم ہو خواہ ایبٹ اینڈ ووڈ کی اسکیم تمام صوبوں [illegible] پیشوں کی تعلیم کا لحاظ جلد سے جلد کیا جا رہا ہے۔ تاکہ سرجنٹ [illegible] رپورٹ کے مطابق تعلیم یافتہ بے روزگاری کا سدِ باب ہو جائے

یہی حال لباس کا ہے جس کا تعلق خیاطی کی جماعتوں سے زیادہ ہے۔ موسیقی کو بھی سب جانتے ہیں۔ کہ تعلیم کا جزو بنا دیا گیا ہے۔ رہا بہروپ بدلنا اور اداکاری، سو اسکے متعلق یہ طے ہے کہ بچہ نقل کرنے میں یدِ طولیٰ رکھتا ہے۔ اور نقل ہی کی وساطت سے اصل کو مات کرتا ہے اور جو کچھ وہ اپنے اس فطری شوق کی وجہ سے سیکھتا ہے وہ کسی دوسری اور کوشش سے نہیں سیکھتا۔ اس کے علاوہ اگر یہ خیال سچ ہے کہ "دنیا ایک اسٹیج ہے اور سارے مرد و زن اداکار" تو بچہ کو ابتدا ہی سے اداکاری کی تعلیم دینا قرینِ مصلحت ہے۔

ابتدا میں بچوں کی تعلیم کے سلسلہ میں سب سے پہلے تصاویر کو اہمیت حاصل ہوئی۔ بچہ کا ذہن الفاظ اور الفاظ کے معنی تک آسانی سے نہیں پہنچ سکتا تھا۔ کیونکہ غیر مادی اشیاء کا تصور مشاہدہ کے بغیر بچوں کی فطرت کے مغائر تھا۔ اور اسی لئے ذہن اور حافظہ کی کمزوری عام طور پر محسوس کیجاتی ہے۔ ماہرینِ تعلیم نے تصاویر کو تعلیم کا ذریعہ بنا کر کوشش کی کہ بچہ کا ذہن مادی اشیاء کی طرف متوجہ ہو جائے الفاظ کے معنی اگر بچہ تصویر کی شکل میں شکل دیکھے گا تو یقیناً جو نقوش دل پر بیٹھیں گے وہ دیرپا ہونگے۔ مثلاً یہ کہ لفظ گھوڑا بچے کے لئے بغیر کسی مادی وجود کے بے معنی سا تھا۔ اگر اس کو سمجھایا جاتا کہ گھوڑا اس قسم کا جانور ہے۔ اور اس قسم کا تو بھی بچہ کے ذہن میں گھوڑے کا مادی تصور صحیح نہ ہوتا تھا۔ تصویر نے اس کمی کو ایک حد تک پورا کر دیا۔ کہ بچہ تصویر کو دیکھ کر گھوڑے کے مادی جسم کا اندازہ کر سکے، لیکن بعض ماہرینِ تعلیم نے خیال کیا کہ تصویروں سے بھی مفیدِ مطلب نتیجہ نہیں نکلتا اور بچے کی پوری طرح تشفی نہیں ہوتی، کیونکہ اس میں بھی ذہنی تصور ہی کو دخل ہے محسوسات اب بھی بے دخل ہی رہتے ہیں۔ اس خیال کے علمبرداروں نے تصویروں کی بجائے کھلونوں کا رواج مناسب سمجھا۔ اب گھوڑے کی تصویر کی بجائے گھوڑے کا مجسمہ بچے کے سامنے پیش کیا گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد ماہرینِ تعلیم نے سینما کی ایجاد سے فائدہ اٹھانے کی ٹھان لی چونکہ سینما کے پردے پر جو تصاویر دکھائی جاتی تھیں، وہ اصل کی ہو بہو نقل ہوتی تھیں

ت اور ان میں ہاتھ کی بنائی ہوئی تصویروں یا نمونوں کی نسبت
مشابہت زیادہ تھی۔ اس لئے یہ طریقہ ایک طرف تو موثر ثابت
ہوا اور دوسری طرف دلچسپ۔

اس طریقہ میں بھی کمی تھی۔ اور وہ پردے کی تاثیر نے اس کمی کو
درجہ اتم پورا کر دیا۔ اور اب اصل اور نقل میں مشابہت کی حد تک
رتی باقی نہیں رہی۔ اس سلسلہ میں ریڈیو کو بھی ذریعہ تعلیم بنانے کی
کوشش کی گئی۔ اور ٹیلیویژن بھی فائدہ اٹھایا جائے گا۔

جن ماہرین تعلیم کا نقطۂ خیال یہ ہے کہ ڈراما ان سب سے اچھا
ذریعہ تعلیم ہے۔ ان کا بیان یہ ہے کہ ڈرامہ کے تمثیلی پہلو میں تعلیم کے
مختلف نظریے اسی حیثیت سے شامل ہیں۔ اور ڈراما کو طریقہ
تعلیم بنا کر جتنا فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ اتنا کسی اور طریقہ سے نہیں
اٹھایا جا سکتا۔ ایک طرف تو اس میں گوشت اور پوست کے
مادی انسان حصہ لیتے ہیں۔ جو بذاتہ دلچسپ ترین چیز ہے۔ اور
دوسرے یہ کہ تھیٹر کے متعلقات میں زندگی کے تمام شعبے شامل
ہیں۔ اگر بچے ڈراما خود اسٹیج کریں، تھیٹر کی تیاری بھی خود ہی کریں
اور جملہ سامان خود ہی فراہم کریں تو ایک طرف انکی اپنی دلچسپیوں
میں کثیر اضافہ ہوگا۔ اور دوسری طرف اپنی زندگی کے بہت سے
ضروری شعبوں میں داخل ہونے کا سلیقہ آ جائے گا۔

امریکہ، یورپ اور خصوصاً روس میں بچوں کے تھیٹر کی تعمیر کا
سوال روز بروز اہم ہوتا جاتا ہے۔ اور روس نے جو ابتدائی قدم اٹھایا
ہے اور اس نظریہ کو تجربہ کی کسوٹی پر جس طرح پرکھ کر ایک مثال قائم
کر دی ہے۔ وہ بلاشبہ دوسرے ممالک کے لئے ایک اچھا
نمونہ ہے

ماسکو میں بچوں کا تھیٹر سب سے پہلے ۱۹۲۱ء اور ۱۹۲۲ء
میں دو ماہرین تعلیم . . . .
کی کوششوں سے قائم ہوا۔ اس تحریک کے پس پردہ یہ خیال تھا
کہ بچوں کو فنون لطیفہ کے ذریعہ تعلیم دی جائے اور انہیں جذبات کا
بھوکا نہ رکھا جائے۔ یوں بھی یہ نظریہ دوسرے ماہرین تعلیم کے
لئے قابل قبول تھا۔ اس پر تجربہ نے قبولیت کے اثر کو اور زیادہ

کر دیا۔ بچوں میں جو فطرتاً سوالات کرنے کا مادہ ہوتا ہے اور جو بھی
ان کو اپنے ماحول کے جاننے کی ہوتی ہے۔ اس کو غیر تشفی بخش
طریقہ پر ختم کر دینا بچوں کے احساس اور شعور پر ایک کاری ضرب
لگانا ہے اور اس سے جو نقصانات انکی صلاحیتوں کو مسدود کر
دینے کے سلسلہ میں ہوتے ہیں۔ وہ انسانیت کی موزوں ترقی کی راہ
میں ایک سنگ گراں ہیں۔ اس لئے مناسب یہی ہے کہ جستجو
تلاش اور ان کے استفسارات کا معقول جواب دیا جانا
از بس ضروری ہے۔ ڈراما کی دنیا میں بچے خود بخود اپنے استفسارات
کے جوابات سے دوچار ہوتے ہیں۔ اور حسب مرضی تشفی پا کر وسعت
نظر و خیال پیدا کرتے ہیں۔

روس میں بچوں کے تھیٹروں کی تعداد فی الوقت اکسٹھ ہے
یہ تھیٹر مختلف مقامات پر پھیلے ہوئے ہیں۔ اور یہاں تعلیمی ڈرامے
بچوں کی مادری زبانوں میں کھیلے جاتے ہیں۔ ان کے اخراجات
کے لئے حکومت نے بجٹ میں خاص طور پر خیال رکھا ہے انتظامات
سارے کے سارے بچوں ہی کے تفویض ہیں اور وہی ذمہ دار
ہیں۔ لیکن یہ حکومت کی ملک سمجھے جاتے ہیں۔ ڈرامے بچوں ہی
کے لکھے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور بچے ہی پیش کرتے ہیں۔ تماشے روزانہ
ہوتے ہیں۔ اور گو کہ ٹکٹ بہت کم قیمت ہے۔ لیکن آمدنی پھر بھی
معقول ہوتی ہے۔ کیونکہ ہر رات تھیٹر بھرا ہوا ہوتا ہے۔ تماشائیوں
میں بچے ہی ہوتے ہیں۔ ہر ڈرامے کے لئے عمر کی قید ہے۔ بہر حال
چھ سال سے سولہ سال تک کی عمر کے بچوں کا داخلہ ہو سکتا ہے
چھوٹی عمر کے بچوں کو محظوظ کرنے کے لئے پتلیوں کے تماشے دکھائے
جاتے ہیں۔ اور دس اور سولہ برس کے بچوں کے لئے جو تماشے
ہوتے ہیں۔ ان میں تقریباً اسی عمر کے بچے کام کرتے ہیں بچوں
کے لکھے ہوئے ڈرامے پیش کرنا ضروری نہیں ہے کیونکہ ہمیشہ بچوں
کے لکھے ہوئے عمدہ اور مفید ڈراموں کا دستیاب ہونا مشکل ہوتا
ہے۔ اس لئے بعض ماہرین تعلیم یا مشاق ڈراما نگاروں سے
بھی مفید مطلب ڈرامے لکھوائے جاتے ہیں۔

بعض مفکرین اب اس بات پر زور دے رہے ہیں کہ ہر

مدرسہ میں اسمبلی ہال کیطرح ایک تھیٹر ہال کا ہونا ضروری ہے اور یہاں برابر پابندی کے ساتھ ڈرامے کئے جاتے ہیں۔ ان ڈراموں کی نوعیت مختلف قسم کی ہو سکتی ہے۔ مثلاً نصاب میں جو ڈرامے اور کہانیاں شامل ہوتی ہیں۔ ان کو اسٹیج کیا جائے ظاہر ہے کہ اس کی اہمیت مدرس کے سبق سے زیادہ ہے۔ کیونکہ سٹیج کرنے کے ضمن میں کہانی یا ڈراما کے متعلق ساری ضروری باتیں جان لیا ہے۔ کہانی یا ڈراما کا ماحول کردار کی نشوونما اور نفسیاتی تحلیل، پلاٹ کی خوبی، الفاظ کے نہ صرف معانی بلکہ انکے صحیح موقعہ استعمال وغیرہ جیسی اہم باتیں کسی مدرس کے سمجھانے سے جماعت میں اس طرح ذہن نشین نہیں ہوتیں۔ جس طرح . . . . اس کو اسٹیج پر پیش کرتے وقت ذہن نشین ہوتی ہیں۔ ماحول، لباس اور طرز معاشرت وغیرہ جیسی باتوں کے متعلق جب بچے خود سوچتے ہیں، اور اداکار کے سلسلہ میں اپنے آپ کو جذب کر دیتے ہیں۔ تو انہیں بہت سے فائدے پہنچتے ہیں، تصور اور تخیل کی قوت میں ایک اضافہ ہوتا ہے اور پھر متخیلہ ماحول میں اپنے آپ کو جذب کر دینے کا جذبہ انہاک اکتسب ترقی کرتا ہے۔ اسکے سوا قوت حافظہ جو بچوں کے لئے بڑی نعمت ہے خاص طور پر نشوونما پاتی ہے۔

اس قسم کے تھیٹروں کے انتظام کے متعلق خیال یہ ہے کہ ڈراما کے انتخاب کے وقت دو تین باتوں کا خیال رکھا جاتا ہے یا تو وہ کسی مفکر کا تعلیمی ڈراما ہو۔ یا نصاب میں شامل شدہ کہانی یا ڈراما کو اسٹیج کے لئے موزوں کر لیا گیا ہو۔ یا پھر بچوں کے عام معلومات میں اضافہ کرنے والی تمثیل ہو۔ اول الذکر ڈراما البتہ بچوں کے قلم کا نتیجہ نہیں ہو سکتا۔ لیکن ثانی الذکر آسانی کے ساتھ بچوں کے دماغ اور قلم کی پیداوار ہو سکتے ہیں۔ اور آخر الذکر قسم کے ڈرامے بھی عموماً بچوں کے قلم سے نکلنا مشکل ہے۔ بہرحال اس انتخاب میں جہاں تک ہو سکے کوشش یہ ہونی چاہیئے۔ کہ وہ اکثر اور بیشتر بچوں ہی کی لکھی ہوئی چیزیں ہوں۔ ورنہ بچوں کے ذہنی نشوونما کو تو کم از کم ضرور ہی صحیح طور پر ظاہر کریں۔

ڈرامے کے انتخاب کے بعد کا مسئلہ اسٹیج کا ہے اسٹیج کے متعدد شعبے ہیں۔ مثلاً نجاری۔ خیاطی۔ بہروپ۔ تمثیلی، ادبی، اور عام انتظامی وغیرہ۔ اور یہ سارے شعبے مدرسہ کے بھی اہم شعبے ہیں اس لئے مدرسہ کے ان شعبوں کا تھیٹروں کے شعبوں سے ملحق ہونا موزوں اور سہولت کا باعث ہے۔ لڑکے جب ڈراما کا انتخاب کر چکتے ہیں، تو ان متعدد شعبوں کے نمائندوں سے مدد کے طالب ہوتے ہیں۔ ڈراما کے لئے موزوں لباس کا انتخاب پہلے پیش کنندہ کرتا ہے۔ پھر وہ ڈراما کی فضا کے لحاظ سے شعبہ تاریخ کے نمائندے سے مشورہ کرتا ہے۔ کہ اس کا قیاس تاریخی حیثیت سے درست ہے یا نہیں۔ اس کے بعد عملی میدان میں وہ لباس کی تیاری کے لئے شعبہ خیاطی پر بھروسہ کرتا ہے۔ اسٹیج کی تیاری میں فرنیچر وغیرہ کے لئے وہ شعبہ نجاری کے نمائندے پر تکیہ کرتا ہے۔ بہروپ بنانے میں وہ مصوری کے شعبہ کی مدد حاصل کرتا ہے۔ مکالمہ کا لب و لہجہ اور صحیح تلفظ کے لئے وہ ادبیات کے شعبہ سے مشورہ کرتا ہے غرض یہ کہ اسٹیج کی مختلف ضرورتوں کے لئے وہ مدرسہ کے اندر ہی متعدد شعبوں سے مدد حاصل کرتا ہے۔

یہ حسن اتفاق ہے کہ ڈراما کے پیش کرنے کیلئے موجودہ جماعت کو کسی چیز کے باہر سے حاصل کرنے کی ضرورت نہیں رہتی اور سارے مدرسہ کا اتحاد خود بخود منظم ہو کر ڈراما کے پیش کرنے میں بے انتہا سہولت پیدا کرتا ہے۔ اور اسی سلسلہ میں دو فائدے غیر معمولی طور پر بچوں کو حاصل ہوتے ہیں۔ جنکی اہمیت کو عام طور پر نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ حالانکہ ان کو عملی زندگی میں غیر معمولی درجہ حاصل ہے۔ ان میں سے ایک تو اتحاد باہمی ہے۔ مدرسہ کے مختلف شعبوں کے لڑکے اور نگران سب مل جل کر متفق اور متحد طور پر تماشہ کی تیاری میں منہمک ہو جاتے ہیں۔ اور شخصی اغراض اور شخصی منفعت یا نام و نمود کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہ اتحاد اور مشترکہ عمل آئندہ زندگی میں بچوں کو بہت فائدہ پہنچاتا ہے اور وہ دنیا کے بڑے بڑے کاموں میں بھی جب حصہ لینے کے قابل ہوتے ہیں تو اسی اشتراک کو پیش نظر رکھتے ہیں۔ دوسرا فائدہ عام انتظامی قابلیت کی ترقی ہے۔

تماشے کے دو حصے ہوتے ہیں۔ ایک تو پردہ کے اندر کا، دوسرا پردے کے باہر کا۔ دونوں جگہ کی انتظامی قابلیت علیحدہ علیحدہ ہے۔ پردہ کے اندر بہروپ بدلوانا، لباس تبدیل کروانا اسٹیج پر ساز و سامان کا جمانا، اور پردوں کا گرانا اور اٹھانا وغیرہ ہیں، اور پردہ کے باہر ٹکٹوں کا فروخت کرنا، تماشائیوں کی نشستوں کا محفوظ کرنا، ان کے ساتھ مناسب طریقے پر پیش آنا، اور کسی قسم کی بدنظمی کا پیدا نہ ہونے دینا ہے۔

ظاہر ہے۔ کہ ان دونوں شعبوں میں انتظام کرنے سے بچوں کی خاص خاص صلاحیتیں بڑھتی اور ترقی کرتی ہیں۔

بہرحال ڈراما کو مدرسے کے حدود میں داخل کرنے کی عام کوششیں ہو رہی ہیں۔ کیونکہ مفکرین نے احساسات کو خوب اچھی طرح محسوس کر لیا ہے۔ کہ ادبیات کی کوئی دوسری صنف ایسی نہیں۔ جس میں تعلیم کے اتنے شعبے بیک وقت موجود ہوں۔ اور وہ بھی عملی طور پر۔

ان حالات کے ماتحت مدارس میں تھیٹروں کے قیام کی تحریک عالمگیر شکل اختیار کر رہی ہے۔ ایسے میں کیا مناسب نہ ہوگا۔ کہ ہندوستان میں بھی جہاں کہ تعلیم کا جدید دور آغاز ہونے کو ہے۔ بچوں کے تھیٹر کا پورا پورا خیال رکھا جائے۔ ہمیں امید ہے۔ کہ ہندوستانی معلمانِ تعلیم جن کے ہاتھوں میں نئی نسل کی تشکیل ہے۔ ٹھنڈے دل سے تعلیمی ڈراما اور بچوں کے تھیٹر کے فوائد اور ضرورت پر غور کریں گے۔ اور مناسب طریقہ پر اس تحریک میں عملاً دلچسپی لیں گے۔

میرزا ادیب

موہنجودارو کی تباہی!

افراد

راجہ ——————
برھودن —————— راجہ کا مصاحب
ہرمونا —————— برھودن کی محبوبہ۔ راجہ کی بھانجی
کاہن —————— جگت ماتا کا کاہن
کلیش —————— راجہ کی بہن۔ ہرمونا کی ماں
جسلا —————— ایک خادمہ

ان کے علاوہ راجہ کے خادم اور سپاہی وغیرہ

زمانہ —————— آج سے پانچ ہزار قبل
مقام —————— وادی سندھ (موہنجودارو)

پہلا ایکٹ

پہلا منظر

(شہر موہنجودارو کا مشرقی حصہ۔ دریائے سندھ کا کنارہ۔ بے شمار معمار شہر کو سیلاب کی تباہ کاریوں سے محفوظ رکھنے کے لئے ساحل دریا پر بڑے بڑے پتھروں کی ایک دیوار کھڑی کر رہے ہیں۔ دیوار کافی بلند ہو چکی ہے اور ہر لمحہ اس کی بلندی میں اضافہ ہو رہا ہے۔ ایک طرف راجہ کا خاص مصاحب برھودن چند سپاہیوں کے ساتھ چند معماروں اور مزدوروں کے کام کی نگرانی کر رہا ہے۔ ان سے کچھ فاصلے پر ایک آہنی قید خانے میں چھت سے الٹی لٹکی ہوئی چند لاشیں نظر آ رہی ہیں۔ یہ ان پجاریوں کی لاشیں ہیں جنہوں نے راجہ کی عشرت پسندیوں کی مخالفت کی اور لوگوں کو اس کی بغاوت پر اکسایا۔ اب دن۔۔۔۔ بیت چکا ہے۔ ڈوبتے ہوئے سورج کی زرد شعاعیں قید خانے کی آہنی سلاخوں میں سے گزرتی ہوئی اکڑی ہوئی لاشوں پر گر رہی ہیں۔ برھودن سرسری نظر سے قید خانے کو دیکھتا ہے)

برھودن:- ان ذلیل کتوں کی سزا یہی ہے۔

ایک سپاہی:- اب امن اور سکون قائم ہو جائے گا۔ مہاراجہ کے تمام مخالف پجاری ہلاک ہو چکے ہیں۔

دوسرا سپاہی:- تمام پجاری؟

پہلا سپاہی:- ہاں باقی کون ہے؟ میرا تو خیال ہے تمام باغی ہلاک ہو چکے!

تیسرا سپاہی: جگت ماتا کا کاہن بھی اپنے عفونت انگیز سانسوں سے شہر کی فضا میں گندگی پھیلا رہا ہے

دوسرا سپاہی: مگر اس کی موت تو ناممکن ہے

برھودن: ناممکن، کیوں؟

دوسرا سپاہی: کون شخص اس کے اقتدار سے واقف نہیں؟

پہلا سپاہی: لوگوں کا خیال ہے کہ وہ جگت ماتا کا بیٹا ہے۔ اس کے قبضے میں خوفناک طاقتیں ہیں۔

برھودن: خوفناک طاقتیں، اس خیال کا مسخرا پن ہے۔

پہلا سپاہی: مہاراجہ بھی اس سے ڈرتے ہیں ورنہ اتنی مخالفت پر اسے زندہ چھوڑتے۔

چوتھا سپاہی: ہمارے مہاراجہ و شہر کو دو مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ایک مصیبت تو اس دیوار کے مکمل ہوتے ہی ختم ہو جائے گی۔ مگر دوسری مصیبت — مہاراجہ کی مخالفت

برھودن: ہاں کچھ گھڑیاں بیتنے کر یہ مصیبت بھی ختم ہو جائے گی۔ راجہ کی مخالفت کرنے والا زندہ نہیں رہ سکتا!

پہلا سپاہی: وہ کیونکر؟ اس خوفناک کاہن کو کون ہلاک کر سکتا ہے، کس میں اتنی جرأت ہے کہ اس کے سامنے بول بھی سکے — ہر شخص اس کی خوفناک طاقتوں سے کانپ رہا ہے!

(قریب سے ایک غضبناک آواز آتی ہے)

غضبناک آواز: ظلم حد سے بڑھ گیا۔ جور و ستم کی انتہا ہو چکی جگت ماتا کا قہر اس شہر کو جلا کر راکھ کر دیگا:

پہلا سپاہی: وہی — جگت ماتا کا کاہن:

غضبناک آواز: درندے بے کسوں کا خون چوس رہے ہیں — دیوتاؤں کی بے حرمتی ہو رہی ہے — مگر اب بدبخت انسانوں کا یہ رویہ زیادہ دیر تک قائم نہیں رہ سکتا۔ آسمانی قہر کا آتشیں سیلاب شہر کے دروازے پر پہنچ چکا ہے فضا پر تباہی کے فرشتے پر پھیلا رہے ہیں۔ ہر چیز تباہ ہو جائے گی ہر چیز پر موت کی تاریکی چھا جائے گی:

دوسرا سپاہی: اسکی آواز میں موت کے شعلے لپک رہے ہیں اس کے سانسوں سے سانپ کا زہر ٹپک رہا ہے۔

غضبناک آواز: جگت ماتا! تیرے بازو کیوں نہیں حرکت میں آتے؟ دیکھو تیرے احکام کی کس طرح توہین کی جا رہی ہے!

تیسرا سپاہی: اس کی آواز سنکر انسان پر خوف طاری ہو جاتا ہے

غضبناک آواز: زیادہ قریب ہے، اب موت کی آندھی تھم نہیں سکتی۔ بربادی کا سیلِ رواں رک نہیں سکتا۔ دیوتا اپنی زیادہ توہین برداشت نہیں کر سکتے:

پہلا: کاش ہمارے مہاراجہ میں اس دشمن کو ہلاک کرنے کی طاقت ہوتی:

برھودن: یہ ہلاک ہو کر رہے گا اسکی زندگی کی صرف چند گھڑیاں باقی رہ گئی ہیں۔

غضبناک آواز: اس شہر کے تمام باشندے مر چکے۔ سب کی غیرت نے دم توڑ دیا؟ کسی کے خون میں غیرت کی حرارت باقی نہیں رہی؟ کوئی بھی ظالم سانپ کا سر نہیں کچل سکتا؟؟

پہلا سپاہی: کس بے باکی سے کہہ رہا ہے!

غضبناک آواز: بے غیرت باشندے دیوتاؤں کی بے حرمتی نہیں کر سکتے۔ آسمان سے آگ برسنے والی ہے۔ زمین کا سینہ پھٹنے والا ہے

پہلا سپاہی: کتنے خوفناک الفاظ!

(جگت ماتا کا کاہن آتا ہے)

کاہن: (برھودن اور سپاہیوں سے مخاطب ہو کر نہایت غضبناک آواز میں) تمہارے بازو کیوں بے سکت ہو گئے ہیں۔ اس ذلیل غلامی پر تمہاری رگوں میں دوڑتے ہوئے خون کے قطرے بھڑک کر شعلے کیوں نہیں بن جاتے؟ تم راجہ کے ظلم اس خاموشی سے برداشت کر رہے ہو گویا تمہاری بیٹیاں صرف ریت کے تودے ہیں جنہیں راجہ ہر وقت اپنے پاؤں کی ٹھوکر سے ٹھکرا سکتا ہے تمہاری دلہنیں صرف پانی پینے کے برتن ہیں جن کو راجہ جب چاہے اپنے زہریلے ہونٹوں سے لگا سکتا ہے۔ تمہاری غیرت مردہ ہو چکی ہے۔ تمہاری عزت نفس نے دم توڑ دیا

اور تم انتہائی بے غیرت انسان بنکر راجہ کی عشرت پسندیوں کا ساتھ دے رہے ہو۔ مگر یاد رکھو تمہاری اس بے غیرتی، غلامی اور ذلت پر دیوتاؤں کا خون کھول رہا ہے۔ جگت ماتا کا خوفناک انتقام اس شہر کو خوفناک گرفت میں لیکر چکنا چور کرنے کے لئے اپنی تباہ کاریوں کے بازو پھیلا رہا ہے۔ عنقریب سورج اپنی تمام حرارت کو ایکدم اگل دے گا۔ چاند کا آتشیں پیکر شعلہ ریز بجلیوں سے ٹکرا کر پاش پاش ہو جائے گا۔ ستارے خزاں رسیدہ پتوں کی طرح فضائے آسمانی سے گر پڑینگے خوفناک زلزلے کے آہنی دانت تمہاری بلند عمارتوں کو پیس پیس کر رکھ دیں گے۔ دریا کی ہیبت ناک موجوں کے بلا آلود تھپیڑے زمین کے چپے چپے کو چیر ڈالیں گے۔ باد سموم کے تیز و تند جھونکے ان باغوں اور کھیتوں کو آناً فاناً لق و دق صحرا میں تبدیل کر دیں گے۔ پہاڑ فرطِ تپش سے کلیجوں کو پرزے پرزے کر دینے والے دھماکے کے ساتھ پھٹ جائیں گے چنگاریاں برساتے ہوئے پتھروں کی بارش کے ساتھ انسانی گوشت کے خونچکاں ٹکڑے فضا میں ہر طرف اڑتے پھریں گے۔ کسی مکان کی اینٹ بھی اپنی جگہ پر سلامت نہیں رہے گی۔ فضا میں وحشت ناک تاریکی چھا جائے گی، اور تمہارا یہ ذلیل شہر دھوئیں کی ایک چادر بنکر موت کی تاریکیوں میں ہمیشہ کے لئے غائب ہو جائے گا:

پہلا سپاہی:۔ (سہم کر) کتنی لرزہ خیز پیشین گوئی:

کاہن:۔ تم شہر کو دریا کی طغیانیوں سے بچانے کے لئے دیوار بنا رہے ہو؛ مگر موت ان پتھروں کے پیچھے تمہاری بزدلی پر وحشت ناک قہقہے لگا رہی ہے۔

(تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا چلا جاتا ہے)

برھودن:۔ اسکے خاتمے کا وقت آپہنچا ہے۔

دوسرا سپاہی:۔ اس کا خاتمہ کون کرے گا؟

برھودن:۔ میں —

(تمام سپاہی حیرت میں ڈوبی ہوئی نگاہوں سے اسے دیکھتے ہیں۔ شام کی تاریکی پھیل گئی ہے۔ معمار گروہ در گروہ اپنے گھروں کو چلے جا رہے ہیں۔ برھودن بھی ایک طرف چلا جاتا ہے)

دوسرا منظر

منظر: رات نصف کے قریب گزر چکی ہے۔ برمونا ایک ٹیلے کے اوپر بڑے سے سیاہ پتھر پر بیٹھی ہے۔ اسکے بار بار پہلو بدلنے اور ٹکٹکی باندھ کر ایک طرف دیکھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ کسی کے انتظار میں مضطرب ہے۔ ہوا کے تیز و تند جھونکوں سے ۔ ۔ ۔ ۔ درختوں کے پتے گر رہے ہیں۔ ٹیلے کے نیچے دریا کی موجیں ساحل سے ٹکرا ٹکرا کر شور برپا کر رہی ہیں۔ فضا میں سیاہ بادل اڑے چلے جا رہے ہیں۔

برمونا بیقرار ہو کر اٹھ بیٹھتی ہے۔ درخت کی ایک شاخ پکڑ کر ٹیلے کے نیچے دیکھنے لگتی ہے۔

قریب سے پاؤں کی آہٹ سنائی دیتی ہے برمونا درخت کی شاخ چھوڑ کر اسطرف دیکھتی ہے

برھودن آتا ہے۔

برھودن کے چہرے کا رنگ زرد ہے۔ آنکھیں پھٹی پھٹی دکھائی دے رہی ہیں۔ برمونا بیقرارانہ آگے بڑھتی ہے اور فرطِ مسرت سے چیخکر برھودن سے لپٹ جاتی ہے۔ برھودن ۔ ۔ ۔ ۔ مسکراتا ہے — اور برمونا کا ہاتھ پکڑے پتھر پر بیٹھ جاتا ہے برمونا بھی اسکے پہلو میں بیٹھ جاتی ہے)

برمونا:۔ (مضطربانہ لہجے میں) برھودن! اتنی دیر لگا دی تم نے! اور تمہارا رنگ زرد کیوں ہے۔ تم ڈر کیوں رہے ہو؟

برھودن:۔ میں ڈر رہا ہوں! (ہنس کر) تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔ برمونا!

برمونا:۔ پھر بھی — آجکل نمعلوم میں کیوں ڈرتی رہتی ہوں۔ ایک مبہم سا خوف ہر وقت میرے دل پر چھایا رہتا ہے کیا خبر جگت ماتا نے ہمارے مستقبل کے متعلق کیا فیصلہ کیا ہے!

برھودن:۔ فیصلہ —— کیا تم اس فیصلے سے بے خبر ہو؟

ہرمونا:- موجودہ حالات سے تو یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ ہم منتر میں گھرے ہیں۔ برھودن دیوی کے شکنجے میں آئے ہوتے ہیں وہ ہم میں تمام روحانی مسرتوں کو خاک میں ملا رہی ہے

برھودن:- یہ خیال ہماری بزدلی کا ہے۔ ہمیں اس سے کوئی تعلق نہیں۔ جگت ماتا ہماری مہربان دیوی ہے۔ وہ صرف اس شخص کی سرزنش پامال کرتی ہے۔ جو اس کی توہین کرے ــــ اس کے احکام کی نافرمانی کرتا ہے اور ہم ــــ میں نے کبھی اس کی توہین نہیں کی:

ہرمونا:- (تعجب سے۔ نہیں۔ رنگ چہرہ زرد پڑ گیا)

برھودن:- تمہارا خیال غلط ہے

(اپنی بانہیں اس کی گردن میں حمائل کر دیتا ہے)

ہرمونا:- مجھے تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ آج کچھ ہو کر رہے گا ہر چیز منحوس نظر آ رہی ہے۔ وہ دیکھو سیاہ بادلوں میں گھرا ہوا چاند کس طرح دکھائی دیتا ہے۔ گویا ایک بدنصیب بچہ ان دیوتا کے غضب سے کانپ کانپ کر پیچھے ہٹ رہی ہے

برھودن:- تم اتنی مایوسی کی باتیں کیوں کر رہی ہو ہرمونا آج تو تمہیں خوش ہونا چاہیئے کہ میں نے وہ کام کیا ہے۔ جو آج تک کسی سے نہ ہو سکا۔ آئندہ راجہ مجھ پر پہلے سے بھی زیادہ مہربان ہوگا۔ اور راجہ کی مہربانی کا مطلب یہ ہے کہ ہم دونوں نہایت مسرور زندگی بسر کریں گے!

ہرمونا:- (گرمجوشی سے برھودن کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر) کونسا کام برھودن؟

برھودن:- راجہ کو دو بڑی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ اور یہ دونوں میرے دم سے دور ہو گئی ہیں۔ دریا کی طغیانی ہر سال شہر کے کسی نہ کسی حصے کو تباہ کر جاتی تھی۔ اور آج میری تجویز سے ساحل دریا پر ایک ایسی مضبوط اور مستحکم دیوار کھڑی کر دی گئی ہے۔ کہ سارے دریاؤں کی طغیانی بھی شہر کی گز بھر زمین کو بہا کر نہیں لے جا سکتی!

ہرمونا:- یہ میں جانتی ہوں اور دوسری مصیبت:

برھودن:- دوسری مصیبت نے راجہ کے عیش اور آرام کو تباہ کر رکھا تھا۔ اور ابھی ابھی میں نے اس مصیبت کا بھی خاتمہ کر دیا ہے۔ خوفناک پیشین گوئیاں کرنے والا ــــ پرجا کو راجہ کے خلاف بھڑکانے والا کاہن اس جنم سے جا چکا ہے۔

ہرمونا:- (ڈر کر) تم نے ــــ برھودن ــــ

برھودن:- میں نے اسے تیر مار کر ہلاک کر دیا۔ وہ اپنی بچی کی انگلی پکڑے آہستہ آہستہ چلا جا رہا تھا۔ میں نے ٹیلے پر کھڑے ہو کر اس پر تیر چلا دیا ــــ

ہرمونا:- (خوف و دہشت سے) یہ تم نے کیا کیا؟ ــــ کتنا ظلم:

برھودن:- تم ڈر کیوں رہی ہو ہرمونا! ــــ جب راجہ کو یہ خبر ملے گی تو وہ کس قدر خوش ہوگا۔ تم جانتی ہو وہ پہلے ہی مجھ پر بہت مہربان ہے۔ اور اب تو ــــ تم کانپنے لگیں۔ آخر میں نے کیا کیا ہے، میں نے جگت ماتا کی کوئی توہین نہیں کی ــــ وہ مجھ سے ناراض کیوں ہوگی؛ تم سمجھتی ہو میں نے اسکی بے حرمتی کی ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ راجہ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ اگر تم ان دونوں مصیبتوں کو دور کر دو۔ تو جو مانگو گے وہی تمہیں مل جائے گا۔ اب میں سوائے ہرمونا کے اور کیا مانگ سکتا ہوں؟

ہرمونا:- تم نے بہت بڑا ظلم کیا برھودن: جگت ماتا کا قہر ہمیں برباد کر دے گا۔

(بادل گرجتے ہیں۔ بوندا باندی ہونے لگتی ہے)

کاہن جگت ماتا کا بیٹا تھا ــــ ماں اپنے بیٹے کا ضرور انتقام لے گی۔

(پردہ کھینچا جاتا ہے۔ کاہن اپنے بازوؤں پر بچی کی لاش لئے آتا ہے۔ تیر بچی کے بازو پر لگا ہے۔ ہرمونا اور برھودن کی نگاہیں کاہن پر پڑتی ہیں۔ ہرمونا خوف سے کانپنے لگتی ہے برھودن حیرت میں ڈوب جاتا ہے)

کاہن:- (برھودن سے) دیکھ لیا تم نے اپنا ظلم۔ مجھے ہلاک کرنے کا ارادہ تھا ــــ مگر میں تم ذلیل انسانوں سے ہلاک نہیں ہونگا

—— جاؤ: اپنے راجہ سے کہدو، میں نے تمہارے دشمن کو ہلاک کر دیا ہے!

(دونوں میٹھی میٹھی نظروں سے اسے دیکھتے ہیں)

تم سے جو کچھ ہو سکا وہ تم نے کر دیا۔ اب دیکھو جگت ماتا کیا کرتی ہے۔ دیوی کے انتقام کی آگ بھڑک اٹھی ہے۔ بجلی زور سے کڑکتی ہے۔ میری نگاہیں فضا میں تمہاری بوٹیاں اڑتے ہوئے دیکھ رہی ہیں۔ موت کے پہیئے کے نیچے ظالموں کی بستی کچلی جا رہی ہے —— تمام شہر تباہی کے غار میں گر رہا ہے۔

(بادل زور سے گرجتا ہے موسلا دھار بارش ہونے لگتی ہے)

(ہرمونا اپنا سر برھودن کے سینے سے لگا دیتی ہے)

آج تم راجہ کو اپنے اوپر مہربان کرنے کے لئے ہر ذلیل سے ذلیل کام کرنے پر تلے ہوئے ہو۔ مگر یاد رکھو جن ہاتھوں سے تم نے مجھے ہلاک کرنے کی کوشش کی ہے۔ انہی ہاتھوں سے خود کو ہلاک کرو گے! تمہاری مسرتیں خاک میں مل جائیں گی۔ تمہاری تمناؤں کا گلا گھونٹ دیا جائے گا۔ اور تم اپنی تباہی پر پاگل ہو کر زخمی کتے کی طرح بھٹکتے پھرو گے۔

(بادل زور سے گرجتا ہے کاہن چلا جاتا ہے)

ہرمونا: - چلا گیا —— کتنا سخت سراپ —— میں جاتی ہوں اسکے پاؤں پڑتی ہوں، وہ اپنا سراپ واپس لے لیگا!

برھودن: - کچھ خوف نہ کرو ہرمونا! افسوس میرا تیر اس ذلیل پجاری کی بجائے بجلی کے بازو پر جا لگا —— کاش! مگر کوئی ہرج نہیں —— میں اسے ہلاک کر کے چھوڑونگا۔

(ہرمونا اٹھکر چلنے لگتی ہے)

تم کہاں چلیں —— ہرمونا؟

ہرمونا: - میں اس کے پاؤں پر اپنا سر رکھدوں گی —— وہ ضرور اپنا سراپ واپس لے لے گا۔

برھودن: - گھبراؤ نہیں ہرمونا: اس کے سراپ کوئی اثر نہیں رکھتا!

(ہرمونا ٹیلے سے نیچے اترنے لگتی ہے۔ برھودن اسے پکڑنے کے لئے اٹھتا ہے۔ مگر وہ تیزی کے ساتھ نیچے اتر جاتی ہے۔ برھودن حیران و سراسیمہ کھڑا رہتا ہے۔ چند لمحے گذر جاتے ہیں —— بارش کے ساتھ اولے بھی گرنے لگتے ہیں۔ بادل زور سے گرج رہا ہے۔ ہرمونا واپس آتی ہے۔ اس کا چہرہ بالکل زرد پڑ گیا ہے)

ہرمونا: - غضب ہو گیا ——

برھودن: - (اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے) کیا ہوا؟

ہرمونا: - جب میں ٹیلے سے نیچے اتر رہی تھی۔ تو میں نے قریب ہی کاہن کو دیکھا میں بڑی تیزی سے بھاگنے لگی —— مگر اس نے بھی تیزی سے اترنا شروع کر دیا۔ اور غائب ہو گیا۔ پھر دھم کی آواز آئی —— اس نے دریا میں چھلانگ لگا دی ——

برھودن: - یقیناً بجلی کے صدمے سے وہ دیوانہ ہو گیا تھا۔

ہرمونا: - اب کیا ہو گا؟

برھودن: - کاہن نے خود کو ہلاک کر لیا۔ اب ہمارے راستہ میں کوئی رکاوٹ باقی نہیں رہی۔ میں صبح سویرے ہی راجہ کو یہ خوشخبری سنا دوں گا۔ چلو اب چلیں۔

(برھودن سہمی ہوئی ہرمونا کا ہاتھ پکڑ کر ٹیلے سے نیچے اترنے لگتا ہے)

دوسرا ایکٹ

پہلا منظر

منظر: (پہلے منظر کے واقعات کو گزرے کئی ماہ گزر چکے ہیں۔ منظر راجہ کے محل کی ڈیوڑھی میں رونما ہوتا ہے۔ چند خادم ایک گوشے میں کھڑے چہ میگوئیاں کر رہے ہیں)

ایک خادم: - (اپنے ایک ساتھی کے کندھے پر دایاں ہاتھ رکھکر متعجبانہ) ایسا کبھی نہیں ہو سکتا —— مجھے تمہاری بات کا ذرہ بھر اعتبار نہیں!

دوسرا خادم: (جس کے کندھے پر پہلے خادم نے ہاتھ رکھا ہوا ہے) گھبراتے کیوں ہو؟ سب کچھ تمہاری نگاہوں کے سامنے آ جائیگا۔

تیسرا خادم :۔ راجہ کے اس ارادے سے لوگوں میں تشویش تو بہت پھیل گئی ہوگی۔

دوسرا خادم :۔ کیوں نہیں! ذرا بازار میں جاکر دیکھو کیا ہو رہا ہے اگر ان کے بس میں ہو تو وہ راجہ کو ———

(خاموش ہوکر ادھر ادھر دیکھنے لگتا ہے)

پہلا خادم :۔ آخر راجہ کو سوجھ ہی کیا۔ رعایا کی بہو بیٹیوں کی عصمت دری کرتے کرتے اب اپنی سگی بہن کی بیٹی پر بھی ہاتھ صاف کرنے لگا۔ بے چارے برھودن کا کیا حال ہوگا؟

دوسرا خادم :۔ بعض لوگ تو اسے دیوتا سمجھتے ہیں :

تیسرا خادم :۔ واقعی اس نے کام دیوتاؤں کے سے کئے ہیں۔

چوتھا خادم :۔ (طنزاً) اس کا سب سے بڑا کام تو ہے۔ کہ جگت پتا کے مقدس کاہن کو ہلاک کر دیا۔

تیسرا خادم :۔ (چوتھے خادم کو گھور کر دیکھتے ہوئے) یہ تو ظلم ہے مگر اس نے دریا پر دیوار کھڑی کر دی کہ جس نے شہر کو طغیانیوں سے بچا دیا ہے۔ کاش اس نے کاہن کو ہلاک نہ کیا ہوتا۔

چوتھا خادم :۔ تو پھر راجہ کی بھانجی کے ساتھ شادی کون کرتا بھئی سچی بات تو ہے۔ کہ اس نے کاہن کو ہلاک کرکے ہی یہ انعام حاصل کیا ہے۔ جانتے نہیں، راجہ کاہن سے کسقدر متنفر تھا۔

پہلا خادم :۔ اگر کاہن اور چند دن زندہ رہتا۔ تو ممکن تھا۔ راجہ کے خلاف بغاوت کی آگ بھڑک اٹھتی:

دوسرا خادم :۔ راجہ کو برھودن کا شکر گزار ہونا چاہیئے:

چوتھا خادم :۔ اگر راجہ برھودن کا شکر گزار نہ ہوتا تو اپنی بھانجی کی شادی اس سے کرنے پر کیوں رضا مند ہو جاتا۔ آخر برھودن کی حیثیت ہی کیا ہے؟ راجہ کا ایک بہت بڑا خادم:

پہلا خادم :۔ برھودن —— خادم؟

چوتھا خادم :۔ تو اور کیا؟ راجہ کے مصاحب، راجہ کے خادم نہیں تو اور کیا ہیں؟ ہم میں اور ان میں صرف یہ فرق ہے۔ کہ ہماری حیثیت کچھ بھی نہیں، اور انکی حیثیت بہت کچھ ہے مگر ہیں تو وہ بھی خادم۔

(ایک نووارد خادم آتا ہے)

پہلا خادم (نووارد سے) کیا ہوا؟

نووارد :۔ برھودن نے راجہ کی شرط منظور کر لی ہے!

پہلا اور تیسرا :۔ (بیک لہجہ) کیا؟

نووارد :۔ برھودن کی دلہن آج رات راجہ کے ہاں ——

پہلا خادم :۔ واقعی ———؟

نووارد :۔ تو کیا میں جھوٹ بول رہا ہوں۔

پہلا خادم :۔ راجہ اپنی بھانجی کی عصمت دری کرے گا؟! اُف آجتک دنیا میں ایسا نہیں ہوا۔

دوسرا خادم :۔ راجہ عیش و عشرت میں اندھا ہو چکا ہے۔

چوتھا خادم :۔ راجہ اندھا کیوں ہے؟ آخر اسے اپنے حکم کی تعمیل کرانی ہے۔ اگر رعایا کی بہو بیٹیاں پہلی رات راجہ کے لئے سامانِ عشرت بن سکتی ہیں۔ تو راجہ کی اپنی بھانجی کیوں!

(مسکرا کر خاموش ہو جاتا ہے)

پہلا خادم :۔ کتنا ذلیل۔ اور وہ کسقدر خوفناک کاروائی۔ جگت پتا کا انتقام بیدار ہو رہا ہے۔ کوئی بہت بڑی مصیبت آنیوالی ہے۔ موت کے خونخوار پنجے شہر کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ کاہن کی پیشین گوئی ضرور پوری ہوگی!

نووارد :۔ آہ! وہ سماں کتنا دردناک تھا۔ جب ہرمونا نے آنسو بھری آنکھوں کے ساتھ محل میں قدم رکھا۔

چوتھا خادم :۔ میں نے سنا ہے برھودن اسے محل میں آنے ہی نہیں دیتا تھا۔

نووارد :۔ تم نے وہ سماں نہیں دیکھا۔ میں نے دیکھا ہے جسطرح زخمی سانپ خوفناک سے خوفناک انتقام پر تل جاتا ہے اسی طرح برھودن راجہ کے سپاہیوں پر پل پڑا۔ وہ تو خیر گزری کہ ہرمونا درمیان میں آگئی۔ ورنہ برھودن کب کا ختم ہو چکا ہوتا۔ معلوم نہیں ہرمونا نے اسے کیونکر سمجھایا اور کیا کہا!

چوتھا خادم :۔ راجہ آدھی رات کو اپنی ہوس پوری کرے گا!

نووارد :- تم نہیں جانتے؟

چوتھا خادم :- تمام جانتے ہیں ——

نووارد :- پھر پوچھنے کی ضرورت؟

چوتھا خادم :- بات یہ ہے —— کہ —— یہ معاملہ نیا ہے۔ اس لئے میرا خیال تھا۔ اس نئے معاملے کے لئے کوئی نئی بات ہو گی!

(قہقہہ لگاتا ہے)

نووارد :- میں کچھ دیر ہرمونا کے ساتھ رہا۔ اس اثنا میں اس بچاری کی زبان سے ایک لفظ تک نہ نکلا۔ فرط صدمہ نے اسے بالکل نڈھال کر دیا ہے۔

(ایک اور خادم آتا ہے)

نیا خادم :- یہاں کھڑے کیا کر رہے ہو —— وہ ادھر ہی آ رہا ہے۔ جان کی ضرورت ہے یا نہیں؟

پہلا خادم :- راجہ ادھر کو آ رہا ہے؟

نیا خادم :- بس آیا ہی چاہتا ہے ——

(تمام خادم منتشر ہو جاتے ہیں)

دوسرا منظر

منظر :- (راجہ کی خوابگاہ۔ ہرمونا ایک خادمہ جسلا کے ساتھ داخل ہوتی ہے۔ اس کا چہرہ حسرت میں ڈوبا ہوا ہے اور قدم نہایت سست ہیں کہ معلوم ہوتا ہے: ٹانگوں میں سکت کا نام بھی نہیں۔ جسلا ہرمونا کو پلنگ پر بٹھا کر آپ اس کے قریب فرش پر بیٹھ جاتی ہے۔ کئی لمحے گزر جاتے ہیں)

جسلا :- (مودبانہ) رانی!

ہرمونا :- رانی —— کون رانی؟

جسلا :- آپ!

ہرمونا :- میں رانی۔ تجھے یہ لفظ کہتے ہوئے شرم نہیں آتی؟

(لات مار کر جسلا کو گرا دیتی ہے)

جسلا :- (بیٹھتے ہوئے) آج کی رات آپ رانی ہیں ——

(ہرمونا جسلا کو شعلہ ریز آنکھوں سے دیکھتی ہے مگر دو تین لمحوں کے بعد اس کے چہرے پر حسرت چھا جاتی ہے۔ اس کی آنکھیں ڈبڈبا جاتی ہیں اور وہ آہ بھر کر فرط مایوسی سے اپنا سر جھکا لیتی ہے جسلا اپنا سر ہرمونا کے پاؤں پر رکھ دیتی ہے۔ ہرمونا اپنے پاؤں پیچھے ہٹا لیتی ہے)

جسلا :- (غمناک لہجے میں) مجھ سے غلطی ہوئی۔ میں نے ایک بیہودہ لفظ کہہ کر تمہارے دل کو دکھایا۔ مجھے معاف نہیں کرو گی تم؟

(ہرمونا حیرت خیز نگاہیں اس پر ڈالتی ہے مگر خاموش رہتی ہے)

کاش آج تم یہاں نہ ہوتیں —— نہ معلوم میرا دل اتنا پریشان کیوں ہو رہا ہے؟

ہرمونا :- کیونکہ آج رات میں رانی ہوں ——

جسلا :- ہرمونا! تم پہلی عورت نہیں ہو جس کے ساتھ یہ سلوک کیا جا رہا ہے

ہرمونا :- مگر —— میں اس کی سگی بھانجی ہوں —— اس کی بہن کی بیٹی —— اپنی بھانجی کو —— اپنی بہن کو ذلیل کرنا —— کبھی ایسا ہوا ہے؟ —— کبھی ایسا ہو سکتا ہے؟؟

(چہرے پر ہاتھ رکھ کر رونے لگتی ہے)

جسلا :- (کھڑے ہو کر اپنا چہرہ اس کے چہرے پر جھکا کر) اب رونے سے کچھ حاصل نہیں۔ جو کچھ ہونا ہے۔ وہ ہو کر رہے گا۔ جگت ماتا کی یہی مرضی تھی —— راجہ کا یہی منشا تھا۔

ہرمونا :- (ڈبڈبائی آنکھوں سے جسلا کو دیکھ کر) جسلا!

:- (اپنا سر اور جھکاتے ہوئے) کیوں ہرمونا!

ہرمونا :- تم جسلا —— (اپنا ہاتھ اس کے کندھے پر رکھ کر ملتجیانہ لہجے میں) ایک بیکس عورت کی مدد نہیں کرو گی؟

جسلا :- میں تمہارے لئے کیا کر سکتی ہوں —— کیا کر سکتی ہوں ہرمونا!

ہرمونا :- میں تمہیں بخوبی جانتی ہوں جسلا! تم نیک دل عورت ہو تم دوسروں کی مصیبت کا اچھی طرح اندازہ لگا سکتی ہو؟

جسلا :- میں تمہاری مصیبت کو سمجھتی ہوں —— مگر میں کر ہی کیا سکتی ہوں!

(مایوسی سے آنکھیں جھکا لیتی ہے)

ہرمونا:۔ اگر آج رات میں یہیں رہی، تو صبح دو زندگیوں کا خاتمہ ہو جائے گا ―

جسلا:۔ دو زندگیوں کا؟

ہرمونا:۔ ہاں جسلا میری ذلت کے بعد برصودن خود کو ہلاک کر ڈالے گا، اور میری زندگی اسی کی زندگی سے وابستہ ہے:

جسلا:۔ لیکن ―

ہرمونا:۔ (کھڑی ہو کر) سنو جسلا! میں برصودن سے وعدہ کر کے آئی ہوں، کہ راجہ کے آنے سے پیشتر محل سے نکل کر اس کے پاس پہنچ جاؤں گی۔ پھر ہم دونوں اس ذلیل شہر سے نکل جائیں گے۔ وہ میرا انتظار کر رہا ہے۔ اگر میں ابھی اس کے پاس نہ پہنچ سکی تو وہ خود کو ہلاک کر لے گا۔ اور میں بھی ― مر جاؤں گی۔

(جسلا غور و فکر میں غرق ہے)

شہر میں عنقریب ماتا کے قہر سے تباہ ہو جائے گا ― کیا تم مہربان جسلا! میری مدد نہیں کرو گی؟

جسلا:۔ میں کیا کر سکتی ہوں! محل کے اندر جا بجا خادم موجود ہیں۔ اس صورت میں تمہارا محل سے نکل جانا کتنی نا ممکن بات ہے۔

ہرمونا:۔ (بے تابی سے) تم میری مدد کرو تو ―

جسلا:۔ اول تو میری مدد تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی دوسرے میں آج تک راجہ کی وفادار خادمہ رہی ہوں۔ کیا اب بڑھاپے میں اس سے بے وفائی کروں گی؟

ہرمونا:۔ جسلا! تمہیں میرا خیال نہیں۔ برصودن کی ہلاکت کا احساس نہیں شہر کی تباہی کی فکر نہیں جسلا کیا یہ ظلم ہو کر رہے گا؟ تم بھی ظالم کا ساتھ دو گی ―؟

جسلا:۔ ظالم کا ساتھ ― مگر میں اس سے دغا کیونکر کروں؟ اس نے مجھ پر اعتبار کیا ہے ― وہ ہر معاملے میں مجھ پر اعتبار کرتا ہے ―

ہرمونا:۔ تم اس اعتبار کا خیال رکھنا ― یہ نہ دیکھنا کہ دو مظلوم بستیاں ظلم کی چکی میں پسی جا رہی ہیں ― اس کا خیال نہ کرنا کہ تمہارا راجہ کتنی ذلیل حرکت کر رہا ہے۔ یہ نہ سوچنا کہ صبح لوگ کیا کریں گے؟

(جسلا غور و فکر میں غرق رہتی ہے)

جسلا کچھ سوچو، کچھ سمجھو! تم بہت کچھ کر سکتی ہو! تم (جسلا کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیکر ملتجیانہ لہجے میں) ضرور ہماری مدد کرو گی:

جسلا:۔ (آہستہ آہستہ) ایک ذریعہ ہے ― تم میرے کپڑے پہن کر یہاں سے نکل جاؤ۔ محل والے تمہیں خادمہ سمجھیں گے اور میں تمہارے کپڑے پہن لیتی ہوں۔

ہرمونا:۔ تم کس قدر نیک دل ہو جسلا!

(چند لمحے سٹیج پر تاریکی رہتی ہے اور جب منظر روشنی میں آتا ہے تو جسلا ہرمونا کے لباس میں اور ہرمونا جسلا کے لباس میں ظاہر ہوتی ہے)

جسلا:۔ اب چلی جاؤ ― امید ہے تم احتیاط کرو گی ― میں نے

ہرمونا:۔ جسلا! میں تمام عمر تمہاری ممنون رہوں گی ― تمام عمر تم نے میری بہت بڑی مدد کی ―

جسلا:۔ بہت بڑی مدد ― مگر اپنے راجہ سے دغا کر کے ― اب تم جاؤ ― راجہ کے آنے سے پہلے مجھے بھی ― تم جاتی کیوں نہیں ہرمونا؟

(ہرمونا کمرے سے نکل جاتی ہے جسلا ٹہلنے لگتی ہے)

تیسرا منظر

منظر:۔ ساحلِ دریا کی دیوار سے کچھ فاصلے پر برصودن کھڑا ہرمونا کی راہ تک رہا ہے۔ رات نصف کے قریب گزر چکی ہے اور لمحہ بلمحہ برصودن کا انتظار بڑھتا جا رہا ہے۔ قریب پاؤں کی آہٹ سنائی دیتی ہے۔ جیسے کوئی بھاگا چلا آ رہا ہے۔ برصودن دو قدم آگے بڑھتا ہے اور ہرمونا کہتی ہوئی آواز اس کے منہ سے نکل کر فضا میں تھرتھراتی ہے۔ مگر جب اسکی نگاہ نو وارد پر پڑتی ہے تو وہ میان سے خنجر نکال لیتا ہے اور نو وارد کو اپنا دشمن سمجھ کر حملہ کرنے لگتا ہے۔ نو وارد جو ایک پریشان حال شخص ہے اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا لیتا ہے

نووارد:۔ ٹھہرو برھودن! مجھے —— جو کچھ کہنا ہے۔ وہ تو کہہ لینے دو —— تمہاری محبوبہ ذلیل کر دی گئی ہے ——

(برھودن آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر نووارد کو دیکھتا ہے۔ گویا اسکے ہوش و حواس پر سکتے کا عالم چھا گیا ہے)

تمہیں اپنی محبوبہ پر بڑا ناز تھا —— تم اپنی محبوبہ کی وفاداری پر بڑا فخر کیا کرتے تھے —— مگر آج دیکھو راجہ نے کس طرح تمہاری باوفا محبوبہ کو ذلیل کر دیا۔

برھودن:۔ ذلیل —— میری محبوبہ کو ذلیل ——؟

نووارد:۔ ہاں ——

برھودن:۔ کون کہتا ہے یہ ——

نووارد:۔ تم میری بات پر اعتبار نہیں کرتے۔ مگر صبح تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ ——

برھودن:۔ (اسکے الفاظ کاٹتے ہوئے غضبناک لہجے میں) تم کون ہو ——؟

نووارد:۔ شاید تم نے مجھے پہچانا نہیں۔ میں راجہ کا خاص خادم مندو ہوں —— میں نے ہر مونا کو اس ذلت سے بچانے کی کوشش کی مگر —— کچھ بھی نہ کر سکا ——

برھودن:۔ تو وہ ذلیل کر دی گئی —— ہرمونا کی عصمت لٹ گئی۔

مندو:۔ میں تمہاری محبوبہ کو محل سے باہر نکالنے میں ضرور کامیاب ہو جاتا۔ مگر —— افسوس تو یہ ہے کہ ہرمونا نے تمام کوششوں سے ہاتھ اٹھا لیا ——

برھودن:۔ گویا —— ہرمونا نے اپنی عزت بچانے کی کوشش نہیں کی؟

مندو:۔ میں اس معاملے کو خود بھی ابھی تک نہیں سمجھ سکا —— مگر میں نے اسے ہنستے ہوئے ضرور دیکھا ہے۔ میں نے اپنے کانوں سے اس کے قہقہے ضرور سنے ہیں۔ صبح تک انتظار کرو۔ وہ رات کی کارروائی خود بتا دے گی —— شاید ——

برھودن:۔ (انتہائی جوشِ غضب میں) ذلیل۔ دغاباز۔ مکار آج تک مجھے دھوکے میں رکھا۔

مندو:۔ (غمناک لہجے میں) عورت پر اعتبار کرنا پرلے درجے کی حماقت ہے برھودن!

برھودن:۔ ہنس رہی ہے —— قہقہے لگا رہی ہے۔ مجھے دھوکا دیکر —— مجھے برباد کر کے ——

مندو:۔ اب تمہیں یہاں نہیں کھڑے رہنا چاہیئے۔ جس عورت نے تمہیں اتنا دھوکا دیا کیا اسنے تمہارے اس ارادے کو راجہ کے کانوں تک نہ پہنچا دیا ہوگا؟ کیا پتہ راجہ کے سپاہی آ رہے ہوں راجہ کی مرضی کے خلاف کوئی کام کرنا بغاوت نہیں تو اور کیا ہے؟

برھودن:۔ راجہ کی مرضی —— (غضبناک لہجے میں) میں راجہ کو کچل ڈالوں گا

مندو:۔ (سینے پر ہاتھ رکھ کر) میرے کمزور ہاتھ بھی تمہاری مدد کرینگے برھودن! مگر اب یہاں کھڑے نہیں رہنا چاہیئے۔ یہاں سے چلو —— چلو میں بتاتا ہوں۔ اب کیا کرنا چاہیئے!

(برھودن کا ہاتھ پکڑ کر ایک طرف لیجانے کی کوشش کرتا ہے۔ قریب سے ایک کانپتی ہوئی آواز آتی ہے)

آواز:۔ برھودن!

(دو آدمی ہانپتے ہوئے آتے ہیں)

ایک آدمی:۔ برھودن! —— وہاں (ایک طرف اشارہ کر کے) دیوار ٹوٹ پڑی اور دریا میں خوفناک طغیانی —— بہت جلد انتظام کرنا چاہیئے۔

(دونوں بھاگنے لگتے ہیں)

برھودن:۔ طغیانی۔ تباہی ——

(بجلی کی سی تیزی کے ساتھ آگے بڑھ کر ایک آدمی پر خنجر کا وار کرتا ہے۔ دوسرا بھاگتا ہے۔ مگر اس کے سینے میں بھی خنجر گھونپ دیتا ہے ——)

برھودن:۔ اس ذلیل شہر کو تباہ ہی ہونا چاہیئے —— مکار دغاباز ذلیل ——

(پتھروں کے گرنے کی زبردست آواز آ رہی ہے پانی بڑھتا آ رہا ہے۔ برھودن ٹیلے پر چڑھنے لگتا ہے)

چوتھا منظر

(راجہ کی خوابگاہ۔ راجہ کمرے میں داخل ہوتا ہے۔ اس کی نظر فرش پر پڑتی ہے۔ اور اس کے سامنے فرش پر بہتے ہوئے خون کے دھبے نظر آتے ہیں۔ وہ ٹھٹک کر کھڑا ہو جاتا ہے۔ پھر پلنگ کی طرف جاتا ہے۔ اپنے ہاتھوں سے پلنگ پر سوئی ہوئی عورت کو ہلاتا ہے۔ اس کے ہاتھ خون سے سرخ ہو جاتے ہیں۔ اور جیسے ہی اس کی نظر سوئی ہوئی عورت کے سینے کے قریب خنجر پر پڑتی ہے۔ وہ خوف و دہشت میں بجلی کی سی تیزی سے سادہ پلنگ سے پیچھے ہو جاتا ہے۔ اور دروازے کی طرف بڑھتا ہے)

راجہ: (بلند آواز سے) جاسوسو! نگرانو ——!!

(ایک خادم داخل ہوتا ہے)

خادم: مہاراج!

راجہ: دوسروں کو بھی بلاؤ —— قتل کی سازش کی گئی ہے۔ اس مکار عورت کو پکڑو (پلنگ کی طرف اشارہ کر کے) جاؤ جلدی۔

(خادم حیران و پریشان راجہ کی طرف دیکھتا ہے)

تم سنتے نہیں۔ اس عورت کو گرفتار کر لو مجھے قتل کرنے کے لئے اس نے خنجر چھپایا ہوا ہے ——

(راجہ کی گھبرائی ہوئی آواز سن کر کئی خادم آ جاتے ہیں)

خادم: مہاراج! وہاں تو ہرمونا ——

راجہ: ہرمونا! —— ہاں وہی خنجر چھپائے بیٹھی ہوئی ہے۔ خادمو، اسے پکڑ لو اسے گرفتار کر لو۔ اس کا خنجر چھین لو۔

(اپنے خون آلود ہاتھوں کو دیکھتا ہے)

دیکھو میرے خون آلود ہاتھ —— اس نے مجھ پر حملہ کیا ہے۔

(خادم پلنگ کی طرف جاتے ہیں۔ اور پلنگ کو گھیر لیتے ہیں۔ ایک خادم خنجر کو کھینچتا ہے۔ خون کی ایک لہر چلتی ہے۔ خادموں پر حیرت چھا جاتی ہے۔ دوسرا خادم لاش کے چہرے کو الٹ جاتا ہے۔ اب انکو سامنے جسلا کا زرد چہرہ نظر آ رہا ہے)

خادم: مہاراج یہ تو جسلا کی لاش ہے ——

راجہ: جسلا کی لاش —— جسلا کی ——

(ایک خادمہ آتی ہے)

خادمہ: مہاراج آپ کی بہن نے خود کو ہلاک کر لیا۔ اور اب وہ آپ کی طرف آ رہی ہے

راجہ: کون آ رہی ہے —— یہ کیا ہو رہا ہے۔ ہر طرف سازش (خادموں سے) اسے مت آنے دو۔ اسے روک دو۔ جاؤ۔

(کلیش آتی ہے خنجر ابھی تک اس کے سینے میں ہے۔ وہ دیوار پر ہاتھ رکھ کر خود کو سنبھالتی ہے)

کلیش: (راجہ سے) دغا باز کمینے انسان! ہمیں تباہ کر کے تیرے کلیجے میں ٹھنڈک پڑ گئی۔ مگر یاد رکھ اب تیری تباہی کا وقت بھی آ پہنچا ہے۔ تیرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے۔ اور تیرا مغرور سر ٹھوکریں کھا کھا کر چکنا چور ہو جائے گا —— تو نے وہ ذلیل حرکت کی ہے جس کی مثال آج تک انسانی کانوں نے نہیں سنی

(لڑکھڑاتی ہے خنجر کو سینے سے نکال لیتی ہے راجہ گھبرا کر پیچھے ہٹ جاتا ہے)

راجہ: وہ دیکھو —— وہ بھی خنجر لئے آ رہی ہے —— تم اسے پکڑتے نہیں۔ سب سازش میں شریک ہیں۔ (پیچھے ہٹ جاتا ہے) سب نے بغاوت کر دی ——

(کلیش لڑکھڑاتی ہے اور گر پڑتی ہے ایک خادم گھبرایا ہوا آتا ہے)

نووارد خادم: مہاراج ساحل کی دیوار گر پڑی —— شہر غرق ہو رہا ہے۔

(خادم یہ وحشتناک خبر سن کر بے تحاشا دروازے کی طرف بھاگ گئے ہیں۔ راجہ سمجھ کر وہ اس پر حملہ کرنے لگے ہیں پیچھے ہٹتا ہے اور

دیوار سے ٹکرا کر گر پڑتا ہے۔ پھر اٹھتا ہے دروازے کی طرف بھاگتا ہے۔ مگر دروازے کے قریب ہی پہنچ کر گر پڑتا ہے۔ خادم اسے کھینچتے ہوئے دروازے سے نکلتے ہیں شہر پر دھڑ دھڑ کی آوازیں راجہ کی مشعل اور آخری چیخیں گونجتی ہیں)

پانچواں منظر

اشارات (ساحل کی دیوار آدھی سے زیادہ گر چکی ہے۔ پانی کا سیلاب ہر ایک چیز کو بہائے لئے جا رہا ہے۔ مکانات گر رہے ہیں۔ انسان غرق ہو رہے ہیں۔ موت کے منہ میں جاتے ہوئے غریب انسانوں کی چیخیں فضا میں گونج رہی ہیں۔ مائیں ننھے ننھے بچوں کو گود میں اٹھائے بھاگ رہی ہیں۔ شور و غل سے کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی۔ ہر طرف افراتفری مچی ... ہوئی ہے)

منظر (برھودن اور مندو کھڑے پانی کی تباہ کاریوں کو دیکھ رہے ہیں۔ چند ثانیے وہ خاموش رہتے ہیں ..... پھر مندو برھودن کا ہاتھ پکڑ لیتا ہے)

مندو: برھودن! جو کچھ تم نے کرنا تھا وہ کر دیا۔ جو کچھ ہونا تھا وہ ہو چکا۔ تھوڑی دیر ہوئی میں نے تمہاری محبوبہ کی عصمت دری کی فرضی خبر سنائی تھی —— اب ایک اور خبر سنو!

(برھودن حیرت سے اس کی طرف دیکھتا ہے)

برھودن: فرضی داستان —— ؟

مندو: ہاں۔ محض فرضی داستان۔ کیونکہ میں تم سے اور تمہارے ذلیل راجہ سے انتقام لینا چاہتا تھا مگر میرے انتقام سے پہلے جگت ماتا نے تمام ذلیل انسانوں سے انتقام لے لیا۔

برھودن: (آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر مندو کو دیکھتے ہوئے) انتقام۔ تم ... کاہن

مندو: (قہقہہ لگا کر) اب مجھے پہچانا —— اب بتاؤ جگت ماتا نے انتقام لیا ہے یا نہیں —— میری پیشین گوئی پوری ہوئی ہے یا نہیں؟ ... میں نے کہا تھا کہ تم اپنے ہاتھوں سے اپنی خوشیوں کو تباہ کر دو گے۔ تم جس دیوار کو شہر کی حفاظت کے لئے بنا رہے ہو وہی تمہیں دغا دے گی تمہارا شہر تباہ ہو جائے گا۔

(بجلی کی کڑک کے ساتھ بادل کی گرج)

اور آج سب کچھ ہو گیا —— تم نے مجھے مردہ سمجھ رکھا تھا مگر تمہیں یہ خبر نہیں تھی کہ میں سانپ کی طرح ہر وقت تمہارے ساتھ ہوں!

(قہقہہ لگاتا ہے۔ بجلی کی کڑک۔ مکانوں کے گرنے کا شور۔ خراشش شور)

جگت ماتا کے قہر نے تم سے۔ تمہارے راجہ سے۔ اس شہر کے بے غیرت انسانوں سے انتقام لے لیا۔ (قہقہہ لگاتا ہے) مجھے مارنا چاہتے ہو۔ مگر تمہاری زندگی بھی چند لمحوں سے زیادہ نہیں

(برھودن کاہن کا گلا پکڑ لیتا ہے۔ یکا یک ایک لرزہ خیز آواز پیدا کرتا ہوا ٹیلہ پر گرتا ہے۔ موسلا دھار بارش ہو رہی ہے —— شہر غرق ہو رہا ہے)

(پردہ)

جناب باری علیگ،

راجہ اور پرجا

منظر:- [پرجا نے راجہ کے محل کا محاصرہ کیا ہوا ہے۔ تمام لوگ نعرے لگا کر روٹی روٹی چلا رہے ہیں۔ راجہ محل کی سیڑھیوں پر کھڑا ہے۔ مشتعل ہجوم راجہ پر حملہ کرنا چاہتا ہے۔ راجہ اپنا ہاتھ اوپر اٹھاتا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ کچھ کہنا چاہتا ہے۔ اپنے لیڈر کے کہنے پر ہجوم کا جوش ٹھنڈا پڑ جاتا ہے:]

راجہ :- جانتے ہو میں کون ہوں؛ پرماتما نے مجھے تمہارا راجہ بنایا ہے!

پرجا :- ہرگز نہیں۔ پرماتما نے سب کو برابر پیدا کیا ہے:

راجہ :- میں تمہارے حقوق کا پاسبان ہوں۔ جانتے ہو!

پرجا :- تم ڈاکو ہو ——— ہمارے حقوق کو پامال کرنے والے لٹیرے ہو!

راجہ :- مجھے پرماتما نے اس عالیشان محل میں رہنے کے لئے پیدا کیا ہے:

پرجا :- یہ محل ——— یہ محل ہماری ہڈیوں سے بنایا گیا ہے!

راجہ :- تم پرجا ہو ——— اور میں راجہ۔

پرجا :- نہ تو تم راجہ ہو ——— اور نہ ہم پرجا۔

راجہ :- تو پھر میں کون ہوں ——!

پرجا :- ہماری طرح ایک انسان۔

راجہ :- اور تم؟

پرجا :- تمہاری طرح انسان۔

راجہ :- ہم میں فرق!

پرجا :- کچھ بھی نہیں۔

راجہ :- میرے پاس سنگینیں ہیں۔

پرجا :- ہمارے پاس سینے۔

راجہ :- میرے بمبار طیاروں سے ڈرو

پرجا :- ہمارے جوش و غضب سے کانپو!

راجہ :- تم مٹ جاؤ گے:

پرجا :- مگر تم کو مٹا کر۔

راجہ :- ہوش کرو۔

پرجا :- ہوش میں ہیں۔

راجہ :- تو قوت کا امتحان کر لو۔

پرجا :- منظور:

(محل کے بڑے دروازے سے فوجی سپاہی پرجا پر گولی چلانا شروع کر دیتے ہیں۔ مشتعل ہجوم راجہ کے محل میں داخل ہو جاتا ہے)

~~~~~~
~~~~~~

چودھری منظور احمد صاحب

بُوجھ تو من کی بات

پہلی سکھی:—

چندر ماں کے روپ میں اترا سندر میں بھگوان
من میں ہے بھیشم کی شکتی نین ارجن کے بان
وہ چندر ماں جس سے چھپے دکھ کی کالی رات
کون کوئی ہے بول تو سکھی بوجھ تو من کی بات!

دوسری:—

تو پگلی ہے میں کیا جانوں تیرے من کی بات
میں کیا جانوں کون چندر ماں کیسی دکھ کی رات
کیسی شکتی، کیسا سندر اور کیسا بھگوان!
وہ بھی کوئی پرش ہے سکھی نین جس کے بان

پہلی:—

سندر کے پھلواڑ سکھی ری کوئی آن براجا
سنگت کا سردار سکھی ری یا پرجا کا راجا
سندر بانکا، چنچل چھبیلا تیکھے تیکھے نین
من کی بنسی، ھر کی بتیاں گاوت ہے دن رین

دوسری:—

سندر، بانکا چنچل چھبیلا لیوے ھر کا نام
مندر کے پھلواڑ سکھی ری کیا راجن کا کام
جوگی ہوگا، روگی ہوگا ہوگا سنت سپیرا
مندر کے پھلواڑ جس نے ان لگایا ڈیرا

پہلی:—

اس کے دم سے اجڑی کٹیا اندر کا استھان
آدھی آدھی رات کو اٹھتی ہے دیپک کی تان
پیارے پیارے میٹھے میٹھے مست سلونے راگ
جو سلگاتے ہیں برہن کے من میں دھیمی دھیمی آگ

دوسری:—

اس کے لب پر سندر سندر کومل کومل گیت
یا بھگوان کی آشا اس کو یا ناری کی پیت
یا وہ گنبدھارک کا چیلا یا چندرا کا داس
تان سین کے شبد منوہر اس کے من کی آس

پہلی:—

اس کے لب پر سانجھ سویرے پیا پیا کی کوک
نین میں برہ کے آنسو اور کلیجے ہوک
من میں ہے سنسار کی چنتا جیبھ پہ میٹھے بول!!
ٹپکا کر موتی دیتا ہے پانی میں رول

دوسری:—

یا اس کے من کی مایا یا تریا کی بات:
جس کے دھن میں مارا مارا پھرتا ہو دن رات
یا وہ نر ہے جس کو ناری دکھ بپتا میں چھوڑے
پیت کی آشا توڑ کے یا بیر پیت سے ناطہ جوڑے

پہلی:—

ملتے جلتے پھیری جو گھٹ پر آ کر رک جائے
سکھی اس کی آنکھ رسیلی دیکھ کے جھجک جائے
نیچی نظریں منہ پہ لالی گات سبھی تھرائے
سمجھیا رے کر بھی نا سمجھی اور دوارے جائے

دوسری:—

اب میں سمجھی نہ وہ سادھو نہ وہ بھگت سپیرا
اس کو جوبن رس کی اچھا وہ متوالا تیرا
تیرے درشن کا وہ لوبھی تیرا پریم پجاری
تو اس کی گوکل کی رانی اور وہ مست مراری

کھال بیٹھ کھاں میں رہی ہوگی، (ری کچھ تو سلیقے کا کام کیا کر۔ نہ جانے کیسی بہو بڑے پالے پڑ گیا ہے۔ کیوں میری جان کو کھانے جاتی ہے (اور زور سے) چاول ابھی کب پکیں گی، مہارانی جی!

بہو: — (ہاتھ میں پتیلی لیکر کھڑی ہو جاتی ہے) چاول کہاں ہیں! وہ تو اسی دن ختم ہو گئے تھے۔

(باورچی خانے میں چلی جاتی ہے)

بڑھیا: — (چشمے میں سے جھانکتی ہوئی اس طرح دیکھتی ہے جیسے کسی نے طمانچہ مار دیا ہو) کیا کہا؟ ابھی سے چاول ختم ہو گئے ابھی تو اس دن تو چار آنے کے لائے گئے تھے۔ رام بھگن کو ان کے پیسے بھی نہیں ملے: (چلا کر) یہ پیٹ ہے کہ بھٹی؟ جو ڈالو سب ہضم کیا کروں؟ کہاں سے ہر روز ڈیڑھ سیر ان کے پیٹ میں جھونکنے کے لئے لاؤں؟ خون پسینہ ایک کر کے اس لڑکے کو پڑھایا، جو کچھ زیور گہنا جمع جتھا تھا سب پڑھائی میں لگا دیا . . . .

(اسی وقت مالک مکان آواز دیتا ہے)

مالک: — ماں جی! ماں جی!!

بڑھیا: — بیاہ کیا، وہی قرضہ ابھی کہاں اترا ہے؟ اس نگوڑی زندگی میں . . . .

(بات ادھوری رہ جاتی ہے اور مالک مکان کمرے میں داخل ہوتا ہے)

مالک: — ماں جی! آپ تو بولتی بھی نہیں۔ اب کچھ فیصلہ ہوگا یا نہیں؟ تین مہینے ہونے کو آئے۔ صبر کی بھی حد ہوتی ہے!

بڑھیا: — آؤ بیٹا۔ ہاں تمہارے روپے تو . . . . . آ لینے دو لڑکے کو کہیں نہ کہیں انتظام کئے دیتی ہوں بیٹا!

(سریندر داخل ہوتا ہے۔ داڑھی اور سر کے بال بڑھے ہوئے کھدر کا کرتہ پہنے ہوئے جو پیٹھ پر پسینے کی وجہ سے بھیگ رہا ہے۔ سر پر گاندھی ٹوپی۔ آنکھوں پر سیلولائڈ کی کمانیوں کا چشمہ ہے۔ قد درمیانہ۔ کچھ پریشان اور گھبرایا ہوا سا ہے)

سریندر: — ماں کیا ہے؟ (مالک مکان کی طرف دیکھ کر) اچھا! آپ ہیں۔ اب گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ چند دن ٹھہریئے آپ کا حساب بے باق کر دوں گا۔ اس کے علاوہ ماں سے) نہیں اس تنگ و اندھیرے مکان میں نہیں رہنا، دیکھتی ہو کیسا اندھیرا ہے۔ تمہاری آنکھیں خراب ہو گئیں۔ بشنی پیلی پڑ گئی۔ مجھے تو ایک بڑا سا مکان چاہیئے صاحب!

مالک: — بابو اب آپ دو ایک دن میں مکان کا کرایہ چکا دیں میں زیادہ عرصہ تک صبر نہیں کر سکتا۔ ایسے کرایہ دار دو چار اور مل جائیں، تو بس معاملہ ختم ہے۔

بڑھیا: — ہاں بیٹا کچھ دن اور . . . .

سریندر: — کہہ تو دیا، ایک دم سب حساب بے باق کر دوں گا، کچھ دن اور ٹھہر جاؤ سیٹھ جی۔

مالک: — دیکھو بابو، اب مجھے بار بار نہ آنا پڑے۔ ان تین ماہ کا تین آنے تو سود ہی ہو گیا۔ آنے جانے کی مصیبت علاوہ (زور سے) جلد حساب صاف ہو جانا چاہیئے

(چلا جب تا ہے)

سریندر: (ذرا سی جوش سے) ہاں ہاں!! کہہ تو دیا۔ کیوں سر کھائے جاتے ہو؟

مالک: — (الٹے پاؤں لوٹتے ہوئے) اس میں سر کھانے کی کیا بات ہے اپنا کرایہ نہ لیں؟ واہ خوب! وہ تو کہو شرافت سے باتیں کر رہا ہوں، ورنہ اب تک اسباب اٹھوا کر باہر پھنکوا بھی دیا ہوتا، ہو کس خیال میں بابو صاحب!

بڑھیا: — (اٹھ کر) ارے بیٹا لڑتے کیوں ہو؟ ہم کب کہتے ہیں کہ تمہارا کرایہ نہیں دیں گے؟

سریندر: — دیکھو سیٹھ جی! اس میں بگڑنے کی کوئی بات نہیں ہے چند دن میں اپنا کرایہ لے لینا قصہ ختم زیادہ شور کرنے کی ضرورت نہیں۔ اور میں ایسے مکانوں میں کب رہنے لگا! نہ روشنی، نہ ہوا نہ کشادگی۔

مالک: — یہ آپ کی خوشی۔ ہم آپ کو بلانے تو گئے نہیں تھے

آپ نہیں آپ کے بھائی اور بھتیجے آ جائیں گے۔

سریندر :- (جھلا کر) ہاں ہاں جاؤ۔ بہیں بھی بھتیجے مکان مل جائیں گے۔

(مالک مکان بڑبڑاتا ہوا چلا جاتا ہے)

بڑھیا :- حیرت سے، کوئی نوکری مل گئی بیٹا؟ آج اتنی دیر کہاں لگائی بیٹا؟

سریندر :- ہاں ماں۔ ذرا ایسا ہی کام تھا۔ ان مکان والوں نے کیسا تنگ کیا ہے؟ ہمدردی تو ان میں نام کو نہیں، کرسی پر بیٹھ جاتا ہے۔ میں نے فیصلہ کیا ہے کہ اگر ایشور نے چاہا تو اس بار تمہارے لئے مصنوعی دانت بن جائیں گے

بڑھیا :- خوشی کو دباتے ہوئے، کوئی نوکری مل گئی کیا؟

سریندر :- (مکلوت کھڑا ہو کر) ہاں۔ اور ایسی نوکری کہ تم حیران ہو جاؤ گی یقین ہے کہ وہ آسامی میرے سوا اور کسی کو نہ ملے گی۔

بڑھیا :- (قریب جا کر) کہاں کہاں ملی؟ بتا تو۔ ہے بھگوان دیا کرو۔ ارے بہو! او بہو! سنتی ہے؟ ادھر آ، تو بھی سن۔

سریندر :- ڈیڑھ سو روپے ماہوار کی نوکری ہے۔ بنگلہ رہنے کو مفت، نوکر چاکر الگ۔ (دنیا چمک اٹھی) اخبار کا کٹنگ جیب سے نکال کر اسے دیکھتا ہے۔ پھر سنبھال کر میز کی دراز میں رکھ دیتا ہے۔) اور کیا چاہئے ماں۔ اب تو تم خوش ہو نا۔ ریاست میں راجکمار کو پڑھانے کی نوکری ہے

بڑھیا :- ہے بھگوان، جگناتھ سوامی، ستیہ نارائن کی دھوم دھام کتھا کرواؤں گی (بڑھیا معلوم ہوتا ہے جیسے دنیا بھر کی طاقت بڑھیا کے جسم میں آگئی ہے پہلے کی نسبت کہیں زیادہ خوش ہو کر ششی کو مخاطب کرتی ہے) اری دیکھ تو تھکی ہے کہ بیٹا کیا کرے بیچاری؟ بیٹا! میری بات کا برا نہ مانا کر میں تو سمجھ گئی ہوں۔ دیکھ تو چینی ہے۔ نہ ہو تو رام بھجن سے لے آؤں (بہو جاتی ہے۔ پھر آ کھڑی ہوتی ہے)

سریندر :- (اخبار کا ٹکڑا نکال کر پڑھتا ہے۔ پھر اسی دراز میں رکھ دیتا ہے) تم نے راجپوتانہ تو نہ دیکھا ہوگا ماں؟ عرضی ٹائپ کرا کر جسونتی سے بھیج آیا ہوں (خوشی سے اسکی آنکھیں چمکنے لگتی ہیں) وہاں بہیں۔ ریلوے کا ٹائم ٹیبل کہیں نہیں مل سکتا؟ اوپر بوہرہ جی ہیں نا، ان کے یہاں ہوگا۔ ذرا دیکھ تو آؤ کونسی گاڑی سے جانا ہوگا۔ پہلے میں اکیلا ہی جاؤں گا۔

بڑھیا :- نوکری تو مل جائے۔ ابھی سے اتنی اچھل کود ٹھیک نہیں (ماں تو خود اتنی خوش ہے کہ پھولی نہیں سماتی) ہاں بہو! آج دودھ نہیں لیا گیا؟

بہو :- گھر میں گھی اور چینی ذرا بھی نہیں؟

بڑھیا :- لیکن گھی تو ضرور چاہیئے۔ میرا سریندر گھی کے بغیر کھانا کب کھاتا ہے؟ اچھا! میں ابھی لاتی ہوں۔

(باورچی خانہ سے ہو کر چلی جاتی ہے)

سریندر :- بیوی کے قریب جا کر اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے، ششی ہوشش؟ اب میں تھوڑے ہی دنوں میں بڑا آدمی بن جاؤنگا۔ یہ دھوتی اتنی میلی اور دھوتیاں نہیں ہیں کیا؟ (بیوی کے رخسار پر ہلکی سی چپت مارتے ہوئے) چند ہی دن کی بات ہے میری رانی سونے کے زیوروں سے پیلی ہو جائے گی۔

ششی :- (دھوتی کا پلو اوپر سرکاتے ہوئے پھیکی ہنسی ہنسکر) کہاں کونسی نوکری مل گئی ہے؟

سریندر :- پگلی! اب بھی کوئی شک ہے؟ آج ہی عرضی ڈاک کو بھجوا آیا ہوں۔ راجکمار کا ٹیوٹر ہو جاؤں گا۔

ششی :- راجکمار ہو جاؤ گے؟

سریندر :- نہیں۔ راجکمار کا اتالیق۔

(کندھے پر ہاتھ رکھتا ہے)

ششی :- کبھی کب تک جا رہے ہو؟ پہلے تو شاید تم اکیلے ہی جاؤ گے نا؟

سریندر :- ہاں کچھ دنوں کے........

(دروازے پر کوئی آواز لگاتا ہے)

آواز :- سریندر بابو ہیں کیا؟

سرہندر :۔ (دروازے کے پاس جاکر) کون ہے؟

(منشی باورچی خانے میں چلی جاتی ہے)

گوندا :۔ (داخل ہوتے ہوئے) میں ہوں گوندا۔ بہت دن ہو گئے بابو جی دودھ کا حساب نہیں چکایا۔ اس طرح کام نہیں چلے گا سرکار!

سرہندر :۔ نہیں گوندا گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ مجھے اب نوکری مل گئی ہے۔ ایک سو پچاس روپے ماہوار کی۔ ایک راجہ کے لڑکے کو پڑھایا کروں گا۔

گوندا :۔ دودھ تو سرکار اور چاہیئے گا نہ۔ آج سے کچھ زیادہ دے جایا کروں؟

سرہندر :۔ ہاں ہاں: ....

(اتنے میں اسی دروازے سے سرہندر سر ہندر چلاتا ایک آدمی اندر داخل ہوتا ہے۔ گوندا سر جھکا کر باہر نکل جاتا ہے داخل ہونے والے کا نام مہیش ہے۔ کھدر کے کپڑوں میں ملبوس سڈول جسم۔ عمر تقریباً ۲۳ سال)

مہیش :۔ دوسری بار آیا ہوں جناب تھے کہاں؟

(کرسی پر بیٹھ جاتا ہے)

سرہندر :۔ ایک ضروری کام کے لئے باہر گیا تھا بھائی۔

مہیش :۔ آج وڈ کمپنی کے منیجر سے ملنے چلو گے نا۔ میں نے ہیڈ کلرک سے بات چیت کی تھی۔ اس نے کہا کہ تیس روپے سے زیادہ نہ دے سکیں گے۔

سرہندر :۔ پاگل ہوئے ہو۔ سرہندر تیس کی نوکری کرے گا؟ جناب اب وہ راجکمار کو پڑھائے گا۔ راجکمار کو۔

مہیش :۔ (بہت خوش ہوکر) ارے کوئی جگہ مل گئی کیا؟

سرہندر :۔ ملی تو نہیں۔ لیکن ملی ہی سمجھو۔ وہ جو اپنے قلی بابو ہیں نا۔ وہی جو محکمہ آثار قدیمہ میں ملازم ہیں۔ آج سویرے میں ان کے ہاں گیا تھا۔ وہ تو تھے نہیں۔ بیٹھک میں رام دھن صفائی کر رہا تھا۔ میں وہیں کرسی پر بیٹھ گیا۔ دیکھتا کیا ہوں کہ ہندوستان ٹائمز کا Want ad کالم کھلا پڑا ہے۔ گویا کسی نے وہ میرے ہی لئے تو کھول کر رکھ دیا تھا۔ دروازے وہ کاغذ نکال کر، دیکھو اسی میں وہ "ضرورت" چھپی ہے۔ ایک راجہ کے ٹیوٹر کے لئے۔ میں رام دھن کی اجازت سے یہ کٹنگ لے آیا ہوں۔ مانو گے نا استاد (مہیش کی پیٹھ پر زور سے ہاتھ مارتا) فوراً بھاگا بھاگا ڈاکٹر پانڈے کے پاس پہنچا اور ان سے سرٹیفکیٹ لے آیا۔ انہوں نے بغیر کچھ پوچھے سرٹیفکیٹ لکھ دیا۔ پھر عرضی ٹائپ کرائی اور روانہ کر دی۔ اسی میں دیر ہو گئی۔

مہیش :۔ میں بہت مسرور ہوں سرہندر (کٹنگ ہاتھ میں لے کر پڑھتا ہے) لیکن ...... یہ کونسی تاریخ کا ہے؟

سرہندر :۔ (مہیش کی بات پر توجہ نہ دیتے ہوئے) معلوم ہے ڈاکٹر پانڈے نے کتنی تعریف کی ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ مجھے اپنی زندگی بھر میں ایسا با اخلاق محنتی اور ایماندار طالب علم نہیں ملا۔

مہیش :۔ اچھا یہ بات ہے؟

سرہندر :۔ ہاں دوست! ڈاکٹر پانڈے جیسا آدمی ملنا مشکل ہے

(سرہندر خوشی کے مارے ٹہلنا شروع کر دیتا ہے)

سرہندر :۔ امید ہے ملازمت مل جائے گی مہیش تم تو کبھی کبھی ادھر آؤ گے نا؟

مہیش :۔ آؤں گا کیوں نہیں، مگر یار تم مجھے بھلا دو گے۔ راجاؤں کی صحبت میں رہ کر دوستوں کو کون پوچھتا ہے؟

سرہندر :۔ مہیش کھدر تو وہاں چل نہیں سکتا۔ کپڑے تو دوسرے ہی بنوانا ہوں گے۔

مہیش :۔ ارے ابھی سے اتنا انقلاب ــــ وہ کالج ہال والا عہد کہاں جائیگا! بھئی یہ میں برداشت نہیں کر سکتا۔ میرا تو پکا ارادہ ہے کہ مہاتما گاندھی کی قائم کردہ تعلیمی اسکیم کے ٹریننگ سنٹر میں داخل ہو جاؤں... مجھے روپے کی ذرا بھی پروا نہیں ہے، دیہات میں جاکر کسانوں کی خدمت کرونگا۔ یہی میرا مقصد زندگی ہے۔ ہم لوگ پڑھ لکھ کر اگر غریبوں کی سیوا نہ کر سکیں تو اس پڑھنے لکھنے کا فائدہ ہی کیا؟ یاد ہے۔ اسدن کالج ہال میں تمہاری ہی تقریر سے متاثر ہو کر تو میں نے یہ عہد و پیمان کئے تھے۔

سرنیدر :۔ یاد ہے۔ سب کچھ یاد ہے۔ رشید گی کے ساتھ آہ! اب وہ کچھ نہیں ہو سکتا۔ میری بوڑھی ماں نے اپنا سب کچھ آج ہی کے دن کے لئے پانی کی طرح بہا دیا۔ اس وقت مجھ پر کافی قرض ہے۔ کوشش ہے کہ اگر کوئی سکھ نہیں پایا۔ میں خودکشی اپنی ملازمت کے لیے بھٹک رہا ہوں۔ اور رہا ہوں گے غریب کو کوئی بھی نہیں پوچھتا۔ ہم لوگ جوانی میں جسے زندگی سمجھتے ہیں، سماج کے بارے میں سمجھ کر جسے بالکل سہل اور قابلِ عمل خیال کرتے ہیں۔ وہ خواب ثابت ہوتا ہے۔ ملک کی خدمت کون نہیں کرنا چاہتا؟ عوام کے سدھار کی کسے فکر نہیں ہے۔ لیکن حالات بھی تو کوئی چیز ہیں۔ ماں کی امیدوں اور بیوی کی آرزو کو اور زیادہ حسرت نہیں دیا جا سکتا مہیش! اسکے علاوہ اگر ول میں ذوقِ خدمت ہو تو وہ ہر صورت میں کیجا سکتی ہے۔

مہیش :۔ حالات، انسان کی کمزوری کا دوسرا نام ہے۔

سرنیدر :۔ ہو سکتا ہے۔ لیکن حالات ہی انسان کو بناتے ہیں۔ کیا آج ملک میں ایسے لوگوں کی کمی ہے۔ جو گذشتہ تحریک عدمِ تعاون میں اپنا سب کچھ کھو دینے کے بعد بھی سماج میں کوئی خاص جگہ حاصل نہ کر سکے؟ روپیہ حالات کو سازگار کرنے والا اور دنیا میں سب سے بڑا دوست ہے۔ ہمارے دیس کے بڑے آدمی صرف اس لئے بڑے ہیں کہ انہوں نے قربانیاں کی ہیں۔ انہوں نے دولت مند ہوتے ہوئے ایثار و قربانی کی۔ بس یہی انکے بڑے پن کا سبب ہے۔ اگر آپ بلندی سے اتر کر نیچے گرے ہوئے کو اٹھاتے ہیں تو آپ بڑے آدمی ہیں۔ میں تو یہی سمجھتا ہوں بھائی، وہ غریب جس کے پاس پہلے ہی کچھ نہیں، کس چیز کی قربانی کرے گا؟ کیا ایثار کرے گا؟ سماج میں اسکے لئے کوئی جگہ نہیں۔ جس پرندے کے بازو چھوٹے اور کمزور ہیں، وہ کیا دور تک اڑ سکتا ہے؟ نہیں اور ہرگز نہیں۔ غریب عقلمند بھی احمق ہی سمجھا جاتا ہے مہیش۔

مہیش :۔ سپہ سالار کا عہدہ بلند سہی، لیکن سپاہی کی عظمت اپنی جگہ برقرار ہے۔ وہ کبھی کم نہیں ہوتی۔ دنیا انہی کے سہارے ہاتھ باندھے کھڑی رہتی ہے۔ جو صلہ نہیں چاہتے جو شہرت کے بھوکے نہیں۔

سرنیدر :۔ ایسے آدمی زیادہ تعداد . . . . میں نہیں ہوتے۔ اگر ہوں بھی تو ناسازگار حالات انکے راستے کی رکاوٹ بن جاتے ہیں۔ خواب اور بیداری دو مختلف چیزیں ہیں۔ جس نصب العین کے لئے انسان دوڑتا ہے جس صداقت کی تلاش میں وہ آگے بڑھتا ہے، وہ خوابوں کی دنیا کی چیز ہے۔

مہیش :۔ اتنا کچھ ہوتے ہوئے بھی ان دونوں چیزوں کی عظمت اور بلندی میں فرق نہیں پڑتا سرنیدر۔ ہم لوگ زندگی کو جس قدر محدود سمجھتے ہیں۔ وہ اتنی محدود نہیں۔

سرنیدر :۔ بتا سکتے ہو، وہ زندگی کیا ہے؟ کیا بدی، نیک روی اور تیاگ انہی چیزوں کا وہ مجموعہ نہیں ہے؟ اتنا ہوتے ہوئے بھی کون کہہ سکتا ہے کہ جو راستہ اس نے اختیار کیا ہے، وہ قطعاً درست ہے؟ میں تو اس بات کو مانتا ہوں کہ دنیا میں رہتے ہوئے سچائی کا دامن نہ چھوڑنا ہی حقیقی زندگی ہے۔

مہیش :۔ یہ کہتے ہوئے تم ایک بھول کر رہے ہو سرنیدر! لو میں تمہاری ہی بات کو دہراتا ہوں، کہ ایسے لوگ بہت کم ہوتے ہیں جو ایسا بننا چاہتے ہیں۔ حالات ان کے سدِ راہ ہو جاتے ہیں۔ لیکن وہ بات بھی درست ہے۔ کہ حالات کمزوری کا دوسرا نام ہے۔ خودی اور خود اعتمادی کی کیا تمہارے نزدیک کوئی حقیقت نہیں؟ یہ دونوں دل کی پاکیزگی پر مبنی ہیں۔ مصلحین اور دیگر بڑے آدمی انہی کو لیکر پیدا ہوتے ہیں۔ جس آدمی میں یہ دونوں چیزیں جتنی زیادہ ہونگی، وہ اتنا ہی بلند اور باعمل ہوگا، عوام میں اسکو اتنی ہی ہر دل عزیزی حاصل ہوگی، بس یہی حقیقی زندگی ہے۔

سرنیدر :۔ تم جو بات کہہ رہے ہو، یہ فردِ واحد کی ہے، سماج کی نہیں۔ ہم لوگ سماج کا حصہ ہوتے ہوئے بھی ایک طرح سے فرد نہیں ہیں۔ انفرادیت صرف انہی کی ہوتی ہے۔ جو کسی خاص

نصب العین کو سامنے رکھ کر زندگی گزارتے ہیں جسا کہ ہم ہوں کہ سیاسی ن کے علاوہ انکی شخصیت سماج سے بالکل جدا اور مختلف ہوتی ہے۔ اور اس جداگانہ شخصیت کو وہ ہر موسم قائم رکھتے ہیں۔ ہماری مادر وطن زور سے نہیں بلکہ سماج سے ایثار اور قربانی کا مطالبہ کر رہی ہے۔ لیکن جانتے ہو کہ سوسائٹی کا ایک بڑا طبقہ اس معاملے میں مجبور ہے وہ خواہش کے باوجود مادر وطن کو لبیک نہیں کہہ سکتا۔

مہیش:۔ میں تمہاری اس بات کو نہیں مانتا۔ یہ ٹھیک ہے کہ اس آدمی کی شخصیت عوام سے بہت مختلف ہوتی ہے۔ لیکن مادر وطن کے مطالبے میں تو سماج ہی کا مفاد پوشیدہ ہے۔ اگر وہ اس مطالبے کو ٹھکرا دیتا ہے۔ تو قصور کس کا ہے؟ اسی کا نا؟ سماج سے جداگانہ تو کوئی چیز نہیں ہے یہ محض اصطلاحی فرق ہے۔ یا تو سماج کو ویسا ہونا پڑیگا۔ ورنہ اسکی تباہی یقینی ہے۔ مادر وطن کا مطالبہ مسلمہ حقائق پر مبنی ہے۔ پہلے یا بعد میں اسکے آگے ضرور جھکنا ہوگا۔ جو پہلے میدان میں نکلیں گے، وہ بہادر کہلائیں گے۔ تاریخ اس بات کو بار بار دہراتی ہے۔

سریندر:۔ (سوچکر) تمہارا کہنا ..... ٹھیک ..... ہے اعلیٰ تعلیم کا کوئی اور فائدہ ہو یا نہ ہو۔ اتنا تو ضرور ہے کہ وہ زبان درازی اور منطق کے ذریعے حق کو باطل ثابت کرنا سکھا دیتی ہے۔ میں اپنی کمزوری کو مانتا ہوں۔

مہیش:۔ میں بجان و دل چاہتا ہوں کہ تمہیں وہ نوکری مل جائے

سریندر:۔ مجھے اسکا کامل یقین ہے۔ ڈاکٹر ہٹنے کی اتنی بڑی سفارش کیا ان لوگوں پر کوئی اثر نہ ڈالے گی؟

(تیزی سے کمرے میں ٹہلنے لگتا ہے)

مہیش:۔ ایشور کرے ایسا ہی ہو۔ اچھا... میں جاتا ہوں

سریندر:۔ نہیں تم ابھی نہیں جا سکتے۔ تم نے مجھے پھر ایکبار پاگل بنا دیا ہے۔ مہیش میں نے بھی ملک کی محبت کی راہ میں اسپنی جوش کے ساتھ .... قدم رکھا تھا۔ اپنے آپ کو بھول کر مشکلات کا سمندر عبور کر لینا چاہتا تھا۔ مگر کیا کروں، میں اپنے آپ کو نہیں بھلا سکا۔ میرا دل ماں اور بیوی کی حالت کو دیکھ کر بے قابو ہوا جاتا ہے۔ قرض کا بوجھ سر پر ہے مکان کا کرایہ تین ماہ سے نہیں دیا گیا۔ دودھ والا ابھی تمہارے سامنے ہی گیا ہے۔ میں مطلب پرست ہو گیا ہوں بھائی۔ میں نے ذاتی سکھ اور چین کے لیے وطن اور اسکی جانب سے عائد ہونے والے فرض کو بھولنے کی کوشش کی ہے۔

(سوچنے لگتا ہے)

مجھے یقین ہے۔ کہ وہ آسامی مجھی کو ملے گی۔

مہیش:۔ پرماتما تمہیں کامیاب کرے۔

(سریندر کی ماں کملی اور بیٹی لئے داخل ہوتی ہے)

بڑھیا:۔ رام بھجن کے پانچ روپے ہو گئے ہیں بیٹا۔ مگر اب اس کی کیا فکر ہے؟

(باورچی خانے میں چلی جاتی ہے)

سریندر:۔ گھبراؤ مت ماں۔ راجکمار کا ٹیوٹر ہوتے ہی سب....

مہیش:۔ ایکدفعہ میں ضرور آؤنگا۔

سریندر:۔ ایکبار کیوں؟ تمہیں تو بار بار آنا پڑیگا۔

(نلنی بابو کا ملازم دروازے پر کھڑا ہو کر آواز دیتا ہے)

رام دھن:۔ سریندر بابو! سریندر بابو!

سریندر:۔ (دوڑ کر دروازے پر آتا ہے) کیوں رام دھن کیا بات ہے؟

(چپراسی اندر چلا آتا ہے)

رام دھن:۔ بابو......

سریندر:۔ (بیچ میں بول پڑتا ہے) دیکھو رام دھن! جیسا کہ قوی امید ہے۔ اگر مجھے نوکری مل گئی تو تمہیں معقول انعام دونگا

رام دھن:۔ نلنی بابو کا.......

سریندر:۔ ... (پھر قطع کلام کرتے ہوئے) ہاں! نلنی بابو کا میں بہت شکریہ ادا کرتا ہوں، انہی کی وجہ سے میں وہ عہدہ پا سکوں گا۔

رام دھن:۔ وہ ٹکڑا اخبار کا جو آپ لے آئے تھے۔ بابو نے مانگا۔

سریندر: (حیرت سے) کیا وہ بھی اس جگہ کے لئے درخواست بھیج رہے ہیں؟ وہ تو بڑے مزے میں ہیں۔

رام دھن: سرکاری نوکری ہے۔ کم سے کم چار سو روپیہ ماہوار پڑ جاتا ہوگا؟

رام دھن: بابو! وہ ٹکڑا [illegible] کا ہے۔ اسکے دوسری طرف کوئی مضمون ہے۔ اسی کو پڑھنے کی غرض سے تو وہ اخبار دفتر سے لائے تھے۔ وہ ۱۹۳۵ء کا ہے۔

سریندر: (یکایک چونک کر) ۱۹۳۵ء کا؟

نریش: کیا کہا؟ کیا وہ اخبار نیا نہیں ہے؟

رام دھن: نہیں سرکار!

سریندر: سچ کہو، کیا وہ اشتہار ۱۹۳۵ء کا ہے؟

(رام دھن خاموش کھڑا رہتا ہے۔ سریندر اخبار کی کٹنگ اس کے ہاتھ میں دے دیتا ہے)

ماں: !

ماں: (باہر آ جاتی ہے) ہاں بیٹا! کیا ہے؟

سریندر: ماں! امیدوں پر پانی پھر گیا۔ میں آج کھانا نہ کھاؤں گا۔

(پاگلوں کی طرح باہر نکل جاتا ہے)

نریش: سریندر، ارے او سریندر! ٹھہرو بھائی!

(اس کے پیچھے جاتا ہے۔ ماں اور ششی مبہوت ہو کر سریندر کی طرف دیکھتی رہتی ہیں۔ پردہ گرتا ہے)

پروفیسر سید اختر اورینوی ایم اے

ڈراما

فنی نقطۂ نظر سے

(میں نے اس مقالہ میں فن ڈراما کی ترکیب (Technique) اور تعمیر (construction) سے اجمالاً بحث کی ہے یہ مقالہ آئندہ شائع ہونے والے اس بسیط مضمون کا خاکہ ہے۔ جو کرم فرمائے من حضرت علامہ ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب مدظلہ کے حسب فرمائش انشاء اللہ رسالہ جامعہ میں شائع ہو کر کتابی صورت اختیار کر لے گا۔ گزشتہ جنوری میں حضرت علامہ پٹنہ تشریف لائے تھے۔ ان ہی کی تحریک سے میں نے یہ مقالہ لکھنا شروع کیا تھا۔)

(اختر اورینوی)

تمثیل نگاری کی بین الملی تاریخ بہت پرانی ہے۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے یونان و ہند کا نام لیا جاتا ہے۔ ان آریائی قوموں کے علاوہ دوسری اقوام نے بھی تمثیل و اداکاری کی ترقی میں حصہ لیا ہے۔ بعض مبصرین کا خیال ہے کہ ہندوستان کی ڈراوری نسل کی قوموں نے فن ڈراما اور اداکاری میں یونانیوں پر سبقت کی ہے موسیقی اور رقص نے ابتدائی اور درمیانی ادوار تمثیل و اداکاری میں نمایاں حصہ لیا ہے۔ ڈراوڑ قوموں میں موسیقی و رقص کے فن نے بہت ترقی کی تھی۔ نیز تہذیب و شائستگی میں آریائی حملہ سے پہلے بھی اہل ہند بہت آگے نکل چکے تھے۔ جنوبی ہند کے رقص مثلاً کتھاکالی وغیرہ ڈراوری تہذیب کی یادگار ہیں۔ سندھ میں موہنجو داڑو اور ہڑپا کی برآمد سے یہ بات پایۂ تحقیق کو پہنچ چکی ہے۔ کہ آج سے چھ ہزار سال پہلے بھی ہند کی وادیوں میں تہذیب و تمدن کے بارآور درخت سرسبز و شاداب تھے۔

ان حالات کے پیش نظر یہ بات بالکل قرین قیاس ہے کہ ہندوستان میں فن ڈراما و اداکاری ہزاروں سال قبل بھی ڈراوری تہذیب کے عروج کے زمانہ میں پھلتا پھولتا رہا ہے

منگولین نسل کی قوموں میں بھی ڈراما و اداکاری کا کافی رواج تھا۔ جاپان فن تمثیل کی بہت پرانی تاریخ رکھتا ہے بالینی رقصوں کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے۔ کہ تمثیل و اداکاری کسی نہ کسی رنگ میں جزائر کے رہنے والوں میں بھی رائج تھی۔

مگر چونکہ اس مقالہ میں مجھے تاریخ ڈراما سے خاص بحث نہیں کرنی ہے۔ بلکہ مجھے ڈراما کی فنی خصوصیات کے متعلق کچھ عرض کرنا ہے۔ لہذا تاریخ تمثیل کے متعلق جو باتیں بیان کی گئی ہیں یا جو بیان کی جائیں گی وہ بس اسی حد تک ہونگی کہ ان سے موجودہ مسئلہ پر روشنی پڑے۔

ہرچند کہ ہند قدیم کے ابتدائی دور میں بھی ڈراما کا رواج تھا تاہم ڈراوری ڈراموں کے متعلق اہل تحقیق کی واقفیت بہت ہی محدود ہے۔ ہندوستانی ڈراما کی روشن تاریخ سنسکرت ڈراموں سے شروع ہوتی ہے۔ کالی داس اور بھوبھوتی کے نام یونانی فنکاروں مثلاً اشاکلس اور ارسطوفینز کے ساتھ لئے جاتے ہیں۔ اور حق یہ ہے کہ کالی داس اور بھوبھوتی یونانی فنکاروں سے زیادہ ترقی یافتہ ہیں۔

یورپ کے مختلف ڈراموں کے سلسلۂ ارتقا کی پہلی کڑی یونانی ڈرامے ہی ہیں۔ شمالی یورپ کی ٹیوٹانک اقوام (مثلاً جرمن اور اینگلو سیکسن) میں بربری رقص و سرود کا رواج بھی تھا اور نغانیاں بھی تھیں۔ تہواروں میں سوانگ بھی بھرے جاتے تھے مگر باضابطہ ڈراما کی ابتدا کا فخر یونان کو حاصل ہے تہذیب یونان کے دور

عروج میں بڑے بڑے مشاہیرِ فن پیدا ہوئے۔ فنِ ڈراما کے ماہرین نے بھی اپنے شہکار پیش کئے۔ اسکائلس کو ٹریجیڈی (المیہ) کا موجد اور ارسٹوفینز کو کامیڈی (طربیہ) کا بانی سمجھا جاتا ہے۔

سوفوکلیز اور یوریپیڈیز دوسرے بڑے ڈراما نویس تھے۔

یورپ کے نشاۃ الثانیہ (Renaissance) کے دو محرکات تھے۔ ایک عربی تمدن، دوسرا یونانی تمدن قدیم۔ اطالیہ، فرانس، انگلستان، جرمنی، غرض تمام یورپ میں نشاۃ الثانیہ نے ایک نئی روح پھونک دی۔ اسی سلسلے میں فنِ ڈراما کو بھی عروج ہوا۔ غرض یونانی ڈراما یورپ کیلئے معیار بنا رہا۔ نئی راہیں بھی نکالی گئیں۔

ہندوستان میں سنسکرت ڈراموں کے بعد فنِ ڈراما نویسی پستی و انحطاط کے گڑھے میں گر گیا۔ اور محض بھانڈ، جاترا وغیرہ کی شکل میں ابتذال کی زندگی بسر کرتا رہا۔ ہندوستان کی موجودہ ڈراما نویسی کے دو بڑے ماخذ ہیں۔ ایک تو مغربی ڈراما نگاری اور ایک سنسکرت ڈراما کی روایات

علامہ عبداللہ یوسف علی نے اردو ڈراما کے عناصرِ ترکیبی حسب ذیل بیان کئے ہیں:

(۱) قدیم سنسکرت ڈراما (۲) اہلِ ہنود کے خاص مذہبی ناٹک اور دیوتاؤں اور دیویوں کے حالات۔

(۳) سوانگ، نوٹنکی وغیرہ (۴) اسلامی نظمیں، مثلاً مثنوی وغیرہ، اور قدیم روایات (۵) موجودہ زمانہ کا انگریزی ڈراما اور یورپین سٹیج کی ترقیاں۔

علامہ موصوف کی یہ رائے ہندوستانی ڈراما پر مجموعی طور پر بھی صادق آتی ہے میں صرف یہ اضافہ کروں گا: اور وہ اس وجہ سے کہ زمانہ آگے بڑھ گیا ہے، کہ صرف انگلستان ہی کا نہیں بلکہ دوسرے مغربی ممالک کے ڈراموں کا بھی اثر ہندوستانی اور اردو ڈراما نگاری پر برابر ہو رہا ہے۔

اس مقالہ میں مجھے خصوصاً تعمیرِ ڈراما سے بحث کرنی ہے۔ میں اسی سلسلہ میں یونانی ڈراموں، نشاۃ الثانیہ کے یورپی ڈراموں، ڈراموں، دورِ حاضر کے واقعیت پسند ڈراموں اور قدیم سنسکرت ڈراموں کے اندازِ تعمیر سے بحث کروں گا۔ اردو ڈراما نگاری کی دو ایک فنی خصوصیات کے متعلق بھی بعض امور بیان کروں گا۔

اردو ڈراما نویسی ابھی عالمِ طفلی میں ہے۔ شاید یہ مقالہ ڈراما نگاروں کی کوئی مدد کر سکے۔ اردو ڈراموں پر کسی آئندہ فرصت میں انشاءاللہ تفصیلی تبصرہ کروں گا۔ اردو میں معیاری ڈرامے مشکل سے ملیں گے اور اول کے ڈراما نگار تمثیل کی فنی خصوصیات سے شاید واقف نہ تھے۔ اگر ایک دو کا کوئی ڈراما نویس فنی خصوصیات سے واقف ہو تو بھی اپنی فضا اور تماشبینوں کی ذہنیت سے مجبور رہتا۔ دورِ حاضر میں ترقی کی کوششیں ہوئیں۔ اور ہو رہی ہیں بعض کوششیں کامیاب ہیں اور بعض ابتدائی لغزشوں کا شکار۔ بہر حال سعیِ ترقی ہی کیا کم مستحسن ہے؟

ڈراما فنی حیثیت سے ایک منفرد فن ہے۔ اسکی تعمیر خاص طرح سے ہوتی ہے۔ اور اس کا اندازِ اثر آفرینی بھی مخصوص ہے آئیے اب ڈراما کی خصوصیاتِ تعمیر پر ایک نظر ڈالی جائے۔

(۱) **عملیت**: سب سے پہلے ایک بات یہ نمایاں معلوم ہوتی ہے کہ ڈراما زندگی کی تصویر و تفسیر ہے۔ مگر بیانیہ (narrative) لازمی نہیں۔ بلکہ عملی اداکاری کی شکل میں۔ عمل اور حرکت ڈراما کی جان ہے۔ ایک ناول نگار یا افسانہ نویس یا ایک رزمیہ نظمیں (Epic) لکھنے والا زندگی کے واقعات بیان کرتا جاتا ہے۔ یہ فنکار ایک رہبر (Guide) کی طرح آپ کو زندگی کی سیر کراتے ہیں۔ بعض تفصیلاً بعض مجملاً اور بعض شاعرانہ رنگینی کے ساتھ۔ مگر ڈراما نگار آپ کے سامنے زندگی کو لے آتے ہیں۔ جیتی پھرتی، ہنستی بولتی۔ یا نالاں و گریاں، آسودہ یا تھکی ہوئی زندگی کو۔ ڈراما میں زندگی کا بیان نہیں ہوتا۔ بلکہ اسکی پوری شان اور مکمل آن بان ہوتی ہے ـــ ترقی یافتہ ناولوں کی طرح ترقی یافتہ ڈراموں میں بھی زندگی کا نفسی تجزیہ ہوتا ہے۔ مگر ناول نگار ایک ماہرِ تشریح پروفیسر (Anatomist) کیطرح زندگی کے مختلف تہوں کو نمایاں کرتے ہوئے اپنے طلباء کو حالات

اور مکالمت بنا دیا جاتا ہے۔ اور ڈراما نگار افعال (Phyeaeaa) کے اس مظاہرے (Seemences Logg) کی مانند ہے جو عمل (Labeatory) میں خاموشی کے ساتھ تجربے (Experiment) کر کے دکھاتا جاتا ہے۔ ڈراما پڑھتے وقت بھی ذہن میں ایک اسٹیج بن جاتا ہے۔

اشائلس یونانی نے ڈراموں میں صرف دو کردار پیدا کئے تھے۔ ان ہی کے درمیان مکالمہ ہوتا تھا۔ سوفوکلیز نے دوسرے تین کردار کر دیئے۔ اور یوریپیڈیز نے اسے اور وسعت دیدی۔ اس ترقی کے بعد بھی ماجرا (Plot) کو آگے بڑھانے کے لئے (Prologue) (Chorus.) اور (Epilogue) کی ضرورت پیش آئی تھی۔ یہ ڈراما کا نقص تھا۔ کیونکہ کورس، پرولوگ اور ایپی لوگ کے ذریعہ بیانیہ (narrative) طریقہ کا استعمال کیا جاتا تھا۔ یہ ڈراما نگار کے عجز پر دلالت کرتا ہے۔ وہ قصہ کو عملی ذریعہ (Action) سے مکمل نہیں کر سکتا تو بیانیہ طریقہ کا سہارا لیتا ہے۔ کالیداس اور بھوبھوتی میں نقص اتنا نہیں۔ سنسکرت ڈراموں میں کورس وغیرہ کا پتہ بھی نہیں۔ کورس سے مراد چند لوگوں کا آواز ملا کر گانا ہے۔ اور اس سے یونانی یہ کام لیتے تھے۔ کہ جو ذیلی واقعات قصے کے اہم واقعات میں جوڑ ملانے کے لئے ضروری ہوتے تھے ان کا اظہار کورس کی زبانی کیا جاتا تھا۔ اسی طرح پرولوگ ڈرامے سے پہلے کے واقعات کو بیان کرنے کے لئے استعمال کیا جاتا تھا اور ایپی لوگ ڈراما کا بیانیہ تتمہ ہوتا تھا۔

سنسکرت ڈراما میں سوتردھار، منیجر، وشکم بھک، مشاورت، اور پرویسک، پیش کرنیوالا، سے غرض تمہید مناظر کے درمیان وقفے کی وجہ بیان کرنے اور دل بہلانے اور اعلان کا کام درجہ بدرجہ لیا جاتا تھا۔ نسبتاً سنسکرت ڈراما نویس بیرونی ذرائع اور بیانیہ انداز سے ماجرا کو آگے بڑھانے اور مناظر اور ابواب کے درمیان جوڑ ملانے کا کام بہت کم لیتے تھے۔ اور یونانی ڈراما نگار ایسے طریقے زیادہ استعمال کرتے تھے۔ سنسکرت ڈراموں میں کردار بھی کافی ہوتے تھے۔ لہٰذا امدادی ذریعوں کی ضرورت کم پڑتی تھی۔ یورپ کے ڈراموں میں رفتہ رفتہ یہ نقص مٹتا گیا۔ یہاں تک کہ شیکسپیر کے عہد تک ڈراما صرف عملی رہ گیا۔ شیکسپیر کی بالغ نظری کا قائل ہونا پڑتا ہے۔ وہ جو باتیں قدما کی اختیار بھی کرتا ہے۔ تو اس فنکارانہ اصلاح کے ساتھ کہ نقائص محاسن بن جاتے ہیں۔

شیکسپیر کے ڈراموں میں جہاں بیانیہ طریقہ استعمال کیا گیا ہے وہ بیرونی نہیں۔ بلکہ خود کردار حالات بیان کرتا ہے۔ اور اس ذریعے ماجرا آگے بڑھتا ہے۔ "بیان" بھی عمل کی ایک شکل ہے شیکسپیر کردار سے بیان کراتا ہے۔ اور اس طرح "بیان" کو عمل کا ایک جز بنا دیتا ہے۔

ارسطو نے یونانی شہکار ڈراموں کے مطالعہ کے بعد اصولِ ڈراما نگاری پر ایک کتاب (Poetics.) (شعریات) لکھی ہے اسی طرح سنسکرت ڈراموں سے بھرت منی نے اصول اخذ کئے۔ ناٹیہ شاستر کی تالیف کی تعبیہ و تشکیل تمثیل کے متعلق ارسطو اور بھرت منی کے ارشادات بنیادِ سخن ہونگے۔

ارسطو لکھتا ہے کہ حزنیہ عمل کی نقل ہے۔ یہ انسانوں کی نقل نہیں بلکہ ان کے افعال کی نقل ہے۔ غرض ڈراما زندگی کی عملی تصویر و تفسیر ہے۔

اب آیئے ڈراما کی دوسری خصوصیات کا جائزہ لیا جائے ارسطو نے ڈراما کے چھ حصے کئے ہیں۔

(۱) ماجرا (قصہ) (۲) کردار (۳) خیال۔ یہ داخلی عناصر ہیں اور (۴) تناسب الفاظ (۵) نغمہ (۶) مناظر و آرائش، یہ تینوں خارجی عناصر ہیں۔ انکی اہمیت سلسلہ وار ہے۔

(Plot) تعمیرِ ماجرا:۔ ماجرا کو ایک مکمل شے ہونا چاہیئے۔ ایک ایسا کل جس میں خامی نہ ہو۔ اسکی ابتدا اور انتہا میں ترتیب ہونا لازمی ہے۔ اور اسے ایک معقول وسعت کا ہونا بھی ضروری ہے۔ "ماجرا" کے معنی ہیں، واقعات کی ترتیب مناسب سلسلے کے ساتھ۔

"ماجرا" میں "وحدت" کا ہونا بھی ضروری ہے۔ ہیرو کی نہیں۔ بلکہ "عمل" کی۔ یعنی سارے اعمال کو ایک مرکزی "عمل" کے گرد گردش کرنا، اور انہیں عضوی طور پر اس خاص بنیادی عمل سے وابستہ ہونا چاہیئے۔ یہ (unity of action) (وحدتِ عمل) ہے

ارسطو ایک دوسری وحدت کو بھی لازمی قرار دیتا ہے وہ کہتا ہے کہ المیہ کو آفتاب کی محض ایک گردش کے اندر اندر ختم ہو جانا چاہئے۔ یا اس سے ذرا زیادہ وقفے کے اندر۔ اسے وحدت زمان (unity of time.) کہتے ہیں۔

ناقدین نے وحدت زمان سے وحدت مکان (unity of space) کا استخراج بھی کیا ہے اور ان وحدتوں کو ارسطو کی وحدت ثلاثہ کہتے ہیں۔ یہ وحدتیں تاثر کی شدت میں اضافہ کرتی ہیں۔ جیسے نظم کے اوزان اثر کو گہرا کرتے ہیں۔

شیکسپیئر نے ان وحدتوں کی پابندی نہیں کی۔ لیکن ان کی روح کو جذب کر لیا۔ شیکسپیئر کا ڈرامہ (Tempest) طوفان ان وحدتوں کی پیروی میں لکھا گیا۔ دوسرے ڈراموں میں شیکسپیئر وحدت زمان اور مکان کی پابندی نہیں کرتا۔ وحدت عمل کا البتہ وہ ہر جگہ خیال رکھتا ہے۔ برناڈشا اور ابسن بھی صرف وحدت عمل پر زور دیتے ہیں۔ وحدت عمل سے وحدت تاثر یا وحدت اثر پیدا ہوتا ہے۔

ناقدین کا خیال ہے کہ کبھی وحدت اثر کے لئے وحدت زمان و مکان کو قربان بھی کرنا پڑتا ہے۔ غرض ڈرامہ کی ایک ضروری خصوصیت وحدت عمل یا وحدت اثر (unity of action اور unity of impression) ہے۔ کبھی وحدت عمل پیدا کرنے کی خاطر وحدت زمان و مکان کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے جیسا طوفان میں ضروری تھا۔ اصل مقصد وحدت عمل ہے۔ شیکسپیئر وحدت عمل اور وحدت تاثر اس فنکارانہ کمال کے ساتھ پیدا کرتا ہے۔ کہ دوسری ترکیبوں کا احساس تک نہیں ہوتا۔ ناظرین پر ایک خاص کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ اور وہ اس کیفیت میں سرشار رہتے ہیں۔

مسٹر J. S. Blackie نے Dialogue on Dramatic Poetry. میں لکھا ہے کہ یہ وحدتیں علیحدہ علیحدہ تین قوانین نہیں۔ بلکہ یہ ایک ہی قانون کے مختلف پہلو ہیں۔ (S. H. Butcher.) اپنی کتاب Theory of Poetry of fine Arts. میں لکھتا ہے۔ کہ وحدت مکان کا شعریات میں تذکرہ تک نہیں۔ schlegel اپنے Lectures on Dramatic literature میں ظاہر کرتا ہے۔ کہ وحدت مکان پر ضرورت سے زیادہ زور دیا جاتا ہے۔ اس نے یہ دکھلایا ہے کہ یونانی ڈراموں میں بھی ہمیشہ اس اصول کی پابندی نہیں کی گئی۔

سنسکرت ڈراما میں وحدت زمان و مکان کا پتہ نہیں چلتا لیکن وحدت عمل ہے۔ لہذا وحدت اثر نمایاں طور پر نکل آتی ہے۔ ڈراما میں تین چیزیں ہوتی ہیں۔

(۱) وستو یعنی پلاٹ (۲) نیتو یعنی ہیرو اور رس یعنی جذبہ رس کے لحاظ سے نیتو کی بہت سی قسمیں ہوتی ہیں۔ رس کی بھی بہت سی قسمیں ہیں۔ وحدت عمل اور وحدت اثر پیدا کرنے کے لئے ہندو ڈراما نویسوں نے رس اور نیتو یعنی جذبہ اور ہیرو کی قسموں کے متعلق اتنی موشگافیاں کی ہیں۔ کہ حیرت ہوتی ہے

تصادم conflict :- ڈرامہ کی تیسری خصوصیت تصادم ہے۔ تصادم (conflict.) کے بغیر ڈراما کا وجود ناممکن ہے۔ ڈراما نویس زندگی کے دو اختلافات کے درمیان کشاکش دکھاتا ہے۔ ڈرامائی کشاکش (Tension) کی شدت تصادم (Conflict) پیدا کرتی ہے۔ حزنیہ ہو یا طربیہ انہیں اختلافات کے سہارے آگے بڑھتا۔ اور عروج حاصل کرنے کے بعد اختتام تک پہنچتا ہے۔ چونکہ زندگی کے اختلافات و تضاد مختلف النوع ہیں اس لئے کشاکش و تصادم کی قسمیں بھی علیحدہ علیحدہ ہیں۔ ڈراما نویسی کے مختلف دوروں میں نوع بہ نوع تصادم کے نقشے ہمارے سامنے پیش ہوتے ہیں۔ مثلاً دو کرداروں کا تصادم۔ دو دماغوں کا تصادم۔ ایک کردار اور ایک مافوق الفطرت قوت کا تصادم نیکی اور بدی کا تصادم۔ موت اور زندگی کا تصادم۔ فرض اور محبت کا تصادم۔ کردار اور سماج کا تصادم۔ کردار اور ماحول کا تصادم ایک خاص سوسائٹی کا دوسری سوسائٹی سے تصادم۔ عقاید اور

اصول کا تصادم۔ کردار کے نفس کے اندر کے متضاد رجحانات کا مثلاً مادیت اور روحانیت کا تصادم، شعور و ارادہ اور تحت الشعور و غیر ارادی حرکات کا تصادم وغیرہ۔

(الف) یونانی اور سنسکرت ڈراموں میں کردار اور مافوق الفطرت کے تصادم کی مثالیں ملتی ہیں۔ یہ تقدیر کی حکومت کا زمانہ تھا۔

کلاسکی ڈرامے:۔ کردار (ہیرو) تقدیر کے خلاف جنگ آزمائی کرتا تھا۔ حزنیہ میں ہیرو ناکامیاب ہوتا ہے۔ در خوش انجام ڈراموں میں کسی دیوی دیوتا اور یا کسی ولی یا سنی کی دعائے تقدیر یا بددعا سے نجات مل جاتی ہے۔ یورپ کے مذہبی ڈراموں اور رموز و معجزے کے ڈراموں میں معجزہ ہیرو کی جان بچاتا ہے۔ اخلاقی ڈراموں میں نیکی اور بدی کے درمیان تصادم ہوتا ہے۔

رومانی ڈرامے:۔ (ب) کلاسی ڈراموں کے بعد دورِ نہضت کے ڈرامے اور اس کے بعد رومانی ڈرامے ہیں۔ شیکسپیئر رومانی ڈراموں کا نمائندہ ہے۔ شیکسپیئر کے ڈراموں میں بنیادی تصادم نفس کے اندر ہوتا ہے۔ کردار کے مختلف رجحانات اور احساسات کے درمیان ہوتا ہے۔ اولیں کشاکش داخلی ہوتی ہے۔ جس کا عکس خارج میں بھی پڑتا ہے۔ اور نمایاں طور پر پڑتا ہے۔ لہٰذا خارجی تصادم بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ یعنی کردار کا تصادم ماحول سے بالواسطہ پیدا ہوتا ہے۔ گویا شیکسپیئر کے یہاں سیرت ہی تقدیر ہے۔

(ت) دورِ جدید کے ڈرامے:۔ جدید ڈراموں کی تاریخ ناروے کے شہرۂ آفاق ڈرامہ نویس ابسن سے شروع ہوتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ برنارڈ شا اور گالزوری نے ابسن ہی کا رنگ اختیار کیا دورِ جدید کے ڈراموں میں کردار کا تصادم ماحول سے براہِ راست ہوتا ہے۔ کردار (ہیرو) سماج سے برسرِ پیکار نظر آتا ہے۔ اور کشاکش و تصادم سیرت کی یا اصول کی انفرادیت سے پیدا ہوتے ہیں گالزوری کے ڈرامے Skingame اور (Justice) اور (Strife) ان میں سے دو کے اردو ترجمے ہو چکے ہیں۔ پیکار اور فریبِ عمل؛ اصول کے تصادم کے نمونے ہیں دو کردار دو متضاد اصول کے نمائندے ہیں۔ اور ان کے درمیان کشاکش و تصادم ہے۔

داخلی عملیت:۔ جدید ڈراموں کی ایک اور خصوصیت بہ زبان سٹرنڈبرگ یہ ہے:۔

"جدید ڈرامے کی سب سے اہم خصوصیت ہے۔ خارجی حرکت کا فقدان۔ معلوم ہوتا ہے کہ حرکت کی قوت پر فالج کا سا مہلک اثر ہو رہا ہے۔ دوسری چیز ہے انسان کے نفس کو سمجھنے اور اخلاقی مسائل کو غیر معمولی اہمیت دینے کی خواہش"

سٹرنڈبرگ پھر کہتا ہے کہ:۔

"جدید ڈراما خارجی عمل اور بیرونی حرکت سے محروم ہے اور کسی قدرت اور قسمت کو مخاطب کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ لہٰذا اب اسے نیا ہی آسرا لینا پڑا۔ اور وہ نفسیات اور اخلاقی مسائل کی دنیا میں مذہبی دنیا کا بدل تلاش کر رہا ہے"۔

جدید ڈرامہ میں سنسنی پیدا کرنے والے سانحات مثلاً قتل، خون جنگ اور مضحکہ انگیز واقعات مثلاً کسی کردار کے بہت موٹا ہونے یا بہت لانبا یا ناٹا ہونے کی وجہ سے اس پر ہنسی پیدا کرنے والی افتاد کا آپڑنا وغیرہ امور کی نمایاں کمی ہوگئی ہے۔ اب الم اور مسرت گریہ و خندہ زیادہ لطیف باتوں سے پیدا کئے جاتے ہیں۔ اب تصادم زیادہ تر داخلی ہوتا جاتا ہے۔ خواہ وہ المیہ کا تصادم ہو یا طربیہ کا۔

ڈرامے سے حرکت اور عمل کو خارج کیا ہی نہیں جا سکتا۔ لہٰذا جدید ڈرامہ نویسی کے لئے یہ ایک نازک مسئلہ رہ جاتا ہے۔ کہ وہ داخلی کشاکش داخلی عمل اور داخلی تصادم کو اس سلیقے سے نمایاں کرے۔ کہ خارجی عمل کشاکش اور تصادم کا بدل ہو جائے شیکسپیئر کے یہاں داخلی اور خارجی عمل کشاکش و تصادم دونوں پائے جاتے ہیں۔ مگر جدید ڈرامہ میں نہ میکبتھ کا سا قتل ہے۔ اور نہ ہملیٹ کا بھوت اور تیغ زنی۔ جدید ڈرامہ نویس کی راہ زیادہ پُرخطر ہے۔ یہ نہیں سمجھنا چاہئیے کہ جدید ڈرامے میں خارجی حرکت سرے سے نہیں ہوتی۔ ہوتی ہے۔ مگر اس ہنگامہ خیز طریقے سے نہیں۔ اور اصل کشاکش داخلی ہوتی ہے۔ مثلاً ملاحظہ برنارڈ شا

Doctor's Dilemma کی ایک ٹریجیڈی

مسٹر لنک لکھتا ہے کہ "داخلی دنیا کا علم مفکر ناصح مورخ، افسانہ نویس اور کسی حد تک شاعر کے حلقۂ اختیار میں شامل ہے بلکہ ان کا فرض بھی ہے۔ لیکن تمثیل نگار کو یہ حق نہیں پہنچتا۔ بڑی سے بڑی کوشش کے باوجود وہ اس طرف راغب نہیں ہو سکتا۔ اور نہ اس کی حیثیت محض تماشائی کی ہو سکتی ہے۔ وہ کتنا ہی ہاتھ پاؤں مارے، جیسے ہی نایاب جوہروں کو کیوں نہ ڈھونڈ نکالے۔ لیکن اس کا سب سے بڑا قانون اور مطالبہ حرکت ہے۔ اور آئندہ بھی رہے گا۔ . . . .

. . . . الفاظ خواہ کتنے ہی پر وقار اور معنی خیز کیوں نہ ہوں لیکن اگر وہ حالات کو یکساں رہنے دیں گے اور کوئی حرکت، کشاکش یا انجام پیدا نہ کریں گے تو ہم ان سے جلد تنگ آ جائیں گے۔"

مسٹر لنک مستقبل کے ڈراما کے متعلق پیشین گوئی کرتا ہوا کہتا ہے کہ ——— شاید ہی انصاف اور مروت کے جذبے اور ہماری خود پسندی و جہالت کی کشاکش سے اس صدی کا اصلی ڈراما شروع ہوگا۔

جدید ڈرامے کی ایک خصوصیت واقعیت بھی ہے۔ عصر جدید کے ڈراما نگار زندگی کے مسئلوں سے بحث کرتے ہیں اور اس کی سچی تصویر کھینچتے ہیں۔ عصر جدید کو مثالی دنیا، سحر اور جادو، معجزہ و دعا و بددعا اور تقدیر کی دنیا سے کوئی دلچسپی نہیں رہی۔ ہمارے پیش نظر صرف انسان ہے اور اس کی کمزوریاں اور ستم ظریفیاں۔

غرض ڈراما کی یہ خصوصیت ہے کہ اس میں کشاکش، تصادم، انتظار، ورجہ و کن تو ڈرامائی مواقع ضرور پائے جانے چاہئیں۔ انتظار سے مراد یہ ہے کہ تصادم کی کشاکش کے نتیجہ کا انتظار دلچسپی کی حد تک قائم رکھا جائے۔ جب کوئی نتیجہ پیدا ہو تو موثر طور پر ہو۔

عروج و تقابل عروج ڈراما اپنی تعمیر کے لحاظ سے نہایت ہی منفرد فن ہے۔ تعمیر کا ہر پہلو ایک خاص صورت رکھتا ہے۔ وحدت اثر کے لحاظ سے ڈراما مختصر افسانوں سے ملتا جلتا ہے۔ لیکن یہ اثر خیزی عمل کے ذریعہ پیدا کی جاتی ہے۔ اور ڈراما کے کردار افسانہ کے کردار کی نسبت زیادہ منفرد اور مشخص ہوتے ہیں۔ ڈراما کے برخلاف ناول میں وحدت اثر نہیں۔ بلکہ کثرت اثر ہوتی ہے۔ نیز ناول میں تجزیہ نفس کرتے ہوئے بال کی کھال نکالی جاتی ہے۔

ڈراما میں وحدت اثر پیدا کرنے کے خیال سے اس کی اٹھان ایک خاص طرح سے ہوتی ہے۔ اپنی شکل میں ڈراما ایک محراب سے ملتا جلتا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

عروج

تقابل عروج تمہید عروج

انتہا ابتدا
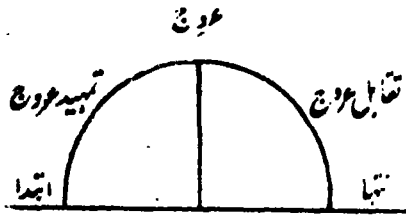
شکل نمبر ۱

محراب کا سب سے بلند ترین مقام عروج کہلاتا ہے۔ ڈراما کے واقعات کشمکش پیدا کرتے ہوئے بلند ہوتے جاتے ہیں اور آخر کار ایک ایسا نازک مقام آتا ہے۔ جہاں پر کشمکش، حیرت، انتظار اور تصادم اپنی انتہائی حالت کو پہنچ جاتے ہیں۔ عروج ہیرو کی زندگی کی بہت ہی اہم ساعت ہے۔ المیہ اور طربیہ کا فیصلہ اسی مقام پر ہوتا ہے۔ کسی ایک بات کے ہونے یا نہ ہونے پر کامیابی یا ناکامیابی منحصر ہے۔ ملاحظہ ہو میکبتھ میں منظر قتل، اور گالزوری کے skingame میں نیلام والا منظر۔ ڈراما میں یہ وحدت تعمیر نمایاں ہوتی ہے۔ اس کے برخلاف ناول میں وحدت تعمیر کا رنگ نہیں۔ ڈراما میں واقعات کی کشمکش نہایت ہی فنکارانہ طریقہ سے عروج تک پہنچائی جاتی ہے۔ عروج climax سے پہلے ضبط کی ضرورت ہوتی ہے اور عروج کے بعد بھی ضبط و نظم کی حاجت ہوتی ہے۔ تاکہ واقعات سلسلے سے اپنی منطقی انتہا تک پہنچیں۔ عروج کے بعد بھی کشمکش قائم رہتی ہے۔ لیکن انجام دور سے اپنی جھلک دکھانے لگتا ہے۔

عمل کے دائرہ میں الجھاؤ سے پر الجھاؤ پیدا کیا جاتا ہے اور عروج سے مشابہ مقامات کثرت سے پیدا ہوتے ہیں۔ ناول کی اشکال میں یکسانیت نہیں ہوتی، اور واقعات کے انتہا تک پہنچنے میں بھی یکسانیت نہیں پائی جاتی۔ ملاحظہ ہو۔

(شکل نمبر ۲)

سنسکرت ڈراما کے چڑھاؤ اتار کی منزلیں حسب ذیل ہوتی ہیں:-

(۱) آرمبھ یعنی ابتدا (۲) یتن یعنی ترقی (۳) پرلیاشا یعنی امید کامیابی (۴) نے تاسی یعنی مزاحمتوں کے رفع ہونے کے بعد کامیابی کا یقین ہونا۔ (۵) پھلاگم یعنی حصول مرام۔ یہ طربیہ کی منزلیں ہیں۔ تو گویا پرلیاشا طربیہ کا عروج ہے۔

سنسکرت ڈراما میں بھی وحدت تاثر کا خاص خیال رکھا جاتا ہے۔ لہذا تعمیر بھی اسی مناسبت سے ہوتی ہے۔ ان ڈراموں میں ہمیشہ ایک ہی رس (جذبہ) ہوتا ہے، ہرچند کہ سنسکرت ڈرامے طرز تعمیر میں یورپ کے ڈراموں سے کچھ مختلف ضرور ہوتے ہیں لیکن اصل الاصول ایک ہی ہے۔

روسی ڈرامے یورپ کے اور ملکوں کے ڈراموں سے مختلف ہوتے ہیں۔ انیسویں صدی میں اوس تروفسکی۔ اور اس کے بعد چیخوف نے ایک خاص طرز کی بنیاد ڈالی۔

پروفیسر محمد مجیب صاحب، جامعہ ملیہ فرماتے ہیں کہ:-

"یورپی ڈراما ادبیوں کو جو معیار یونانی مصنفوں سے ورثے میں ملا ہے، اس میں زندگی کی کشمکش ڈراما کا موضوع مانی گئی ہے۔ اور اسی کو مدنظر رکھ کر ڈرامے کے پلاٹ کا انتخاب کیا جاتا ہے .... نئی نقطہ نظر سے بڑی بات یہ ہے کہ ڈرامے میں جو کشمکش دکھائی جاتی، وہ زندگی میں موجود ہو۔ ڈراما کی خاطر پیدا نہ کی جائے .... یونانی اصول کے مطابق ڈراما نویس کو اپنا مطلب ادا کرنے کے لئے واقعات کا ایک مکمل مجموعہ تیار کرنا چاہیئے۔ ... اس کے برخلاف وہ طرز جو اوس تروفسکی اور اس کے بعد چیخوف نے اختیار کیا۔ اس میں کشمکش نام کو بھی نہیں! ڈراما کیفیتوں کا مجموعہ چاہے ہو بھی جائے، واقعات کا مکمل مجموعہ نہیں ہوتا۔ اور وہ اس طرح نامکمل چھوڑا جاتا ہے کہ ناظرین جو کچھ اسٹیج پر دیکھیں۔ اس سے بہت زیادہ ان کا تخیل ڈرامے سے متاثر ہو کر انہیں دکھائے۔ اور فنی رسموں نے زندگی اور ڈراما کے درمیان جو فرق پیدا کیا ہے۔ وہ مٹ جائے۔"

جناب سید علی صاحب شاکر
ایم اے

آزادی و شادی

افراد

الف خان	میاں	بڑے میاں	والد
بے خاتون	بیوی	واہ رام	داماد کا دوست
جیم باز	بھاوج	زندہ متی	بیٹی کی سہیلی
دال بیگم	بیٹی	اور بھی	دوست اور سہیلیاں

زمانہ ——— چالو

وقت ——— مقررہ

(۱)

منظر: میاں کا کمرہ۔ غیر ضروری سامان سے ہم کو غرض نہیں اور جس سے غرض ہے۔ وہ ایک آرام کرسی، بازو میں اسٹول، اس کے اوپر اخبار اور نیچے قالین اور گاؤ تکیہ ہے۔ قالین پر بیوی بیٹھی کچھ سیتی اور کچھ سوچ رہی ہے۔ میاں کرسی پر لیٹے ہی بیٹھے اخبار پڑھ رہے ہیں۔ بیوی کو ان کے اخبار پڑھنے اور مشاعری کرنے سے جتنی چڑ ہے۔ اتنی ہی میاں کو ضد یا شوق۔

بے خاتون:۔ پھر شروع ہوئی گرگری: ——— غارت کروں، اس اخبار کو! ——— اخبار کا ہے کو ہے۔ گویا تنظرکی نئی ہو گیا ہے۔ میرے نصیبوں کو . . . . . .

الف خان:۔ (تجاہل عارفانہ سے) ہا ہا: دیکھو تو بیگم! کیسی عمدہ عمدہ خبریں آ رہی ہیں: ——— گویا سیاسی خبریں ——: پنڈت جواہر لال نہرو تقریر کر رہے ہیں۔ گاندھی جی روٹھے رہ رہے ہیں۔ محمد علی جناح کئی گھوڑوں کی بگھی پر بیٹھ کر نکل رہے ہیں ——— مسلمان مطالبات پیش کر رہے ہیں ہندو جوابات دے رہے ہیں۔ سب کے سب آپس میں لڑ رہے ہیں۔ اور بہایت قوم بازی سے جان دے رہے ہیں۔ یہ زندہ قوموں کے آثار ہیں۔ جابجا لیگیں اور کانگریسیں ہو رہی ہیں۔ . . . .

بے خاتون:۔ چولہے میں جائے تمہاری لیگ اور کانگریس! مجھے اس سے کیا: ——— میں جو . . . .

الف خان:۔ اچھا، اچھا! ——— تو یوں کہو۔ کہ تم رباعی سننا چاہتی ہو! ———

بے خاتون:۔ جی نہیں، مجھے آپ کی رباعی کی کوئی ضرورت نہیں! بس ہوئی تو نوکری، نہیں تو شاعری ——— ! ان کے سوا اور کام ہی کیا آتا ہے!

الف خان:۔ سب کام میں ہی کر لوں تو پھر تمہارے لئے کیا رہ جاتا ہے بیگم! تم الجھتی کیوں ہو! ——— اچھا! کہو کیا بات ہے؟

بے خاتون:۔ کچھ صاحبزادی کا حال بھی سنا؟

الف خان:۔ نہیں تو: ——— کیا حال؟

بے خاتون :۔ (کتاب میں منہ چھپا کر) اسی لئے تو کہتی ہوں کہ کچھ لڑکی کی بھی فکر کرنی ہے۔ یا اخبار اور شاعری پر ہی سب کچھ ختم ہو گیا ہے!

الف خاں :۔ واہ نوکری بھی میں ہی کروں، اور بچی کی فکر بھی میاں ہی!— گویا بچی بھی کوئی غزل ہے۔ کہ جس کی فکر کی جائے!— یعنی کہ لڑکی کی فکر سے آپ کا مطلب؟

بے خاتون :۔ کیا بچے بنتے ہو!— شادی کی فکر کو کہتی ہوں— شادی کی!— کیا شادی بھی کرنا ہے۔ یا صرف تعلیم ہی تعلیم سے دنیا بن جائے گی؟

الف خاں :۔ شادی کرنا ہے!۔ اگر میں شادی کردوں تو تم چپ ہو جاؤ گی؟

بے خاتون :۔ (جھنجھلا کر) جب دیکھو مذاق!— جب دیکھو ہنسی ٹھٹھہ!— سیدھی بات کرنے کی تو گویا ہمیشہ قسم ہی ہے۔ میرے اللہ تو بس مجھے موت دیدے!— اب اس گھر میں تو مجھ سے رہا نہیں جاتا!

الف خاں :۔ ہاں! تو یوں کہو نا کہ کیا بچی کی شادی کر کے داماد کے گھر میں بسنے کا ارادہ ہے؟ بہت بہتر!— مگر اس کے لئے مرجانے کی دعا کیوں کرتی ہو!— تم مرجاؤ گی، تو پھر لڑکی کی فکر کرنے والا کون رہے گا!— اس لئے ذرا اطمینان سے مرئیےنا! ابھی سے کیا جلدی ہے!

(بیوی کو زیادہ ناراض دیکھ کر)

احمق! اب آنکھیں کھلیں!— عورتوں کی عقل کا علاج ہی کیا!— بار ہا یہ تو کہا۔ مگر تجھے تو ہمیشہ اپنی چلانے کی ضد رہی، جو کہوں اسی کے خلاف۔ جب اچھا سو تو آئے جہالت اور لاپرواہی!— ہم نے کہا ڈالو چولہے میں جیس کیا ایسی پڑی ہے!

بے خاتون :۔ تم تو ہمیشہ مجھے بری کہنے کے عادی رہے۔— جو کچھ بری ہوں، تب ہی تو بن رہا اور آپ تو . . . . .

الف خاں :۔ (دریں چہ شک):— یعنی میرا مطلب یہ کہ میں بھی تمہارے ساتھ برا ہوں!— خیر اب کہو کیا ارادہ ہے؟

بے خاتون :۔ (ذرا راز دارانہ لہجہ میں) کہنا کیا ہے۔ بس اب جلد ہی کہیں گھر کرنے کی فکر کرنی چاہیئے!— ورنہ ایسی تعلیم اور فیشن سے تو ایک دن گھرانے کا صفایا ہو جائے گا۔

الف خاں :۔ (اسی لہجہ میں) تو کیا کروں: (اخبار بتا کر) اس میں اشتہار دے آؤں کہ ہمارے ہاں ایک لڑکی برائے فروخت موجود ہے اگر خریدار نہ ملیں تو جمعہ کے دن ہراج ہوگا۔ اور جمعرات کے دن معائنہ مال . . . .

بے خاتون :۔ پھر وہی!— ہراج ہوں اسکے دشمن!۔ فروخت ہو اسکی جوتی!— ہزاروں پیام تو اسکی جوتیوں سے لگے پڑے ہیں! . . . .

الف خاں :۔ تو پھر اب شادی کی کیا ضرورت ہے؟

بے خاتون :۔ میرے اللہ۔ اب ان سے کون بار لے جیتنے!

الف خاں :۔ ہاں ہاں! تو کہیئے کبھی آپ نے کوئی بر پسند بھی کیا!

بے خاتون :۔ نہیں۔ مجھے تو کوئی پسند نہیں!— ایک صفدر کا تھا، گو گھرانہ اونچا ہے۔ لوگ بھی اچھے ہیں۔ لڑکا بھی اچھا ہے، مگر سنتے ہیں کہ بہت آزاد مزاج۔ اور مست متوالا ہے۔ پھر ایسے کو دے کر میں کہاں اپنی اکلوتی لڑکی کا تہس نہس کرونگی: پھر ہمارے بڑے۔ منے کا تھا۔ لیکن وہ صورت شکل کا کچھ ٹھیک نہیں۔ گو اخلاق کا تارا ہے۔ رہا اشرت جانی، سو وہ لوگ خاندان کے لحاظ سے ذرا . . . .

الف خاں :۔ تو پھر اللہ تعالیٰ کو ٹیلیفون کر دو۔ کہ وہاں سے کوئی ایک اچھا فرشتہ تیار کر کے بھیج دے:

بے خاتون :۔ بات تو سنتے نہیں اور بیچ میں بول پڑتے ہیں: مجھے تو اب وہ آپ والی بات ہی سب سے ٹھیک معلوم ہوتی ہے— ! . . . . .

الف خاں :۔ یعنی؟— ہائے میاں کی!

بے خاتون :۔ جی ہاں!

الف خاں :۔ (فاتحانہ انداز میں) دیکھا!— آخر ہاری نا—!

ہم نے تو کبھی کا کہہ دیا تھا کہ: یہ بے وقوف اپنی سادگی میں جتنی بکتی ہیں ـــ لڑکا گھر کا ہے۔ شریف، خوش رو، خوش مذاق۔ ایسے دولت نہیں سو کیا دولت سے شادی کرنی ہے! پھر اپنی لڑکی اپنے گھر رہے گی، اور صاحبزادی کے اس فیشن اور لچھن میں بری ہو جائے گی۔ ـ مگر مانے کون! ـ ان کا برا ہے۔ ضدی ہے۔ عادتوں کا خراب ہے!

بے خاتون :۔ لو یہ نئے برا کیا! کیا خوب ہے الزام دے دیا! ـ خود جو کہا کرتے تھے کہ ابھی یہ جلدی پڑی ہے۔ لڑکی چھوٹی ہو، تعلیم حاصل کرے سو بھول گئے! ـــ لڑکا برائیوں ہونے چلا تھا! ـــ صورت شکل کا، عمر و اخلاق کا، ادب قاعدہ کا، پھر اپنے گھر کا!

الف خاں :۔ بیوی پر چوٹ کے انداز میں، پھر جب سے نوکر ہو گیا ہے عمر و اخلاق صورت شکل وغیرہ سب ہی اچھے معلوم ہونے لگے ہیں! جانے کیا بات ہے!

بے خاتون :۔ یہی تو میں پوچھنا چاہتی ہوں۔ کہ کیا سچ مچ نوکر ہو گیا ہے

الف خاں :۔ نہیں! ـ بالفعل تو چھوٹ موٹ تقرر ہوا ہے۔ اس کے بعد سچ مچ نوکر ہو جائے گا! ـــ احمق! ہمارے ہی تو دفتر میں نوکر ہوا ہے۔ ہم سچ مچ کیا!

بے خاتون :۔ کیا تنخواہ ہے؟

الف خاں :۔ ستر تا پینتیس کے گریڈ میں ہے۔ پھر آئندہ اسیطرح ترقی کرے گا!

بے خاتون :۔ ارے یہ الٹا گریڈ کیسا؟

الف خاں :۔ ہمارے دفتر میں عقل کے لحاظ سے گریڈ ملتا ہے:

بے خاتون :۔ شوہر کی طرف دیکھ کر ہنس دیتی ہے! جب بات کریں گے تو الٹی!

الف خاں :۔ کیوں، اب تو ہنس دی نا! ـــ میں نے مذاقاً کہا۔ پینتیس تا ستر کا تو یوں ایک امتحانی تقرر تھا۔ ابھی اسکی ترقی کی سفارش پیش ہوئی ہے۔ تم دیکھنا کہ یہ کتنی... ترقی کرے گا۔ اور سب افسر اس کو چاہتے ہیں ـــ مگر آپ کی لڑکی کو جلنے کی کوئی وجہ نہیں!

بے خاتون :۔ تو پھر بات پکی کر دیجئے نا!

الف خاں :۔ بات پکی کر دوں! کس سے؟ میں آج کل چچا جو کے پاس گیا تھا۔ انہوں نے باتوں باتوں میں لڑکے کے متعلق بھی کچھ کرید دیا۔ میں نے سوچا تکلف سے کیا فائدہ: صاف کہہ دیا کہ بھائی: صاف تو یہ ہے کہ لڑکا میرا ہے۔ میں لڑکے کا ہوں۔ پھر لڑکی لڑکے کی ہے۔ لڑکا لڑکی کا ہے۔ پھر یوں دیکھو تو سب اپنے آپ کے ہیں۔ پھر اب اس میں چھپانے کی کیا بات ہے۔ ـــ میں تو ہر وقت تیار ہوں۔ مگر آپکی چچی جانی راضی نہیں ہوتیں۔ اس کو میں کیا کروں!......

بے خاتون :۔ ہیں! ـــ میں نے کب کہا۔ کہ میں راضی نہیں ہوں ـــ کیا صاف بری ٹھہرا آئے!

الف خاں :۔ اور میں نے یہ بھی کہہ دیا ہے۔ کہ وہ آپ کے لڑکے میں ہزاروں عیب نکالتی ہے۔ اور دوسرے بر کی تلاش ہے پھر اب کس منہ سے جا کے کہوں؟

بے خاتون :۔ تو تم سے یہ کس نے کہا تھا کہ معاملہ کو اس طرح توڑ تاڑ کر آ جاؤ! ـــ میں کہوں دیکھ کے آؤ۔ یہ جائیں جلا کے آئیں! ـــ ہائے رے میرے نصیب: کیا سر پھوڑوں ان سے!

الف خاں :۔ اب کل سیدھی ہوئی نا! ـــ گھبرائی کیوں ہو! ـ اب بھی کیا گیا ہے! ـ کہا تو میں نے ہے۔ تم نے تو نہیں ـــ بس تم چپکے سے اپنی طرف سے پیام بھیج دو۔ وہ راضی ہو جائیگی

بے خاتون :۔ کیا: ـــ میں پیام بھیج دوں؟ ـــ کیا خوب کہہ دیا! ـــ کیا میری لڑکی بھی کوئی ایسی بڑی جھڑی ہے کہ اس کا پیام لڑکے کو جائے!

الف خاں :۔ تو پھر کسی لڑکی کو بھیج دو! ـــ پھر تم نے احمق کی باتیں شروع کر دیں ـــ آخر جب لڑکا پسند ہے، تو پھر اسے کہہ دینے میں ہرج ہی کیا ہے! ـــ پھر وہ کوئی غیر بھی تو نہیں!

بے خاتون :۔ لیکن ایسے بھی جو منہ پھوڑ کے کہا بھیجیں تو اس میں ہماری سبکی نہ ہوگی؟

الف خاں:۔ اور جب انہوں نے تمہارے ہاں کہلا بھیجا تو تم نے انہیں ٹکا سا جواب دے دیا تھا اس میں ان کی سبکی نہ ہوئی تھی؟

بے خاتون:۔ اجی واہ! یہ تو لڑکی والوں کا رواج ہی ہے:

الف خاں:۔ کہ منہ پر اکڑ دکھائیں اور دل میں بلبلائیں! — تو سمجھ لو کہ اب یہ دستور لڑکے والوں کا ہو گیا ہے! — آخر دکھاپٹ رکھاپٹ تو ہے ہی!

بے خاتون:۔ مگر آج یہ زبردستی کی وکالت کا کیوں بیڑا اٹھا لیا ہے؟ کیا کچھ فیس مقرر کر دی ہے بھابی نے؟

الف خاں:۔ لو بھئی حق بات کہوں تو وکالت، انجان رہوں تو آفت! — (بیوی کو سوچ میں دیکھ کر، عقلمند!) یہ سب تو مذاق تھا: — میں کیوں ان سے کہنے چلا۔ اور وہ کیوں انکار کرنے لگیں! — تم جواب تک اکڑتی تھیں تو میں نے کہا ذرا خاموش بیٹھ کے تماشہ دیکھوں! — اب جو تمہیں عقل آئی ہے تو منگواؤ پیام اور کر ڈالو شادی۔ اس میں سوچنے کی کیا بات؟

بے خاتون:۔ مگر کیسے منگواؤں؟

الف خاں:۔ علاؤ الدین چراغ کے ذریعے سے! — یعنی میرا مطلب یہ ہے کہ دال بیگم کی سہیلی زنڈو متی ہے نا۔ تم اس سے کہہ دو اور میں اسکے شوہر واہ رام سے کہہ دوں گا۔ وہ سب معاملہ طے کرا دیں گے — واہ رام تو ہائے میاں کا نوالہ پیالہ ہے ہی! اور پھر زنڈو متی تو گویا جیم بانو کی ناک کا بال! — کیوں، ٹھیک کہا نا؟

بے خاتون:۔ ہاں بالکل ٹھیک: — میں زنڈو سے ضرور کہوں گی:

الف خاں:۔ تو پھر اب سنا دیں رباعی؟

بے خاتون:۔ ارے: یہ ابھی زبردستی کی رباعی ہے! — موقعہ بے موقعہ! — کوئی خواہش کرے نہ کرے، اور آپ چلے سنانے: اس میں بھی کوئی شاعروں کا وتیرہ رہتا ہے:

الف خان:۔ ٹھیک تو کہتی ہو بیگم! — مگر کیا کریں، یہ قانونِ فطرت ہے کہ عورت کی زبان میں بات اور شاعر کے دماغ میں شاعری کبھی ٹھہر نہیں سکتی۔ اسی لئے انہیں ظاہر کرنا ہی پڑتا ہے

بے خاتون:۔ اچھا! جو ایسا ہی دشمنوں کو قبض کا اندیشہ ہے تو سنا دیجئے:

الف خان:۔ سنو گی: — بھئی ہم کیا اور ہمارا کلام کیا! — خیر پھر بھی تم جو کہتی ہو تو ایک تازہ رباعی سناتے ہیں: — ابھی عرض کی ہے۔ ملاحظہ ہو! — اگرچہ چاروں مصرعے ہیں، مگر مصرعے سے مصرعے کو کوئی تعلق نہیں، پھر بھی رباعی رباعی ہے: چنانچہ عرض کیا ہے:—

عشق ان کا ہے کھوٹا پنیور اسٹیل نہیں
ہجر کی شب میں اندھیرا ہے یہ قندیل نہیں
اتوار کے بعد پیر کو ہے کھلتا اسکول
اس سے ہوا ثابت کہ پیر کو تعطیل نہیں!

بے خاتون:۔ خدا آپ کو شرمائے! مذاق تو کبھی جاتا نہیں: (بیوی ہنس دیتی ہے اور میاں بھی خوش ہو جاتے ہیں!)

(۲)

(ہائے میاں کا کمرہ۔ ہائے میاں میز پر ہاتھوں میں سر تھامے بیٹھے ہیں۔ انکا دوست واہ رام داخل ہوتا ہے)

واہ رام:۔ نمستے ہائے میاں! (جواب ندارد، وہ آگے بڑھتا ہے) اجی السلام علیکم نواب جانی! (خاموش — پاس جا کر گدگدیاں کرتے ہوئے) کہو آج دشمنوں کو کچھ ہو تو نہیں گیا!

ہائے میاں:۔ چھوڑو دم: — آج میرے سر میں سخت درد ہو رہا ہے:

واہ رام:۔ کیوں، کیوں! خیر تو ہے؟ — کہیں سر میں جوں ووں نے تو نہیں کاٹ لیا؟

ہائے میاں:۔ احمق، جوں کاٹنے سے کہیں سر میں درد ہوتا ہے

واہ رام:۔ تو پھر کیا بات ہے؟ — کیا پاؤں بھاری ہو گیا؟

ہائے میاں:۔ نہیں یار یہ تو تیری عادت ہے:

واہ رام :- تو پھر کیا بات ہے؟

ہائے میاں :- کیا بتاؤں بس معلوم ہوتا ہے۔ کہ عقل داڑھ آنے والی ہے!

واہ رام :- احمق عقل داڑھ نکلنے سے منہ میں درد ہوتا ہے کہ سر میں!

ہائے میاں :- تیری عقل منہ میں ہوگی اس لئے عقل داڑھ بھی منہ میں آئے گی ہماری عقل تو سر میں ہے۔ اس لئے عقل داڑھ کو بھی سر میں آنا چاہئے:

واہ رام :- ہا ہا ہا! — خوب کہی یار۔ عمر میں تو نے یہی ایک بات مزہ کی کہی! — کہو اسی خوشی میں ہم تمہیں ایک مژدہ سنائیں!

ہائے میاں :- (متوجہ ہوتے ہوئے) کیا بات ہے؟ — سناؤ تو!

واہ رام :- تمہاری شادی ہونے والی ہے!

ہائے میاں :- ہاں! تو پھر تم مجھے دعوت دوگے،

واہ رام :- دماغ تو نہیں چل گیا! شادی تم کرو اور دعوت میں دوں؟

ہائے میاں :- اوہ! معاف کرنا۔ میری شادی! میں نے سمجھا تمہاری شادی: لیکن ورم میں شادی کرکے کیا کروں گا! میں تو ایک مست نازنین کے عشق میں گھل گھل کر مرنے والا ہوں! اور تم مجھے شادی کو کہتے ہو!

واہ رام :- اسے! تو مرنے والا ہے کب! افسوس کہ میں نے شادی کی تاریخ بھی مقرر کردی۔ اور تو یوں مجھے دغا دیئے بیٹھا ہے! — ظالم جو ایسا ہی تھا تو تو نے اپنے پروگرام سے مجھے پہلے ہی کیوں نہ آگاہ کردیا! — اب چچا جی مجھے کیا کہیں گے!

ہائے میاں :- کون چچا جی؟

واہ رام :- وہی تیرے ہونے والے خسر، اور سابق آقا — الف خاں اور کون!

ہائے میاں :- کیا سچ کہتا ہے ورم! کیا وہ راضی ہیں۔ اپنی بیٹی مجھے دینے کے لئے! اوپر دیکھ کر والہانہ انداز میں) آہ! میں انہیں کے تو عشق میں گھل رہا تھا! اگر یہ معلوم ہوجاتا تو اتنا بھی میں کیوں گھلتا! خیر اب بھی جو کچھ ہوں غنیمت ہوں (واہ رام سے) کیا سچ مچ وہ راضی ہیں ورم؟

واہ رام :- راضی ہی کیا ہیں! یوں سمجھ کہ گویا تو انکی بیٹی کا عاشق ہے۔ اور وہ تیرے عاشق ہیں! انہوں نے ہی تو مجھے یہاں بھیجا ہے۔ کہ تجھے راضی کروں۔

ہائے میاں :- اوہ! میں تو راضی ہی کیا، فدا ہوں ورم! — لیکن ساتھ ہی میں اس لڑکی سے بدظن بھی ہوں۔ کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ کسی ایسی لڑکی سے شادی کروں جس کے دل میں میری محبت نہیں! — میں اب بھی اسی فیصلہ پر اٹل ہوں اور جب تک میں اس سے مل کے تبادلہ خیالات نہ کرلوں ہرگز شادی نہ کروں گا۔

واہ رام :- تم نے یہ کیسے معلوم کرلیا۔ کہ اسے تم سے محبت نہیں؟

ہائے میاں :- تاڑنے والے قیامت کی نظر رکھتے ہیں:

واہ رام :- تو خیر سے آپ تاڑنے والوں میں بھی ہوگئے! — یہ حادثہ کب سے پیش آیا جناب کو! عقل داڑھ آنے کے بعد یا اس سے پہلے ہی!

ہائے میاں :- چھوڑو یار! تم کو تو ہمیشہ مذاق کی سوجھتی ہے، بات کچھ کام کی کرو!

واہ رام :- تو اب تک گویا ہم بیکار بات کر رہے تھے۔؟ (جیب میں سے ایک ملفوف رقعہ نکالتے ہوئے) یہ بھی دیکھا ذرا؟

ہائے میاں :- (بڑے شوق سے) یہ کیا ہے ورم؟

واہ رام :- تمہارے فیصلہ کا مرافعہ

ہائے میاں :- یعنی

واہ رام :- تمہارے خبط کا علاج۔

ہائے میاں :- صاف بتادو ورم! تمہیں میری قسم! دیکھو

میں کسقدر بے چین ہوا جاتا ہوں! نہ اب مجھے کھانے کا خیال آ رہا ہے۔ نہ پانی کا۔ نہ لباس کا! بس ایک خط کا ہی تصور ہے! خط کی خوبصورتی سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی نے بھیجا ہے۔ لاؤ ذرا دیکھ لوں!

(خط لینے کیلئے لپکتا ہے)

واہ رام:۔ بچے کی حرکت ٹھیک نہیں جناب! ذرا دور ہٹ کے بات کیجئے!

ہائے میاں:۔ نہیں یار، بتا بھی دو! کس کا ہے!

واہ رام:۔ ارے بتا تو دیا! ــــ اور کیا بتاؤں کہ آپکی صاحبزادی یعنی کہ میرا مطلب ہے۔ آپ کی ہونے والی بیوی کا ہے۔ بس اب تو خوش ہوئے!

ہائے میاں:۔ (دونوں ہاتھ سینہ پہ جوڑ کر) خوشا کہ بخت من آمد ز آسماں بہ زمیں!

واہ رام:۔ ہیں! یہ بھی کیا خوش بختی ہے کہ آپکا بخت آسمان سے زمین پہ آ گیا! واہ کیا مصرع کہا ہے!

ہائے میاں:۔ (اسی انداز میں) آہ ورم، تم نہیں جانتے:ــ سنو! اس کی دو وجہیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ انسان کو جب زیادہ خوشی ہوتی ہے۔ تو سنا ہے۔ کہ بات یا حرکت کو الٹ پلٹ دیتا ہے۔ اور مجھے بھی اسوقت اپنی انتہائی خوشی کا پارٹ ادا کرنا ہے! دوسری یہ کہ جو چیز آسمان پر ہو۔ خواہ آسمان کی پری ہی کیوں نہ ہو۔ ہمیں اس سے کیا حاصل! بہتے چڑھ جانے جو اپنے ہی مال اچھا ہے! اس لئے بہتر اسی میں ہے۔ کہ بخت آسمان سے زمین پر آ جائے۔ تاکہ ہم اسے آسانی سے حاصل کر سکیں!

واہ رام:۔ آج تم باتیں تو بڑے مزہ کی کہہ جا رہے ہو بھی! کیا یہ اسی خط کا تو اعجاز نہیں! تب ہی تو اس نے کہا تھا کہ آپ لوگ ناحق انہیں احمق کہتے ہیں۔ حالانکہ وہ تو سب سے زیادہ عقلمند ہیں۔ لیکن صرف میری محبت نے انہیں بے وقوف بنا دیا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

ہائے میاں:۔ (پھر ایک والہانہ انداز میں) اہا ہا ــــ تو بھی جانتی ہے۔ میری وال کہ تو مجھے کتنی پیاری ہے! ــ اور میں بھی تجھے کتنا پیارا ہوں! ــ بس اب تو دکھا دو ورم!

واہ رام:۔ یوں ہی دکھا دیں!

ہائے میاں:۔ تو پھر کس طرح؟

واہ رام:۔ اسے سر آنکھوں پر رکھو! پھر مٹھائی کھلاؤ! تب کہیں دیکھنے کی باری آئے گی!

ہائے میاں:۔ آہ ورم! سر آنکھوں پر تو کیا۔ اگر یہ خط کوئی پتلی چیز ہوتا تو میں اسے انجکشن کے ذریعہ اپنے دل میں پہنچا دیتا! مگر کیا کروں! اب بھی اگر تم کہو تو کھا کے دکھا دوں!۔ اب رہی مٹھائی کا۔ سو تم جا کر فوراً ایک ٹوکری خرید کر لاؤ۔ میں تمہیں کھلا دوں گا! ــــ ہاں! اب تو دکھا دو! ــــ

واہ رام:۔ خیر لو۔ تم بھی کیا یاد کرو گے!

ہائے میاں:۔ ہا ہا! (خوشی کے مارے خط پڑھنے لگتا ہے)

"میرے دیوانے پاشا!

مجھے تمہاری محبت کا بھی حال معلوم ہوا۔

میں بہت خوش ہوئی کہ میرے چاہنے والوں میں تم بھی ہو تم نے سچ کہا تھا۔ کہ جوانی اور عشق دو ایسی نعمتیں ہیں جن کے مقابلہ میں انسان کو سب کچھ ٹھکرا دینا چاہئیے۔ چنانچہ یہ سنکر تم بہت خوش ہوگے۔ کہ میں نے بھی اب یہی کیا ہے! ــ یعنی میں بھی اب آزاد خیال ہوں۔ اور ہر دم تمہارا ہی تصور رہتا ہے: والد نے بہت اچھا کیا۔ جو اب تک میری شادی نہیں کی۔ ورنہ میں ان نعمتوں سے محروم رہ جاتی۔ اور بے سمجھے بوجھے شادی کے جو ہولناک نتائج ہوتے ہیں۔ ان سے دو چار ہونا پڑتا ــ بخر شکر ہے کہ اب میں اس قابل ہوں کہ اپنے مستقبل کے متعلق آپ اچھی طرح سوچ سکوں اور اپنے لئے شوہر چن سکوں۔ سو اگر تم بھی میرے امید وار ہو تو فوراً چلے آؤ! میں تمہیں بھی شادی سے پہلے آزما کے دیکھ لینا چاہتی ہوں اور بھی بہت سے لوگ تمہاری طرح امید وار ہیں۔ اس لئے

ہے جسے کل کے دن سب کا انٹرویو رکھا ہے۔ اگر تم نہ آئے تو پچھتاؤ گے۔ امیدواروں میں دولت مند نوجوان، اور طاقتور امیدواروں کو ترجیح دیجائے گی۔ کیونکہ آجکل کی بگڑی ہوئی سیاسی فضا، اور پھیلے ہوئے فساد کے تحت ایسے ہی امیدواروں کی ملک کو سخت ضرورت ہے!

امید ہے کہ تم ضرور آؤ گے کیونکہ مجھے تم سے ہی عشق ہے ورنہ میں سمجھتی کہ تم بہت بڑے احمق، گنوار، سادہ لوح، بدتمیز، جاہل، اور گدھے ہو:

تمہاری پیاری معشوقہ
دال بیگم

ہائے میاں:- ارے دل بر... ہائیں!- یہ کیا! بدتمیز! جاہل! گدھا ـــ کون؟ میں؟ ـــ یہ کیا اس نے مجھے کہا؟ کیا عشق اتنے سخت الفاظ میں ہوتا ہے: ارے واہ رام ہے، بتاؤ ورم، کیا وہ اب اتنی بے حیا اور آزاد ہو گئی ہے؟ . . . . . .

واہ رام:- کیوں، آزادی تو تمہیں پسند ہی تھی نا؟

ہائے میاں:- لیکن ایسی بھی کیا آزادی ورم، کہ میری عزت بھی اسکے دل میں نہ ہو!

واہ رام:- واہ! آزادی پر جو کسی قسم کی قید ہو تو پھر وہ آزادی ہی کہاں رہی؟

ہائے میاں:- نہیں نہیں ورم! میں برباد ہو گیا! مجھے سخت غلط فہمی ہوئی! میں ایسی گستاخ اور بے حیا کے ساتھ کبھی شادی نہیں کر سکتا! اُف، یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں!

واہ رام:- ارے تو تم اتنے الجھتے کیوں ہو! آخر اس سے مل کر تو دیکھو کہ ہوتا کیا ہے: ممکن ہے اس نے تمہیں آزمانے کے لئے لکھا ہو!

ہائے میاں:- نہیں نہیں ورم! میں ملنا تو کیا ایسی بے حیا کی صورت بھی نہیں دیکھ سکتا! عدو کے ہو لئے جب تم تو میرا امتحاں کیوں ہو!؟

واہ رام:- احمق! گھبراتے کیوں ہو، دراصل یہ چٹھی اسکی نہیں، میری بیوی کی لکھی ہوئی ہے۔ تاکہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ تم اصل میں کیا ہو، اور تم بننا کیا چاہتے ہو!

ہائے میاں:- تو کیا حقیقت میں یہ اسکی چٹھی نہیں ورم؟ یہ تمہاری بیوی نے لکھی ہے! ـــ میں بھی تو یہ سوچتا ہوں کہ ایک شریف لڑکی اس طرح کیونکر لکھ سکتی ہے؟

واہ رام:- تو پھر ہو نا راضی؟

ہائے میاں:- لیکن میرا فیصلہ تو اٹل ہے کہ اسکے بغیر شادی نہ کروں اور وہ مل نہیں سکتی! اسکو کیا کروں ورم!

واہ رام:- اور جو ہم ملا بھی دیں!

ہائے میاں:- وہ ہاتھ میں ہاتھ دیکر، تو ہم تمہیں خوب مٹھائی کھلائیں گے

(۳)

(دال بیگم کا کمرہ۔ دال بیگم اور زندو متی دونوں اپنے اپنے مطالعہ میں محو ہیں۔ جیسے ہی دال بیگم کوئن وکٹوریہ اور انگلینڈ کے عشق کے واقعہ پر پہنچی ہے پھڑک اٹھتی ہے)

دال بیگم:- ہا ہا! دیکھو تو زندو! کوئن وکٹوریہ بھی کتنی خوش نصیب تھی کہ اسے شہزادۂ روس جیسا چاہنے والا ملا۔ سچ ہے کہ چاہنے والے کے بغیر زندگی بیکار ہے:

زندو متی:- لیکن خیر سے آپ تو کوئن وکٹوریہ نہیں، پھر الجھنوں میں کیوں پڑتی ہیں۔ امتحان میں ایک مہینہ رہ گیا ہے!

دال بیگم:- ہاں زندو، میں وکٹوریہ تو نہیں، پھر بھی دنیائے حسن کی ملکہ ہوں:

زندو متی:- مگر افسوس ہے کہ ملک عشق کا کوئی شہزادہ نہیں:

دال بیگم:- ایسا نہ کہو زندو! شہزادہ کیا شہنشاہ ہے! لیکن:

زندو متی:- لیکن کیا؟ کیا ابھی تم اپنے حسن کی [illegible] میں اسکی شہنشاہی تسلیم نہیں کرتیں!

دال بیگم:- نہیں زندو یہ نہیں: میں تو خود اس پر دل و جان فدا اور دیسی ریاستوں سے زیادہ وفادار ہوں! مگر وہ ـــ وہ ظالم لیڈروں سے زیادہ میری دنیائے پرسکون میں فتنہ

بہا کرتا ہے! یا پھر شاعرانہ زبان میں یوں سمجھو کہ میں رو رو کر اسکی یاد میں خون بہاتی ہوں۔ اور وہ آنکھ اٹھا کر بھی میری طرف نہیں دیکھتا!

زندو متی :۔ بہت بے سمجھی! یہ تو ظلم کا ہے کو ہے۔ نگوڑا کوئی قصاب معلوم ہوتا ہے! پھر تم اسکے لئے جان دیکر کیوں اپنی بوٹیاں کٹواتی ہو۔ آؤ میں تمہیں ایک جان کے عوض جان دینے والا لادوں!

وال بیگم :۔ کون ہے وہ؟

زندو متی :۔ وہی تمہارا چچیرا بھائی ہائے میاں!

وال بیگم :۔ نام نہ لو زندو اس کمینہ کا! مجھے تو اس نگوڑے کے نام ہی سے نفرت ہے! میں کبھی اسکی شریک حیات نہیں بن سکتی! —— میں تو ایک حسن مجسم پر شیدائی ہوں! اسی کی پرستار ہوں اور اسی کی پرستار رہونگی!

زندو متی :۔ کون ہے وہ قسمت کا مارا!

وال بیگم :۔ آہ! کیا بتاؤں زندو! —— نام تو اس کا گھرڑو میاں ہے۔ مگر میں اسے گڑ پکارتی ہوں۔ جیسے اس کے نام میں ہی گڑ سے زیادہ لذت ہے۔ تو پھر پورا انسان تو گنے سے زیادہ مزیدار ہوگا!

زندو متی :۔ (حیرت سے) لیکن وال تجھے یہ کیا سودا ہوگیا! تو اب اتنی آزاد ہوگئی! اور تیرے دیدہ کا پانی اتنا مرگیا! کیا تو وہ دن بھول گئی۔ کہ ہائے میاں کے نام ہی سے تیرے منہ پر سرخی دوڑ جاتی تھی، اور اس سے زیادہ تیزی کیساتھ تو خود بھاگ جاتی تھی!

وال بیگم :۔ یہی تو میری بیوقوفی تھی۔ کہ سارے جاہلانہ خیالات کو خوبی سمجھ رکھا تھا! اب میں ایک تعلیم یافتہ اور روشن خیال لڑکی ہوں اور خود سب کچھ سمجھ سکتی ہوں! محبت کے بغیر شادی ایک جہنم ہے۔ بلکہ محبت کے لئے جہنم قبول ہے۔ مگر محبت کے بغیر شادی قبول نہیں!

زندو متی :۔ تو کیا تعلیم سے تو نے صرف یہی حاصل کیا ہے؟

وال بیگم :۔ صرف یہی حاصل کیا ہے! یعنی کہ آپ کا مطلب! گویا اس سے بڑی بھی کوئی چیز ہے جو دنیا میں کوئی عورت حاصل کرسکتی ہے! محبت سے زیادہ پاک اور بلند شے دنیا میں اور کون ہوسکتی ہے زندو!

زندو متی :۔ خیر اچھی بات ہے! تو ہائے میاں سے شادی کرلے اور گھرڑو میاں سے پاک محبت! اس میں کیا ہرج ہے؟

وال بیگم :۔ لیکن کہا تو یہی جاتا ہے کہ عورت صرف ایکبار محبت کرتی ہے۔ اور صرف ایک ہی شخص سے!

زندو متی :۔ تو پھر جو تیرے والدین زبردستی۔۔۔ تیری شادی ہائے میاں سے کردیں؟

وال بیگم :۔ اول تو اب وہ ایسا کر نہیں سکتے، اور جو ایسا کریں بھی تو میں صاف جان دیدونگی!

زندو متی :۔ لیکن وہ تو سب تیاری کرچکے ہیں!

وال بیگم :۔ کیا سچ! اب بتا پیاری سکھی، میں کیا کروں؟

زندو متی :۔ کرے گی کیا! صاف جان دیدے!

وال بیگم :۔ لیکن زندو، اتنی جلدی بھی میں کیسے جان دیسکتی ہوں! میں نے ابھی دنیا کا دیکھا ہی کیا ہے! —— وہ تو میں نے صرف محاورے کے طور پر کہدیا تھا!

زندو متی :۔ تو پھر کرلے شادی ہائے میاں سے!

وال بیگم :۔ لیکن کیا کروں زندو! محبت کے بغیر تو شادی نہیں کیجاتی۔ میں دل تو انہیں دے چکی ہوں۔ میں سخت مجبور ہوں، تو ہی کوئی تدبیر بتا!

زندو متی :۔ واہ تیرا بھی عجیب معاملہ ہے کہ عشق تو تو کرے اور تدبیریں بتاؤں! شادی کرلے۔ محبت آپسے آپ ہو جائیگی

وال بیگم :۔ آہ زندو، تو کتنی ذلیل ذہنیت کی عورت ہے محبت کے مفہوم کو بھی نہیں سمجھ سکتی! —— کیا بتاؤں کہ اس کے لئے میرے دل میں کتنی جگہ ہے۔!۔۔۔۔

زندو متی :۔ بے وقوف! یہ عزت و ناموس اور عشق و ہوس کا سوال ہے۔ دونوں میں جسے چاہے قبول کرلے۔ پھر گھرڑو میاں

تو اس طرح بانے میاں کی گرد کو بھی نہیں پہنچتا۔ اگر تیرے علی
باپ کو تیری ان حرکتوں کا علم ہو جائے تو وہ کیا کہیں گے
ذرا سوچ تو! سارے خاندان کا نام ڈوب جائے گا! اب
تک ہی تیرے کتنے افسانے مشہور ہو چکے ہیں۔ یہ بھی کچھ خبر ہے؟

وال بیگم :۔ تو کیا کروں۔ دل پر تو اختیار نہیں!

زندومتی :۔ تو پھر تجھے ایسا ہی بخار چڑھا ہے تو اس سے شادی کر لے۔ اس طرح سانگ رچا کے بدنام ہونے سے کیا فائدہ؟

وال بیگم :۔ میں تو ہزار جان سے تیار ہوں مگر ان کو میری پروا نہیں!......

زندومتی :۔ چھپا تو ان سے ملی تھی؟

وال بیگم :۔ نہیں!

زندومتی :۔ تو کیا مراسلت ہوئی تھی؟

وال بیگم :۔ ہوئی تھی کیا ہو رہی ہے!

زندومتی :۔ تو نے انہیں دیکھا ہے!

وال بیگم :۔ ہاں ایک دفعہ دیکھا ہے۔ دوسری دفعہ کی ہوس ہے!

زندومتی :۔ اچھی بات ہے! تو پھر میں انہیں کو راضی کر لوں؟

وال بیگم :۔ میری پیاری سکھی! میں عمر بھر تیری باندی بنی رہوں گی۔
لیکن وہ تو شرط کرتے ہیں کہ شادی سے پہلے ہی مجھ سے ملیں گے
اور دیکھیں گے!۔۔۔ اف کتنی کڑی شرط! یہ کیسے ہو سکتا ہے
زندو! اوہ تو مجھے مار ڈالیں گے:

زندومتی :۔ خیر تو اس کی فکر نہ کر! میں اس کی کوشش کروں گی!
لیکن وہ تو اپنے فیصلہ پر اٹل ہے تا کہ شادی کرے گی؟

وال بیگم :۔ بالکل اٹل پیاری سکھی!

زندومتی :۔ تو پھر میں جیسا کہوں کرنا پڑے گا!

وال بیگم :۔ میں بالکل تیار ہوں:

---

(۴)

(زندومتی کا کمرہ۔ زندو کھڑی بالوں میں کنگھی کر رہی ہے شوہر
مسکراتا ہوا داخل ہوتا ہے۔ سنگار میز میں شوہر کا منہ دیکھ کر مسکرا دیتی ہے)

زندومتی :۔ کہئے کیا بات ہے؟

واہ رام :۔ کچھ نہیں یوں ہی:

زندومتی :۔ تو پھر ہنسی کیوں آ رہی ہے۔ کہئے آخر کچھ تو بات ہے:

واہ رام :۔ کچھ نہیں اسی خبطی کا خیال آتا ہے تو ہنسی آ جاتی ہے

زندومتی :۔ کون خبطی؟

واہ رام :۔ وہی بانے میاں! کمبخت کب تک میں اس کے
بیہودہ خیالات نہ کروں شادی نہ کروں گا!

زندومتی :۔ واہ! بڑے مزے کی بات ہے! کیا سب مرد ایسے
ہی بیوقوف ہوتے ہیں۔

واہ رام :۔ جی نہیں نہیں! براہ کرم آپ سب کو تو اس طرح
نہ سمجھئے! کم سے کم خاکسار تو ایسا بیوقوف نہیں!

زندومتی :۔ ہاں ہاں! مجھے اب معلوم ہوا! لیکن میں تو ان گھگھو
میاں کو کہتی ہوں کہ وہ بھی یہی شرط کرتے ہیں کہ بیاہ سے پہلے مل
لوں گا!

واہ رام :۔ ہائیں! یہ گھگھو میاں کون بلا ہیں؟

زندومتی :۔ اجی وہی جن سے یہ وال بیگم پریم کرتی ہے!

واہ رام :۔ اچھا تو اب وہ بھی پریم کرنے لگی!

زندومتی :۔ کیوں کیا وہ دل نہیں رکھتی؟

واہ رام :۔ لیکن اب تک اس کا دل کہاں گیا تھا!

زندومتی :۔ کہتی ہے کہ جہالت کے پردے میں چھپا ہوا تھا
اور اب وہ کافی روشن خیال ہو چکی ہے! اس لئے اپنی مرضی
سے شادی کرے گی:

واہ رام :۔ لیکن اس کے ماں باپ نے تو مجھ سے کہا ہے کہ
بانے میاں سے اس کی شادی طے کرا دوں۔ اور خود بانے میاں
بے چارہ بھی تو اس پر جان دیتا ہے۔۔۔

زندومتی :۔ لیکن وہ تو اس سے نفرت کرتی ہے!

واہ رام :۔ کیوں؟

زندومتی :۔ کہتی ہے کہ اسے عشق کرنا آتا ہی نہیں۔ نہایت
خشک مزاج، ضدی، اکھڑ اور اپنی بات منوانے والا ہے!

واہ رام: اچھا، تم یہ تو بتاؤ کہ تم نے اس سے ہمارے "پلین" کے متعلق تو کچھ نہیں کہدیا؟

زنڈومتی: جی نہیں! مگر جب وہ اسے چاہتی ہی نہیں تو شادی کرنا بھی تو پاپ ہوگا۔

واہ رام: ابی بس رہنے دو، پاپ اور پن کو! — وہ اسے نہیں چاہتی! خوب صاحب! . . . .

بس . . . . . .

زنڈومتی: مگر کیا کریں گے آپ؟

واہ رام: بتا دوں؟

(کان میں کچھ کہتا ہے)

زنڈومتی: مگر بیاہ سے پہلے ایسی حرکتیں کتنی بیہودہ ہونگی:

واہ رام: ابی بیاہ بھی ہوگا اور حرکتیں بھی ہونگی۔ تم دیکھتی رہنا بس جیسے میں کہوں تم اس پر عمل کرنا!

زنڈومتی: مگر ایشور نہ کرے، جو اس کا نتیجہ برا ہو اور ہمارا خیال غلط نکلے تو اس کی زندگی تو برباد ہو جائے گی۔ نہیں نہیں! میں اپنی سہیلی کی زندگی کو تو یوں برباد نہ ہونے دونگی!

واہ رام: اور میں اپنے بھیلے کی زندگی کو برباد ہونے دونگا؟

زنڈومتی: واہ یہ اچھی زبردستی ہے!

واہ رام: زبردستی کے بغیر عورتوں کا دماغ بھی تو سیدھا نہیں ہوتا! کیا کریں ہمیں آپ کی ذات سے ہمدردی ہے:

زنڈومتی: ایشور آپ سے سمجھے۔

واہ رام: ایشور تو سمجھتا رہے گا۔ مگر آپ نے تو سب اچھی طرح سمجھ لیا نا؟

زنڈومتی: جی ہاں

---

(۵)

زنڈومتی کا مکان۔ خانہ باغ۔ ایک وسیع کمرہ کی صورت میں نہایت خوبصورت بنا اور پھول پھلواڑی۔ کمرہ کے بیچ میں پردہ۔ دونوں طرف میز کرسیاں۔ گویا ٹی پارٹی کا انتظام۔ ایک حصہ میں زنڈومتی، اسکی دو سہیلیاں اور دال بیگم۔ دوسرے حصہ میں واہ رام، اسکے دو دوست اور ہائے میاں۔ کھانے، ہنسی، مذاق، اور بات چیت کی آوازوں کے بعد کچھ خاموشی —— پھر زنڈو اور دال میں گفتگو

زنڈومتی: اچھا بھئی پارٹی تو ختم ہوئی۔ اب ذرا کام کی بات!

دال بیگم: کیا؟

زنڈومتی: (آہستہ سے) دیکھ میں نے سب طے کر لیا ہے! اور تجھے اس لئے بلایا ہے کہ آج تیری آرزو پوری ہو جائے انہوں نے تیرے گڈو میاں کو بھی دعوت دی ہے۔ دیکھ یہ اچھا موقعہ ہے۔ کہ تم لوگ آپس میں سمجھ لو۔

دال بیگم: (گھبرا کر) مگر، آں! — یہ کیا! — میں ایسا کس طرح کر سکونگی! نہیں نہیں زنڈو . . . . . .

زنڈومتی: (ذرا ڈانٹ کے لہجہ میں) کیوں نہیں! اب کہاں گئی تیری شیخی! اصل موقعہ پر سب کھیل بگاڑنے جاتی ہے! دیکھ دال یہ باتیں اچھی نہیں۔ پھر میں صاف کہدونگی چچا جی سے کہ آپ کی صاحبزادی ہائے میاں سے راضی ہے!

دال بیگم: راضی ہو میری جوتی!

زنڈومتی: تو پھر دیکھ، موقعہ کو غنیمت جان!

دال بیگم: لیکن —

زنڈومتی: لیکن ویکن کچھ نہیں! —— آخر یہاں غیر کون ہے اور میں تو جانتی ہی تھی کہ تو اور کیا حیلہ کرنے والی ہے۔ اسی لئے تو پردہ کھچوا دیا ہے! پھر اب بات کرنے میں کیا شرم —! ایسی ہی جو ہیبت ہو تو سمجھ لینا کہ اپنے بھائی سے بات کر رہی ہے۔

دال بیگم: ہٹ نگوری! تو نے اپنے شوہر کو بھی یہی سمجھ کے کیا ہوگا!

زنڈومتی: تو میں ایسی شرم ہی کب کرتی تھی!

دال بیگم: اور میں کب کرتی ہوں!

زنڈومتی: تو پھر!

دال بیگم :- (جھجکتی ہے) مگر! — کس طرح بات کروں؟
زندو متی :- اچھا تو لے میں تمہید باندھ دیتی ہوں!
(کھنکارتی ہے اور دوسری طرف سے واہ رام کی آواز آتی ہے)
واہ رام :- ارے یار گھڑو! خاموش کیا بیٹھے ہو! کچھ چھیڑو تو
کب سے وہ تمہارا انتظار کر رہی ہوگی!
گھڑو میاں :- (جھجکتے ہوئے) کیا کہوں یار! —— ادھر
سے ہی کچھ ہو تو اچھا ہے!
واہ رام :- ارے بھئی ادھر سے ہی ہوگا! مگر تم بطور طرح مصرع
کے کچھ کہو۔ پھر وہ بھی بطور گرہ کے کچھ جواب عرض کریگی!
گھڑو میاں :- (پیر دو پیش کرتے ہوئے) نہیں یار، تم ہی کہو تو
بہتر ہے!
واہ رام :- (وہ خود اٹھکر پردہ کے قریب جاتا ہے) ہاں تو محترمہ
میرے موکل مولوی گھڑو میاں صاحب نے مجھے وکیل
مقرر کیا ہے۔ اس بارے میں کہ میں آپ کی خدمت
شادی کے معاملہ میں کچھ گفتگو کروں۔ وکالت نامہ مرتب
ہو چکا ہے۔ اسی حق کی بنا پر میں آپ سے گفتگو کرنے کا مجاز
ہوں: فرمائیں آپ کو جو کچھ فرمانا ہے!
(دال شرماتی گھبراتی اور ہنس کر منہ چھپا لیتی ہے۔ پھر آواز)
واہ رام :- فرمائیں، فرمائیں، میں حاضر ہوں!
زندو متی :- اری کہتی کیوں نہیں! کیا منہ میں مونگ بھر لی ہے!
دال بیگم :- نہیں زندو تو ہی کہہ دے! مجھ سے نہ ہوگا!
زندو متی :- اچھا بھئی۔ شادی بھی میں ہی کر لونگی! (یہ بھی پردہ
کے قریب جاتی ہے) آپ کا سوال اور وکالت نامہ معلوم
ہوا: یہ مقدمہ صدر جو با نگارش ہے کہ اس وکالت نامہ کو
سنکر جو آپ کو آپ کے دوست گھڑو میاں صاحب
سے حاصل ہوا ہے۔ میری موکلہ مولویہ جنابہ دال بیگم صاحبہ
نے مجھے اختیار دیا ہے کہ میں انکی طرف سے انکے ہونے
والے شوہر سے یا انکے موکل سے گفتگو کروں۔ پس میں
اس اقتدار اعلیٰ کی بنا پر جو مجھے میری موکلہ سے حاصل
ہوا ہے۔ یہ عرض کرنا چاہتی ہوں کہ قبل اس کے کہ اصل
معاملہ کی بات چھڑے۔ پہلے وکالت ناموں کی تصدیق دونوں
موکلوں سے ہو جانی چاہیئے۔ پس کیا میں اسکی تصدیق آپ
کے دوست کی زبانی سن سکتی ہوں!
واہ رام :- ہاں ہاں کیوں نہیں! (گھڑو میاں سے) کہہ دو یار
کہ میں تصدیق کرتا ہوں! — بولو!
گھڑو میاں :- (رکتے ہوئے) جی ہاں — میں تصدیق کرتا ہوں
واہ رام :- لیجئے صاحب! میرے موکل نے تو تصدیق کر دی
اب آپ بھی اپنی موکلہ سے تصدیق کرا دیں!
زندو متی :- لو بیگم اب تم بھی کہہ دو (شرم کے مارے دال بیگم
ہنستی اور منہ چھپا لیتی ہے) جی نہیں، اسطرح کام نہیں
چلے گا جناب: ضابطہ کے تحت آپ کو ہاں کہنا ہی پڑے گا:
کہیئے!
دال بیگم :- (بڑے تکلف سے) جی ہاں!
واہ رام :- ہاں تو جناب اب فرمائیں:
زندو متی :- میری موکلہ چاہتی ہیں کہ شادی کے بعد بھی انکی
آزادی ہر طرح باقی رہے: یعنی آزادی کا مطلب یہ ہے کہ وہ
جس سے چاہیں مل سکیں۔ جہاں چاہیں جا سکیں اور جو چاہیں
کر سکیں۔ اس میں آپکو کوئی اعتراض تو نہ ہوگا؟ میرا سوال یہ
ہے کہ آپ کا جواب کیا؟
واہ رام :- جی ہاں! ہمیں بھی اس میں کوئی اعتراض نہیں: مگر
میرے موکل چاہتے ہیں، کہ انکی بیوی نہایت محبت کرنے والی،
خوش اخلاق فیشن ایبل مگر عصمت شعار اور فرمانبردار ہو
اور جس وقت وہ چاہیں، انکے سامنے حاضر رہیں۔ ان شرائط
کو ماننے میں کسی شریف عورت کو کوئی اعتراض نہ ہونا چاہیئے
اور ظاہر ہے کہ آپ کی موکلہ بھی ایک شریف عورت ہیں
لہذا میرا سوال یہ ہے۔ آپ کا جواب کیا؟
زندو متی :- جی ہاں، آپ جو شرافت کا واسطہ دیتے ہیں، تو
کم سے کم اسکی لاج رکھنے کی خاطر بظاہر عورتوں کو ایسی

شرطیں منظور کرنی ہی پڑتی ہیں۔ مگر میری موکلہ ایک نہایت آزاد خیال خاتون ہیں۔ اس لئے وہ کبھی کسی قسم کی پابندی بزور بردستی گوارا نہیں کر سکیں گی۔ لہٰذا اگر کبھی اتفاقاً ان بن ہو جائے۔ تو وہ چاہتی ہیں کہ انہیں شوہر کو مہر لیکر طلاق دینے کا حق حاصل رہے۔ میرا سوال یہ ہے۔ آپ کا جواب کیا؟

واہ رام :- میرے موکل بھی نہایت آزاد خیال ہیں اور آزاد خیالی کو پسند کرتے ہیں۔ اس لئے انہیں یہ شرط منظور کرنے میں کوئی عذر نہیں۔ لیکن جس طرح وہ کسی کو تکلیف دینا نہیں چاہتے اسیطرح خود بھی تکلیف اٹھانا نہیں چاہتے۔ لہٰذا نئی بیوی کو طلاق دینے سے پہلے میرے موکل کے لئے دوسری بیوی کا انتظام بھی کر دینا لازمی ہوگا۔ میرا سوال یہ ہے۔ آپ کا جواب کیا؟

زندومتی :- بظاہر ایک وفادار اور بے لوث محبت کرنیوالی بیوی کی حیثیت سے انہیں یہ شرط بھی منظور ہے لیکن ایسے موقعہ پر روپے کی سخت ضرورت ہوتی ہے۔ کیونکہ جس شوہر کو ایک بیوی طلاق دیدے۔ اسے پھر کون عورت پوچھ کر دیکھے گی؟ اس لئے ایسے موقعہ پر زرِ کثیر صرف کرنے کے خیال سے۔ اور زیادہ تر عام رواج کے تحت فی الحال ایک لاکھ روپیہ بصورت نقد بطور مہر آپ کو دینا پڑیگا میرا سوال یہ ہے۔ آپ کا جواب کیا؟

واہ رام :- اگرچہ میرے موکل ایک لاکھ روپے میں ایک لاکھ بیویاں کر سکتے ہیں مگر آپ کی موکلہ کی وفاداری اور بے لوث محبت کے خیال سے انہیں یہ بھی منظور ہے۔ لیکن چونکہ اتنی کثیر رقم کی یابجائی کے لئے کچھ گھر کے اثاثہ یا جاگیر جائداد وغیرہ کی ضرورت ہے۔ اس لئے یہ ضروری ہے کہ آپ کی موکلہ جہیز میں تقریباً دو لاکھ کا سامان وغیرہ لائیں۔ تاکہ طلاق کے وقت اونے پونے بیچ کر ان کی مہر کی رقم ادا کر دیجائے کیونکہ سیکنڈ ہینڈ مال عموماً آدھی قیمت پر بھی مشکل سے بکتا ہے: میرا سوال یہ ہے آپ کا جواب کیا؟

زندومتی :- لیکن شرع کا مسئلہ یہ ہے کہ جو مہر بیوی کے مال سے ادا کیا جائے، وہ مہر نہیں ہوتا۔ تو آپ اسطرح دیوی کا کاٹ کے دیو کو چڑھا کر کس طرح مہر ادا کر سکتے ہیں؟ میرا سوال یہ ہے۔ آپ کا جواب کیا؟

واہ رام :- لیکن شرع کا مسئلہ یہ بھی ہے۔ کہ مہر شوہر کی حیثیت سے زیادہ نہ باندھا جائے اور مہر کو ایک صلہ کرمی سمجھا جائے۔ نہ کہ عورت کی قیمت! پھر جو عورت ہر راج خانے کے مال کیطرح اپنی قیمت بڑھانی چاہے۔ اور اسی بڑھی ہوئی قیمت کے بھرے پر شوہر کی ناک میں دم رکھے۔ وہ شریف کب کہلا سکتی ہے؟ میرا سوال یہ ہے۔ آپ کا جواب کیا؟

زندومتی :- یہ بہت معقول بات ہے! اس لئے شریفوں کیطرح ہم بھی رقم یا فاحشانہ زر پرستی کے مقابلہ میں شرافت و محبت کو ترجیح دینا چاہیئے لہٰذا بغیر کسی شرط کے یہ نکاح طے کرتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ آپ جو شرافت کا الاپنا دے رہے ہیں۔ خود بھی اپنی شرافت پر قائم رہیں گے: میرا سوال یہ ہے۔ آپ کا جواب کیا؟

واہ رام :- جی ہاں۔ ہم اس کا وعدہ کرتے ہیں۔ اور ہمیں ایسا ہی نکاح منظور ہے۔ لہٰذا آپ کا سوال ہی ہمارا جواب ہے اور اب ہمارا سوال کوئی نہیں۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ آج کی گفتگو اور شرائط پوری پوری نقل ہو کے کاغذوں پر دستخط ہو جائیں۔ لہٰذا آپ جا کے ذرا دوات قلم کاغذ وغیرہ لائیں!

زندومتی :- جی اچھا! میں ابھی لائی!

(جاتی ہوئی سہیلیوں کو چپکے سے اشارہ کر دیتی ہے۔ وہ بھی ساتھ ہو لیتی ہیں۔ پھر سب باہر نکل کر دروازہ لگا لیتی ہیں اور ادھر واہ رام اور اس کے دوست بھی باہر جا کر دروازہ لگا لیتے ہیں۔ اور دونوں کھینچکر پردہ گرا دیتے ہیں اور زندومتی اور اس کا شوہر باڑے سے کان لگائے کھڑے رہتے ہیں۔ جیسے پردہ گرتا ہے وہاں بیگم پر کھلتا ہے۔ کہ وہاں گھرو میاں کی بجائے ہائے میاں ہیں وہ بہت گھبراتی

(اور بھاگنے کی کوشش کرتی ہے۔ مگر ہائے میاں اسے پکڑ لیتے ہیں)

وال بیگم:۔ چھوڑ دیجئے مجھے۔ میں جانا چاہتی ہوں!

ہائے میاں:۔ لیکن اب تو آپ میری اجازت کے بغیر کہیں نہیں جا سکتیں!

وال بیگم:۔ کیوں؟

ہائے میاں:۔ اس لئے کہ اب تو آپ خاکسار کی بیوی ہیں!

وال بیگم:۔ بیوی ہوں! — وہ کیسے؟

ہائے میاں:۔ ابھی تو نکاح ہوا..... دو چھ چھ گواہوں کے سامنے۔

وال بیگم:۔ آہ، مگر یہ آپ نے کیا سانگ رچایا!

ہائے میاں:۔ محض وہم کا! کیونکہ آپ کو تو اس زندگی کے لونڈے سے نفرت تھی.......... اور مجھ سے نفرت! (آغوش میں لے لیتا ہے)

وال بیگم:۔ جی نہیں۔ مجھے تو آپ سے نفرت نہیں بلکہ محبت ہے!

واہ رام:۔ (بیوی سے) کیوں آپ کی سہیلی کی زندگی برباد ہو جائے گی نا؟ — اور وہ ان سے پریم ہی نہیں کرتی!

ہائے میاں:۔ (اپنی بیوی سے) تو پھر آپ مجھ سے بھاگیں کیوں؟

وال بیگم:۔ جی نہیں۔ میں آپ سے بھاگی تو نہیں!

ہائے میاں:۔ (مسکراتے ہوئے) تو پھر کیا آزاد خیالی کا مظاہرہ کرنے کے لئے دوڑیں!

وال بیگم:۔ (مسکراتے ہوئے) جی نہیں، محبت کی بیتابی دکھانے کے لئے!

ہائے میاں:۔ کیا سچ؟ — آہ! میں بھی کتنا خوش نصیب ہوں!

جناب جمیل احمد کندھاپوری
(بی۔اے)

ڈراما میں پلاٹ اور کردار نگاری

پلاٹ:۔ پلاٹ نہ صرف ڈراما کے لئے لازمی ہے۔ بلکہ ناول کے لئے بھی۔ کیونکہ اس کے بغیر نہ تو ڈراما عالمِ وجود میں آ سکتا ہے اور نہ ناول —— پھر بھی اس ظاہری یگانگت کے باوجود ڈراما اور ناول کے اصول و ضوابط میں زمین و آسمان کا فرق ہے ڈراما کی تصنیف کا اصل مشا چونکہ یہ ہوتا ہے۔ کہ اسے اسٹیج کیا جائے۔ اس لئے اس کے فنی اصول میں ان بنیادی ضروریات کا بطور خاص خیال رکھا جاتا ہے۔ جو اس کے تمثیل کئے جانے میں ممد و معاون ثابت ہوں۔

ناول اس لئے تصنیف کیا جاتا ہے۔ کہ قاری تنہائی میں بیٹھکر اس سے لطف اندوز ہو۔ طوالت یا اختصار کی اس میں شرط نہیں۔ وہ چاہے تو اتنا مختصر ہو۔ ایک گھنٹہ میں ختم ہو جائے۔ یا اس قدر طویل کہ اس کے مطالعہ میں بیسیوں گھنٹے صرف کر دینا پڑیں۔ مگر ڈراما نویس کو یہ آزادی حاصل نہیں۔ اس کے لئے پلاٹ میں اختصار سے کام لینا از بس ضروری ہے۔ ورنہ اگر پلاٹ پیچیدہ اور طویل ہو۔ تو اس کے اسٹیج کرنے میں چار پانچ گھنٹے سے زیادہ صرف ہو جائیں گے۔ اور بے جا طوالت سے تماشہ بین حضرات کو نہ صرف کوفت ہی محسوس ہوگی۔ بلکہ وہ بیزار بھی ہو جائیں گے۔ اور ڈراما بے اثر ہو کر رہ جائے گا۔ ناول کے لئے یہ لازمی نہیں کہ اسے قاری ایک ہی نشست میں ختم کر دے۔ اسکا مطالعہ اگر متعدد ہفتوں میں بھی ختم ہو تو کوئی مضائقہ نہیں۔ مگر ڈراما کے لئے یہ ضروری ہے۔ کہ وہ ایک اور صرف ایک ہی نشست میں ختم ہو جائے۔ اس سبب سے بھی ڈرامے کے لئے اختصار نہایت لازمی ہے۔ اسی وجہ سے ڈراما نگار کو ایک محدود فضا کے اندر رہ کر کام کرنا پڑتا ہے۔ اور ناول نویس کی طرح بیجا تفاصیل میں پڑکر غیر ضروری باتوں کو اپنے ڈرامے میں جگہ نہیں دے سکتا۔ وہ تو صرف چند نہایت اہم اور ضروری مناظر کو منتخب کر کے ان پر ڈرامے کی عمارت قائم کرتا ہے۔

جہاں ناول اور ڈراما میں بعید تضاد ہے۔ وہاں افسانہ اور ڈراما میں کافی مماثلت بھی پائی جاتی ہے۔ دونوں میں متنوع زندگی کے صرف کسی ایک ڈرامائی واقعے کو منتخب کر کے اس کی خیرہ کن جھلک دکھائی دیتی ہے۔ مگر وہ جھلک اپنی اثر خیزی کے لحاظ سے اتنی مکمل ہوتی ہے۔ کہ اس میں تشنگی کا گمان نہیں رہتا۔

کردار نگاری:۔ بعض حضرات کا خیال ہے۔ کہ ڈرامے کا تعلق لازمی طور پر چونکہ حرکت (Action) سے ہے۔ اس لئے اس میں کردار نگاری کی کوئی خاص ضرورت نہیں۔ اسی قیاس پر اب بھی بے شمار ڈرامے تصنیف کئے جاتے ہیں۔ مگر اس قسم کے خیالات صرف غلط فہمی اور عدم واقفیت پر مبنی ہیں۔ کیونکہ صرف کردار نگاری ہی وہ عنصر ہے۔ جو درحقیقت ڈرامے کو فنی عظمت بخشتی ہے۔ کردار نگاری ڈرامے کے لئے بھی اسی طرح لازمی ہے۔ جسطرح افسانہ و ناول کے لئے۔ شیکسپیئر کی زندہ جاوید شہرت اس کے کامیاب پلاٹ کی رہین منت نہیں۔ بلکہ اسکی عظمت کا راز اس امر میں پوشیدہ ہے۔ کہ وہ بلاشبہ فطرت کردار نگاری کا بادشاہ ہے۔ اس کے کردار کاٹھ کے پتلے نہیں۔ بلکہ چلتے پھرتے انسان معلوم ہوتے ہیں۔ جن کی رگوں میں گرم گرم انسانی خون دوڑ رہا ہے۔ اس کا ڈراما میکبتھ بعض نقادوں کے خیال میں اس کا شاہکار تسلیم کیا جاتا ہے۔ مگر اس ڈرامے کی شہرت اور مقبولیت کی وجہ یہ امر قتل و خون کے وہ تذکرے نہیں جن سے اس کا پلاٹ لبریز ہے۔ بلکہ یہ اور صرف یہ کہ شیکسپیئر

نے اس میں میکبتھ کا کردار ایسے ہی زبردست مصور کی طرح پیش کیا ہے جو دوسرے ڈراما نگاروں کے لئے قریب قریب ناممکن ہے

اب چونکہ ڈرامہ کا بنیادی اصول اختصار ہے۔ اس لئے کردار نگاری میں بھی ڈرامانسٹ کو نہایت اختصار سے کام لینا پڑتا ہے۔ ناول چونکہ زندگی کی مکمل تفسیر ہوتا ہے اس لئے اس میں مصنف کو آسانی حاصل ہے۔ کہ وہ آہستہ آہستہ رفتہ رفتہ اپنے کردار کے خدوخال، عادات و اطوار تین پر روشنی ڈالے۔ مگر ڈرامانگار کو یہ آزادی نصیب نہیں۔ اسے تو بس صرف چند منتخب مناظر پیش کر کے اسی میں کردار نگاری کے جوہر دکھانا پڑتے ہیں۔

کردار کے لئے یہ لازمی ہے کہ اس کے منہ سے نکلا ہوا کوئی لفظ بھی ایسا نہ ہو، جو اس کے کیریکٹر سے مطابقت نہ رکھتا ہو۔ اس لئے اپنے کردار کے عادات و خصائل کو مدنظر رکھتے ہوئے۔ ڈرامانگار کو مکالمہ تحریر کرنا پڑتا ہے۔ ورنہ کردار کی زبان سے اگر کہیں کوئی ایسا جملہ نکل گیا۔ جو اس کی فطرت کے خلاف اور برعکس ہو تو تماشہ بین حضرات پر اس کا اثر نہایت خراب پڑے گا۔

اس سلسلہ میں یہ واضح کر دینا بھی ضروری ہے۔ کہ ڈرامانسٹ کو کردار نگاری میں کردار کے صرف انہی عادات و خصائل کو بیان کرنا چاہیئے جن کا تعلق پلاٹ سے ہو۔ چونکہ اس کی دنیا محدود ہے۔ اس لئے اسے اپنے کردار کی دیگر غیر ضروری خصوصیات کو نظرانداز کرنا پڑتا ہے۔ ناول نویس کو اس جگہ کامل آزادی ہے۔ کیونکہ وہ چاہے تو اپنے کردار کا تجزیہ نفسی بال کی کھال نکالنے کی حد تک کر سکتا ہے۔

ڈرامانگار کے لئے اختصار کے علاوہ ایک دوسری شرط یہ بھی ہے کہ اسکے کردار میں اپنی شخصیت کو پوشیدہ اور علیحدہ رکھنا پڑتا ہے۔ اگر اسکی شخصیت کا ہلکا سا نقش بھی ڈرامے میں غالب آ گیا تو فنی اعتبار سے ڈراما ناقص ہو جائے گا۔ ناول نویس کو ڈرامانگار کے برعکس اس جگہ بھی کامل آزادی ہے۔ وہ چاہے تو اپنی شخصیت کو اپنے کردار سے ہم آہنگ کر سکتا ہے۔ انکے افعال و عادات پر بغیر کسی تکلف کے رائے زنی کر سکتا ہے۔ مگر ڈرامانگار پابہ زنجیر ہے۔ اسے اپنے کرداروں سے گھل مل جانے کی اجازت نہیں۔ اس کے لئے یہ ازبس ضروری ہے کہ وہ اس سے جدا رہے۔

اب ہمیں یہ دیکھنا ہے۔ کہ آخر وہ کونسے طریقے ہیں جنکی مدد سے ایک ڈرامانسٹ کردار نگاری کے جوہر دکھا سکتا ہے۔ ناول نویس کے لئے تو ہمیشہ ایک سیدھی اور آسان راہ کھلی ہوتی ہے۔ یعنی وہ اپنے کرداروں کے متعلق یہ بتلا سکتا ہے کہ فلاں مرتاب ہے اور فلاں اچھا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اسمیں یہ برائی ہے اور اس میں یہ خوبی۔ ۔ ۔ ۔ یہ شیطان سیرت ہے اور وہ فرشتہ خصلت۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وغیرہ۔ مگر ایک ڈرامانسٹ کیلئے کردار نگاری کی صرف دو ہی صورتیں ہیں (۱) پلاٹ اور (۲) مکالمہ۔ بس صرف انہی دو چیزوں کی مدد سے وہ کردار نگاری جیسے اہم فرض سے سبکدوشی حاصل کر سکتا ہے۔

بادی النظر میں ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ پلاٹ کے ذریعہ کردار نگاری ناممکن ہے۔ مگر یہ خیال غلط ہے۔ کیونکہ کہانی کی رفتار سے ان کرداروں کے اچھے اور برے خصائل تماشہ بینوں پر بخوبی آشکار ہو جاتے ہیں جن کا تعلق اس ڈرامے سے ہوتا ہے۔ جس طرح پھل کو دیکھ کر ہم درخت کا پتہ لگا سکتے ہیں۔ اسی طرح کسی کردار کی حرکات۔ ۔ ۔ ۔ ۔ سے بھی اسکی عادت کا حال معلوم ہو سکتا ہے۔ اسی لئے بعض ناقدانِ ادب نے کہا ہے کہ پلاٹ اور کردار نگاری کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ شیکسپیئر کے شہرہ آفاق کردار ہملیٹ۔ میکبتھ اور اوتھیلو کے مکالمات کو نظرانداز کر کے اگر ہم صرف انکی حرکات پر ہی توجہ کریں، جب بھی انکے کیرکٹر سے ہم ایک بڑی حد تک آگاہ ہو سکتے ہیں۔

کردار نگاری کا دوسرا اور نہایت اہم ذریعہ مکالمہ ہے۔ کیونکہ کسی شخص کی گفتگو ہی سے ہم اسکے طبعی رجحانات کا پتہ چلا سکتے ہیں۔ کرداروں کے جذبات دلی کیفیات اور اسکے احساسات مکالمہ کی مدد ہی سے قارئین پر اچھی طرح واضح ہو سکتے ہیں۔ مکالمہ اور حرکت (Action) کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ کیونکہ پلاٹ کرداروں کی باہمی گفتگو کے ساتھ ہی ترقی کر سکتا ہے۔ ناول کیطرح ڈراما میں بھی مکالمہ کا اصل مقصد کردار نگاری ہے۔ ڈرامائی مکالمہ کو کردار نگاری کا ایک اہم ذریعہ تسلیم کر لینے کے بعد اسکی دو قسمیں کی جا سکتی ہیں:

اول کسی کردار کی زبان سے نکلے ہوئے وہ جملے جو وہ باہمی گفتگو کے سلسلے میں دوسرے کردار کے سوالات کے جواب میں عرض کرتا ہے۔ دوم کسی کردار کی زبان سے ادا کئے ہوئے وہ جملے جو کسی غیر موجود کردار کی عادات و اطوار کے متعلق رائے زنی کی حیثیت رکھتے ہیں!

اول الذکر قسم کے متعلق کچھ عرض کرنا تحصیل لاحاصل ہے کیونکہ ڈراما میں کسی کردار کی گفتگو سے ہم عملی طور پر اس کے کیرکٹر سے کم و بیش آگاہ ہو جاتے ہیں۔ ویسے بھی کردار نگاری کا اصل ذریعہ اسی قسم کا مکالمہ ہے۔ جس میں خود کسی شخص کی زبان سے نکلے ہوئے جملوں ہی سے اسکے احساسات و جذبات، عادات و اطوار کا حال معلوم ہو جاتا ہے۔ اس قسم کی مثالیں جس میں مکالمہ کو معیت کردار نگاری کا ذریعہ بنایا جاتا ہے۔ ہمیں مولیئر اور ابسن کے ڈراموں میں بکثرت ملتی ہیں۔

دوسری قسم وہ ہے جس میں کسی شخص کے متعلق کوئی اور شخص اسکی غیبت میں اچھے یا برے خیالات کا اظہار کرتا ہے اس قسم کے مکالموں سے ہمیں کسی کیرکٹر کے محاسن یا معیوب جاننے میں بڑی مدد ملتی ہے۔

ہم نے اوپر بتایا ہے۔ کہ ڈراما نگار کے لئے کردار نگاری صرف مکالمہ کے ذریعہ ہی سے ممکن ہے۔ مگر نہیں ——— ایک اور صورت خودکلامی (Soliloquy) بھی ہے۔ "خودکلامی" کیا ہے؟ ——— کسی کردار کے وہ خیالات جو اسکے دل و دماغ کے گرد چکر لگاتے ہیں۔ ناول نویس ان خیالات کو خود اپنی زبان سے بیان کر سکتا ہے۔ مگر ڈراما نگار کے لئے بجز خودکلامی کے دوسری کوئی صورت نہیں۔ علاوہ ازیں کسی کردار کی فطرت کی پست ترین گہرائیوں کو بے نقاب کرنے کے لئے بھی ڈراماٹسٹ کو اس سے مدد لینا پڑتی ہے۔ شیکسپیئر نے اپنے ڈرامے اوتھیلو میں خودکلامی سے کافی مدد لی ہے۔ اس ڈرامے کے ولین ایگو نے جابجا خودکلامی کے ذریعہ سے اپنے حقیقی جذبات کا اظہار کیا ہے۔ ایگو جیسے شیطان سیرت کردار کے تاریک خون کو قارئین پر آشکار کرنے کا خودکلامی سے بہتر ذریعہ شاید شیکسپیئر کے پاس نہ تھا۔ کیونکہ ایگو یوں معمولی مکالمہ یعنی باہمی گفتگو میں کبھی کوئی ایسا جملہ نہیں کہتا۔ جو غیر شریفانہ اور انسانیت سے گرا ہوا۔ . . معلوم ہو حتیٰ کہ اس کی شریک حیات ایمیلیا بھی اسکی ناقابل نفریں حرکات سے بے خبر رہتی ہے۔

خودکلامی کا رواج اب آہستہ آہستہ اٹھتا جا رہا ہے غالباً ابسن ہی وہ پہلا شخص تھا۔ جس نے اس مصنوعی طریقہ گفت و شنید کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔

سید بادشاہ حسین حیدرآبادی اس سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ خودکلامی کی جگہ اب ڈراموں میں نہیں رہی۔ اور جدید مصنفین نے اس کو ڈراموں سے خارج کر دیا ہے کیونکہ اس سے ایک قسم کا تصنع پایا جاتا ہے۔ اور لوگ ایک شخص کو اپنے سے مخاطب ہوتا دیکھ کر یہ سمجھنے لگتے ہیں۔ کہ وہ مجذوب کی بڑ ہے خودکلامی کو خارج کر دینے کے بعد ظاہر ہے۔ مکالموں کی اہمیت میں مزید اضافہ ہو گیا ہے۔ اور زمانۂ قدیم میں خودکلامی سے جو کام مصنف لیتا تھا یعنی بعض اہم واقعات کا اظہار اور کردار کی اندرونی سیرت کی وہ جھلک جو گفتگو میں ظاہر نہیں کی جا سکتی۔ اب مصنف مکالمہ ہی کے ذریعہ لیتا ہے:

جناب امین حزیں
(سیالکوٹی)

گل و شاعر

گل:- گل کہاں؟ میں جذبۂ بے باک ہوں — اک طلسمِ فطرتِ چالاک ہوں
بطنِ بیخ سبز کا اک اضطراب — بن گیا ہے "رنگ و بوئے لاجواب"
کل ضمیرِ شاخ میں جو موج تھی — آج میں صورت ہوں اسکے اوج کی
قائلِ تقدیر کی سعئی نظر!! — پڑ رہی ہے میری شانِ حال پر
اس کو کیا معلوم میری مشکلات — تھی پسِ پردہ مری جہدِ حیات
میں رگِ گلبن میں دوڑا مثلِ برق — فتحِ بابِ زندگی کی دھن میں غرق
بن کے نوکِ خنجرِ ذوقِ نمود — کھولدی یوں میں نے ہر گرہِ وجود
آنکھ تھی ننھی سی گویا ہر شگاف — یا "جنینِ مادرِ امکاں" کی ناف
دو ہی دن میں آنکھ کونپل بن گئی — "نورِ کے ساقی" سے گازی چمن گئی
نغمۂ بادِ صبا کا زیر و بم!اق ابر کی بے ریزیوں کا کیف و کم:
ہوگیا اذنِ جنوں میرے لئے — آن واحد میں ہوئے طے مرحلے
شاخ و برگ و خار اک تمہید تھی — باغ میں میرے ظہورِ حسن کی!

آنکھ رکھتا ہے "پسِ منظر" کو دیکھ
یعنی سعئی پیہم جوہر کو دیکھ

شاعر:- رستی ہے ہفت خواں ملتی نہیں — پر سکوں رہ کر کلی کھلتی نہیں
اضطراب "آئینۂ تقدیر" ہے — اور "عمل" تقدیر کی تصویر ہے

پھول بنتا ہے الجھ کر خار میں
زندگی ہے اسے ایں پیکار میں

جناب فضل حق قریشی

جنگ

افرادِ تمثیل

(۱) پروفیسر بنرجی ——— مشہور سائنسداں
(۲) مرنالنی ——— پروفیسر کی عزیزہ بہن
(۳) ہیمو ——— پروفیسر کا ملازم

منظر : پروفیسر بنرجی کا معمل۔ سائنس کے بے شمار آلات۔ شیشے کی نلکیاں اور بھبکے میزوں پر پھیلے ہوئے ہیں۔ سپرٹ لیمپ کے جلنے سے خفیف سنسناہٹ سی پیدا ہو رہی ہے۔ ہیمو داخل ہوتا ہے :

ہیمو :- سرکار! آپ کی بہن نیچے ملاقات کے کمرے میں آپ کا انتظار کر رہی ہیں۔

بنرجی :- (جوش میں) ہیمو : میں تمہیں خوشخبری سناؤں۔ جاؤ تمام دنیا میں خبر کر دو۔ پروفیسر بنرجی اپنے تجربہ میں کامیاب ہو گیا

ہیمو :- لیکن آپ کی بہن . . . .

بنرجی :- (کام میں بدستور مشغول) پانچ سال کی سرتوڑ کوششوں کے بعد محنت کا پھل آخر کار مل ہی گیا۔ اب شہرت اور دولت میرے قدموں میں ہوگی۔

ہیمو :- اور آپ کی بہن آپ کے انتظار میں ہیں۔ وہ کہتی تھیں۔

بنرجی :- تم جانتے ہو یورپ اور امریکہ کے بڑے بڑے سائنسداں مسلسل ناکامیوں کے باعث ہمت ہار کر بیٹھ گئے لیکن میں نے استقلال کو ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ اور اسی لئے آج کامرانی کا سہرا میرے سر ہے۔ صرف میرے سر! مگر ان باتوں کو ہیمو تم مشکل سے سمجھ سکو گے۔

ہیمو :- یہ ٹھیک ہے۔ لیکن ان سے کیا کہوں۔ وہ کب تک انتظار کرتی رہیں!

بنرجی :- انتظار۔ میرا انتظار۔ جاؤ۔ سب سے کہہ دو میں آج کسی سے ملاقات نہیں کروں گا۔

ہیمو :- کوئی غیر نہیں۔ وہ آپ کی بہن ہیں۔

بنرجی :- (کام چھوڑ کر) میری بہن! کون --- ! مرنالنی آ گئی کیا!

ہیمو :- اور کہہ کیا رہا ہوں اتنی دیر سے۔ وہ کہتی تھیں کہ میں بہت تھکی ہوئی ہوں۔ تاہم آرام گاہ میں جانے سے پہلے آپ سے مل لینا چاہتی ہیں۔

بنرجی :- بڑی بھول ہوئی۔ نوٹ بک میں لکھ لینا بھی کیا رہ گیا ۔ دیکھئے میری ایک بہن ہے۔ اسے بھی لینے کے لئے میں اسٹیشن پر نہ جا سکا۔ کیا کہتی ہوگی وہ اپنے دل میں ؟

ہیمو :- بہرحال وہ اب تو یہاں پہنچ چکیں۔ تاہم بڑی دیر سے انتظار کر رہی ہیں۔ اور اندیشہ ہے۔ کہ کہیں اس بات پر ناراض نہ ہو جائیں

بنرجی :- جاؤ! اسکو یہیں اوپر بھیج دو۔ نیچے ملاقات کے کمرے میں بہت سردی رہتی ہے۔ علاوہ ازیں یہ خوشخبری اسکو بھی تو سنانی ہے۔ یہیں اسی جگہ۔ مجھے یقین ہے کہ اسے بھی اتنی ہی خوشی ہوگی جتنی اسوقت خود مجھے ہے۔

ہیمو :- شاید آج کی تاریخ میں وہ کوئی خوشخبری سننے کیلئے تیار نہ ہوں۔ ان کا چہرا اترا ہوا ہے۔ وہ بہت ہی مغموم ہیں۔

بنرجی :- اپنے قیاسات کو رہنے دو۔ طویل سفر کے بعد ہر شخص کی

یہی حالت ہو جاتی ہے۔ لیکن میری کامیابی کی خوشی اس کی تمام کوفت دور کر دیگی۔

ہیمو:۔ سفر کی تھکن کچھ زیادہ معلوم نہیں ہوتی۔ لیکن غور فرمائیے سرکار۔ میرے اکلوتے لڑکے کو جنگ میں فوت ہوئے آج پورے تین سال ہو گئے ہیں۔

بنرجی:۔ ہاں بے شک انکار رنج و غم بے معنی نہیں۔ اکلوتا بیٹا اور وہ بھی وطن سے دور موت کے آغوش میں سو گیا مگر تم عورت ذات ہو۔ اور ایک ماں۔ مامتا ماری ماں۔ لیکن اس رنج و غم کا حاصل کچھ بھی نہیں۔ دنیا کی یہ ریت فانی ہے ہمیں چاہئے کہ ایسی باتوں کو بھلا دینے کی کوشش کریں۔ تنفس کے لئے زیبا نہیں کہ متوفی کے خیال میں ہر وقت غرق رہے

ہیمو:۔ جن چیزوں کا تعلق براہ راست دل سے ہو۔ جس ہستی کو انسان اپنے جسم کا ایک حصہ سمجھتا ہو۔ اسکی موت کا خیال ذہن سے نکالے نہیں نکلتا۔ کس طرح ممکن ہے کہ انگلی میں تو پھانس کا درد ہو تو دل کے اندر محسوس ہو۔ اور اس بچے کی موت کا خیال جسے خون جگر پلا کر پالا ہو حافظے کی لوح سے مٹا دیا جائے۔ معاف کیجئے آپ کی سائنس ان حقیقتوں کو نہیں سمجھ سکتی۔

بنرجی:۔ اچھا خیر۔ اب دیر مت کرو۔ جلدی سے جا کر مرنالنی کو یہاں بھیج دو۔ اور ساتھ ہی چائے کا انتظام.......

(پاؤں کی چاپ سنائی دیتی ہے)

ہیمو:۔ لیجئے۔ تنگ آ کر وہ خود ہی یہاں آ گئیں۔

مرنالنی:۔ (داخل ہوتے ہوئے) تم بھی یہیں آ کر بیٹھ گئے ہیمو۔ حالانکہ میں نے تاکید کر دی تھی کہ میں زیادہ انتظار نہیں کر سکتی۔ اور بھیا نے تو ہمیں بھلا ہی دیا۔

بنرجی:۔ بھلایا نہیں مرنالنی! میرے کام کی مصروفیت ہی کچھ ایسی تھی کہ میں اسٹیشن پر تمہارے استقبال کے لئے نہ آ سکا جس کا مجھے بہت افسوس ہے۔

مرنالنی:۔ خیر کوئی بات نہیں۔ گھر آنے کا راستہ مجھے معلوم تھا اور یوں بھی ٹیکسی والے منزل تک پہنچا ہی دیتے ہیں۔ مجھے چاہئے تھا کہ فوراً ہی آ جاتی۔ خواہ مخواہ سردی میں پلیٹ فارم پر بیٹھی انتظار کرتی رہی۔

بنرجی:۔ پلیٹ فارم پر کیوں۔ تمہیں ویٹنگ روم میں جانا چاہئے تھا

مرنالنی:۔ نہیں۔ میں نے تیسرے درجہ کا ٹکٹ لیا تھا۔

بنرجی:۔ اسکی وجہ؟ کیا تمہارے پاس روپے نہیں تھے۔ مجھے خط کیوں نہ لکھ دیا!

مرنالنی:۔ بزرگوں کی دعا سے۔ روپے پیسے کی کمی نہیں۔ میں نے ارادتاً ایسا کیا تھا۔ تم جانتے ہو۔ فوج کے تمام ہندوستانی سپاہی تیسرے درجہ میں سفر کرتے ہیں۔ لڑائی پر جاتے وقت اسوقت میرے بچے کو بھی تیسرے درجے ہی میں سفر کرنا پڑا تھا۔ مجھے اس لئے آج۔ اسکی برسی کے دن میں نے مناسب نہیں سمجھا کہ ریل کے کسی پر تکلف درجے میں سفر کروں۔

بنرجی:۔ اور ہاں۔ میں یہ پوچھنا تو بھول ہی گیا۔ کہ کیا واقعی آج دیپک کی برسی ہے۔ اسکو مرے ہوئے پورے تین سال گزر گئے؟

مرنالنی:۔ جو اطلاع مجھکو دی گئی تھی۔ کم سے کم اس کے حساب سے پورے تین سال ہو گئے ہیں۔ اور اسی لئے میں یہاں آئی ہوں کہ اس سنگین عمارت پر جو حکومت نے یادگار جنگ کے طور پر بنائی ہے سفید کنول کے کچھ پھول چڑھا سکوں۔ میرا بچہ بھی تو کنول کی مانند خوبصورت اور پیارا تھا۔

بنرجی:۔ ٹھیک ہے۔ لیکن مرنالنی انسان کو کسیقدر وسیع النظر ہونا چاہیئے۔ اس زمانے میں صبر و استقلال سے کام لینا بہت ضروری ہے۔

مرنالنی:۔ صبر و استقلال۔ تم اس سے زیادہ اور کیا چاہتے ہو۔ کہ اس صدمۂ عظیم سے میں پاگل نہیں ہوئی۔ مری نہیں۔ خودکشی بھی نہیں کی۔ اور اسوقت ان باتوں کا ذکر کرتے ہوئے بھی خاموش ہوں اور رو نہیں رہی۔ مجھ سے زیادہ صبر کوئی کیا کرے گا۔ میں نے اپنا دل پتھر کر لیا ہے۔ سینہ پر بھاری سل رکھ لی ہے۔ البتہ

خاموش چنگاریاں اندر ہی اندر مجھے جلا کر بھسم کر رہی ہیں۔ یہ میرے بس کی بات نہیں۔ دل کی آگ ہے بجھائے نہیں بجھ سکتی۔

بنرجی:۔ میں کہتا ہوں، کہ تم پچھلی باتوں کو بھول جانے کی کوشش کرو۔ گزرے ہوئے واقعات صرف سبق حاصل کرنے کے لئے یاد رکھے جاتے ہیں۔ مثلاً تمہارا کوئی اور بیٹا ہوتا۔ تو تم اسے جنگ پر نہ جانے دیتیں۔

مرنالنی:۔ میں ایسا کبھی نہ کرتی۔ کیونکہ میرے باقی بچے بھی رمیش ہی کی طرح بہادر ہوتے۔ تم کو کیا معلوم، وہ جنگ پر جانے کے لئے کس قدر خوش تھا۔ اسکے نغمے سے دل میں اس قدر جوش بھرا ہوا تھا۔ کہ میں خیال کرنے لگی۔ کہ شاید سورما ارجن کی آتما نے اس سنسار میں دوبارہ جنم لے لیا ہے۔

بنرجی:۔ پھر بھی اسکی رگوں میں بچپن کا خون تھا اگر اسے جنگ پر جانے سے روک دیا جاتا، تو وہ زیادہ بددل نہ ہوتا۔ اور اس طرح اس کا وہ جوش شاید دنیا میں کوئی مفید کام کر سکتا۔

مرنالنی:۔ بے شک۔ اگر تم سے مشورہ لیا جاتا۔ تو تم یہی کہتے۔ کہ میری طرح تیزاب کی بوندوں، گندھک کی ڈلیوں، اور شیشے کی نلکیوں، پیمانوں وغیرہ سے کھیلنے کیلئے میرے پاس بھیجدو۔ کیا میں غلط کہہ رہی ہوں؟

بنرجی:۔ اچھا، تو تمہارا یہ خیال ہے۔ کہ میرا یہ تمام مفید کاروبار محض بچوں کا کھیل ہے؟

مرنالنی:۔ نہ سہی۔ لیکن اس صورت میں رمیش کی تصویر اس کے باپ کے پہلو میں نہ لٹائی جا سکتی۔ اس کا باپ — وہ بھی تو جنگ کے دیوتا کے چرنوں میں بھینٹ چڑھایا گیا تھا۔

بنرجی:۔ اگر یہ منشیہ ہے۔ تو پھر رنج و غم کے کیا معنی؟ خوشی کی زندگی بسر کرو۔ اور پچھلی باتوں کو بھول جاؤ۔

مرنالنی:۔ تمہیں کیا معلوم کہ سینکڑوں قہقہے خون کے آنسوؤں میں ڈوب کر بلند ہوتے ہیں۔ رنج اور مسرت میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ تم جیسے انسان جنکو دنیا کا کوئی بچہ اپنا باپ کہکر نہیں پکار سکتا۔ ہمدردی اور محبت کی حقیقتوں کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔

بنرجی:۔ ہمدردی اور محبت خود غرض ہستیوں کے جذبات ہوتے ہیں۔ میں کہہ چکا ہوں۔ کہ انسان کو بہت زیادہ وسیع النظر ہونا چاہیئے معقول آدمی کی نگاہ کے سامنے تمام قوم بلکہ تمام دنیا کے لوگ ہوتے ہیں۔ وہ کائنات کو بہت بلند سطح سے دیکھتا ہے

مرنالنی:۔ تمہارا مطلب اس کائنات سے ہے نا۔ جو یہاں تمہارے کمرے میں موجود ہے۔

بنرجی:۔ تم مذاق اڑا رہی ہو کاش ان چیزوں کی اصلیت کو سمجھ سکتیں۔ تمہیں کیا معلوم مجھے ایسی زبردست اور حیرت انگیز کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ جو اس سے قبل دنیا کے کسی فلسفی کو نصیب نہ ہو سکی۔

مرنالنی:۔ یہ ممکن ہے۔ ایسا ہوا ہوگا۔

بنرجی:۔ صرف اتنی بات! مجھے یہ سنکر بہت افسوس ہوا۔ مجھے یقین تھا۔ کہ تم میری کامیابی پر اظہار مسرت کرو گی۔

مرنالنی:۔ درحقیقت مجھے بہت خوشی ہوئی ہے۔ اور میں تم کو مبارکباد بھی دونگی۔ خواہ اسکی نوعیت کچھ ہی ہو۔ لیکن ذرا سوچو تو سہی۔ اگر تم اسکی تفصیل مجھے بتا دیتے تو میں کوئی رائے قائم کر سکتی۔

بنرجی:۔ ہاں یہ ٹھیک ہے۔ لیکن ہمیشہ سے میرا یہ اعتقاد رہا ہے کہ اپنے رازوں کو محفوظ رکھا جائے۔ کسی سے کوئی بات مت کہو۔ حتیٰ کہ تم اس کے اظہار کے لئے مجبور ہو جاؤ۔ یہ ہے میرا اصول سوائے میرے کسی کو علم نہیں۔ کہ میں اس کام میں مشغول تھا لیکن بنرجی اب اسکی حقیقت کو مرنالنی کے سامنے بیان کر سکتا ہے۔ اجزائے ترکیبی اب بھی پوشیدہ رہیں گے۔ تاوقتیکہ میں کسی حکومت سے ایک معقول نذرانہ حاصل نہ کر لوں۔

مرنالنی:۔ حکومت سے؟ تمہارا مطلب؟ کیا یہ امور سلطنت سے متعلق ہے؟

بنرجی:۔ ہاں۔ بلکہ آئندہ زمانے میں ہر سلطنت کا دارومدار اسی پر ہوگا۔ میرا ارادہ ہے کہ سب سے پہلے اسکو اپنی ہی قوم کے

سامنے پیش کروں گا۔ لیکن اگر میرے اندازے کے مطابق پوری قدر و منزلت نہ ہوئی جیسا کہ دوسرے ماہرین فن کے ساتھ ہوتا رہا ہے۔ تو پھر میں کسی دوسری حکومت کو دیدونگا چین یا جاپان، جرمنی یا فرانس۔ ٹلی یا ترکستان۔ اس وقت سب میرے لئے برابر ہونگے۔

مرنالنی:۔ تمہیں یقین ہے۔ کہ وہ لوگ تمہاری ایجاد کو قدر کی نگاہوں سے دیکھیں گے۔ کہیں ایسا نہ ہو۔ کہ خود تمہاری قوم کی طرح وہ بھی تم کو ٹھکرا دیں۔

نبرجی:۔ نہیں۔ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔ جب دنیا کو معلوم ہوگا کہ میری ایجاد کس قسم کی ہے۔ تو وہ چاروں طرف سے اس پر جھپٹ پڑیں گے۔

نالنی:۔ کیا واقعی؟

نبرجی:۔ بلاشبہ ایسا ہی ہوگا۔ اگرچہ تم یہ اعتراض کرنے میں حق بجانب ہو۔ کہ فوج کے افسر اس قسم کے معاملات میں بہت احتیاط سے کام لیتے ہیں۔ لیکن میری ایجاد میں کسی دھوکے یا فریب کی گنجائش نہیں۔ وہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہوگی۔ جسے تسلیم کر لینے میں کسی کو پس و پیش نہ ہوگا۔

مرنالنی:۔ بہت اچھی بات ہے۔ اگر تمہارے یہ منصوبے پورے ہو گئے۔ تو مجھے اور بھی زیادہ خوشی ہوگی۔

نبرجی:۔ لیکن مجھے افسوس ہے مرنالنی۔ لڑائی کے متعلق اور خاص طور پر آج کے دن میرے لئے مناسب نہیں کہ اس قسم کی گفتگو کروں۔

مرنالنی:۔ کوئی ہرج نہیں۔ میں ایسی باتوں کی پروا نہیں کرتی اور یوں بھی محض جنگ کا ذکر بذات خود جنگ نہیں ہے۔

ہیمو:۔ چائے حاضر ہے سرکار!

مرنالنی:۔ لاؤ۔ رکھدو۔ اور اب تم بھی آجاؤ بھیا۔ ان تمام بکھیڑوں کو چھوڑ کر سیدھی طرح یہاں کرسی پر آ بیٹھو۔

نبرجی:۔ ابھی آتا ہوں۔ مشکل سے دو منٹ انتظار کرنا پڑیگا۔

مرنالنی:۔ نہیں فوراً چلے آؤ ــــ اور ہاں ہیمو۔ میری وہ چیز۔

ہیمو:۔ کیا۔ پھولوں کا ہار؟ وہ تو نیچے ہی رکھ آیا۔ اگر سرکار حکم دیں تو یہاں سے لے آؤں۔

مرنالنی:۔ نہیں رہنے دو۔ تم بہت اچھے لڑکے ہو۔ لیکن تمہارے پروفیسر صاحب بہت بُرے آدمی ہیں۔

نبرجی:۔ کیوں۔ کیا ہوا۔ کیا ناراض ہو گئیں؟

مرنالنی:۔ میں کہتی ہوں۔ کہ چائے ٹھنڈی ہو جائے گی۔ بس فوراً چلے آؤ۔

نبرجی:۔ توبہ ہے۔ لو چھوڑ دیا۔ سب سے زیادہ ضروری کام عورت ذات کس قدر گڑبڑ مچاتی ہے۔ مرنالنی: تم عورتوں کی باتیں سب سے زیادہ انوکھی ہوتی ہیں۔ تم ایک چیز کے لئے دوسری چیز کو قربان کر دینا چاہتی ہو۔ بے موقع و بے محل۔ بغیر سوچے سمجھے۔ علاوہ ازیں مکمل اور بے غرض جان نثاری کی اہلیت صنف نازک میں ہوتی ہی نہیں۔

مرنالنی:۔ ممکن ہے۔ تمہارا خیال درست ہو۔ لیکن یہ تو بتاؤ کہ تمہاری یہ ایجاد ہے کیا بلا!

نبرجی:۔ ہاں میں یہ کہہ رہا تھا۔ کہ میری یہ ایجاد لڑائی اور خونریزی میں انقلاب پیدا کر دیگی۔

مرنالنی:۔ کیا تمہارا یہ مطلب ہے۔ کہ اس سے جنگ کا بالکل خاتمہ ہو جائے گا۔

نبرجی:۔ نہیں پیاری بہن بچوں کی سی باتیں مت کیا کرو۔ جنگ زندہ رہنے کے لئے ضروری ہے۔

مرنالنی:۔ یہ موضوع میرے لئے بہت ہی دلچسپی کا باعث ہو۔ دنیا کی ہر چیز کی نسبت میری نگاہ میں اس کو زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ تم اس حقیقت کو نہیں سمجھ سکتے۔ کہ مجھ جیسی عورتیں اس کی بابت کیا محسوس کرتی ہیں۔ نوجوان بچوں کے اس منظم قتل کی بابت۔

نبرجی:۔ تم کیا کہہ رہی ہو۔ مرنالنی۔ بس خاموش ہو جاؤ! چھوڑو ان باتوں کو۔

مرنالنی:۔ کیسے چھوڑ دوں۔ ان باتوں کا ذکر میری زندگی کا سہارا

ہے۔ جنگ شروع ہونے سے قبل میرا شوہر تھا۔ اور ایک لڑکا۔ لیکن اسکے اختتام پر دونوں میں سے ایک بھی نہیں۔ میں دنیا میں سب سے زیادہ تنہا ہستی ہوں۔ مظلومیت کی حد تک۔

بنرجی :- بے شک میں جانتا ہوں کہ جنگ نے تم کو بہت صدمہ پہنچایا ہے۔ جگدیش کا خون بہاکر اور رمیش کو موت کے آغوش میں سلا کر۔

مرنالنی :- میرا رمیش دل شکستہ ہوکر مرا ہے بیٹا۔ یہ بات تمہارے کانوں کو بالکل بے اثر اور غیر سائنٹیفک معلوم ہوگی۔ لیکن یہ حقیقت۔ (دردناک لہجہ میں) میں بعض اوقات متعجب ہوتی ہوں۔ کہ آخر موت کا رحم و کرم مجھ پر کیوں عطا نہیں کیا جاتا۔ میں تنہا رہنے کے لئے کیوں مجبور کی جا رہی ہوں؟

بنرجی :- نہیں نہیں۔ مرنالنی تنہا نہیں ہے ہرگز نہیں۔ تم میرے ساتھ مسرت کی زندگی بسر کر سکتی ہو۔ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟ اس دنیا میں تمہارا صرف ایک ہی بھائی ہے۔ یعنی میں بھیں۔

مرنالنی :- خوب سمجھی۔ لیکن واضح رہے، کہ تم میرے شوہر یا بیٹے کی جگہ کوئی عمدہ نعم البدل نہیں بن سکتے۔ اور ایسی صورت میں جبکہ تمہارے خیالات کی دنیا میری تصورات کی نگری سے بالکل جدا ہے۔

بنرجی :- ہاں۔ میرا بھی یہی خیال ہے۔ لیکن اسکے باوجود افسردہ ہونے کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔ خیر مجھے اجازت دو کہ میں اپنی ایجاد کی تفصیل تمہیں سناؤں۔

مرنالنی :- ہاں ضرور۔ لیکن ذرا ٹھہرو۔ چائے کے برتن اٹھ جائیں (بلند آواز میں) ہیمو! یہ سب چیزیں۔

ہیمو :- بہت اچھا سرکار: کیا میں پوچھ سکتا ہوں۔ آپ کتنی دیر میں چلیں گی؟

مرنالنی :- بس کوئی آدھ گھنٹے میں۔ تم میرے ساتھ چلوگے بیٹا؟

بنرجی :- کہاں جانا ہے؟

مرنالنی :- کہہ تو چکی ہوں۔ یادگار جنگ کی سنگین عمارت پر کنول کے پھول چڑھانے ہیں۔ میں چاہتی ہوں کہ تم بھی ساتھ چلو۔

بنرجی :- بے شک میرا جی چاہتا ہے۔ کہ تمہارے ہمراہ چلوں لیکن سب سے پہلے اپنے کام سے فارغ ہو لوں۔ ذرا سی کسر باقی ہے۔ بیچ میں چھوڑ دینے سے نقصان کا اندیشہ ہے۔

مرنالنی :- مجھے تم سے یہی توقع تھی۔ اور اسی لئے کہا تھا۔ کہ تم میرے شوہر اور بیٹے کی جگہ کوئی عمدہ نعم البدل نہیں بن سکتے۔ تمہاری طرح وہ میری بات کو کبھی نہ ٹھکراتے۔

بنرجی :- تم ناراض ہوتی ہو، تو میں ضرور چلوں گا۔

مرنالنی :- نہیں۔ اب میں تنہا جاؤں گی۔ اور ہاں تمہاری یہ ایجاد

بنرجی :- سنانا تو نہیں چاہتا۔ لیکن تم اصرار کر رہی ہو۔ تو سنو! جب میں یہ کہتا ہوں۔ کہ لڑائی اور خونریزی میں انقلاب رونما ہونا چاہئے۔ تو میرا مطلب یہ ہوتا ہے۔ کہ اسے زیادہ سرعت پذیر ہونا چاہیئے۔ ابھی حال ہی میں جس جنگ سے سامنا کرنا پڑا تھا۔ وہ مضحکہ خیز مدت تک قائم رہی۔ چودہ سال — قریباً چودہ سال۔ بالکل لغو، غیر ضروری۔ اسکو چودہ دن سے زیادہ قائم رہنا نہیں چاہئے تھا۔

مرنالنی :- کیا تم نے ایسا ذریعہ معلوم کیا ہے۔ جس سے لڑائی کی طویل مدت کو مختصر کیا جا سکے۔ (کسی) باہمی سمجھوتہ یا اقرارنامہ کے ذریعہ۔

بنرجی :- میں جانتا ہوں کہ تم یہی چاہو گی — لیکن میرا مطلب بالکل برعکس ہے۔ جنگ میں حصہ لینے والوں کی سب سے بڑی آرزو یہ ہوتی ہے۔ کہ وہ اپنے حریف مقابل کو ایک ہی وار میں موت کے گھاٹ اتار دیں۔

مرنالنی :- اس میں شک نہیں۔ میں مانتی ہوں۔

بنرجی :- اسکا مطلب یہ ہے۔ کہ لڑائی کے ہتھیاروں کو ناقابل قیاس حد تک زیادہ خوفناک اور غارتگر ہونا چاہیئے۔

مرنالنی :- (تعجب سے) زیادہ خوفناک اور غارتگر۔ کیا یہ ممکن ہو سکتا ہے؟

بنرجی :- ہاں ہاں۔ ہم جنگ کے ضمن میں خوف اور دہشت کی انتہائی حدود تک نہیں پہنچے ہیں۔ لیکن بہت جلد اسکا امکان پیدا ہو جائے گا۔

مرنالنی :- میرا لڑکا انیس برس کا تھا۔ اور وہ اسی لڑائی میں مارا گیا۔ جس کا اسے بہت کم علم تھا۔ یہ میرے لئے کافی خوفناک امر ہے۔

بنرجی :- بے شک ماں کی محبت ایسی ہی ہوتی ہے لیکن واقعات کا مطالعہ ذرا وسیع النظری سے کرو۔ یعنی اپنے جذبات کو اپنے سے جدا کرکے سوچو۔

مرنالنی :- میں ایسا نہیں کر سکتی جنگ کی تمام کارگزاریاں مجھے یاد آ جاتی ہیں۔ ایک اس خیال سے کہ میرا بیٹا —— ایک ایسا لڑکا جس نے حال ہی میں کالج کی فضا کو چھوڑا تھا۔ مجھ سے چھین لیا گیا۔ عین اس وقت جبکہ اسکی حقیقی زندگی کا دور شروع ہونے والا تھا۔ اس جہان سے گذر گیا۔

بنرجی :- معلوم ہوتا ہے۔ کہ تم بہت زیادہ حساس واقع ہوئی ہو۔

مرنالنی :- میں چیزوں کو انکی اثر اندازیوں کے مطابق ہی محسوس کرتی ہوں۔ اس سے زیادہ نہیں۔ رمیش میرا اکلوتا بیٹا میرا لخت جگر۔ اسکے ساتھ میری بہت سی امیدیں وابستہ تھیں۔ اور وہ جدا ہو گیا۔ اب کچھ باقی نہیں رہا۔ کچھ بھی نہیں۔

بنرجی :- ہاں میں جانتا ہوں۔ لیکن درحقیقت تم کو رنج و غم میں اسقدر زیادہ مبتلا رہنا نہیں چاہیئے۔ یہ خود تمہارے لئے نقصان دہ ہے۔ تم کو چاہیئے کہ ذرا وسیع النظر ہو کر اپنے آپ کو ایک مدبر سیاست تصور کرو۔

مرنالنی :- مدبر سیاست۔ کیا خوب۔ اگر میرا رمیش بھی مدبر سیاست ہوتا۔ تو کبھی میدان جنگ میں نہ جاتا۔ بلکہ چالاکی سے اپنی جگہ کسی دوسرے شخص کو جانے کیلئے مجبور کر دیتا۔ یہ کہکر کہ جنگ کے نشیب و فراز پر غور کرنے کے لئے اسے ذرا دور رہنا ہی ضروری ہے۔

بنرجی :- خیر تم اسقدر دل سوختہ ہو۔ جو ہونا تھا سو ہو گیا۔

مرنالنی :- نہیں۔ میں دلسوز ہونے کی حد سے گزر چکی ہوں۔ آج جن باتوں کا مجھے علم ہوا ہے۔ کیا تم انہیں سننا پسند کرو گے

بنرجی :- ضرور۔ کوئی خاص بات ہے۔

مرنالنی :- ہاں۔ دراصل مجھے ابھی تک یہ معلوم نہیں تھا کہ رمیش کی موت حقیقتاً کس طرح واقع ہوئی۔ لیکن آج جبکہ اسٹیشن پر تمہارے انتظار میں بیٹھی ہوئی تھی۔ مجھے اسکا علم ہو گیا۔

بنرجی :- میں یہی چاہتا ہوں۔ کہ تم اس پر زیادہ توجہ نہ کرو۔ ان باتوں کا خیال دل سے نکال دو۔

مرنالنی :- میرے لئے ناممکن ہے۔ میں اسکا خیال کئے بغیر رہ نہیں سکتی۔ آج مجھے وہ شخص ملا۔ جو رمیش ہی کی فوج میں شامل تھا اس نے خود ہی ذکر چھیڑ دیا۔ لیکن جب یہ محسوس کیا کہ میں اصلیت سے لاعلم تھی، تو غریب بہت پشیمان ہوا۔ اور فوراً وہاں سے کھسک گیا۔

بنرجی :- بڑا بے وقوف انسان تھا۔ لوگوں کو چاہیئے۔ کہ اب وہ جنگ کا بہت زیادہ ذکر نہ کیا کریں۔ بہتر ہے کہ اسے فراموش ہی کر دیں۔

مرنالنی :- تمہیں یاد ہے۔ فوج کے سردار نے مجھے لکھا تھا کہ رمیش بندوق کی گولی سے ہلاک ہو گیا ہے۔ اور یہ کہ سرحد سے ذرا پرے اسکو دفن کر دیا گیا ہے۔

بنرجی :- ہاں۔ مجھے یاد ہے۔ اس نے تم کو تسلی بخش الفاظ بھی لکھے تھے۔

مرنالنی :- (دردناک لہجہ میں) یہ کسی حد تک میرے لئے باعث اطمینان تھا۔ یہ تصور کرنا آسان ہو گیا تھا۔ کہ وہ لنگڑا یا اپاہج نہیں ہوا۔ یعنی یہ کہ میرا بچہ مرنے کے وقت بھی اتنا ہی پیارا اور خوبصورت تھا۔ وہ سپاہی رہا۔ سپاہیوں نے اسے دفن کیا۔ ایک سپاہی کی قبر میں۔ لیکن بھیا۔ یہ سب کچھ جھوٹ تھا۔

بنرجی :- جھوٹ! کیا مطلب؟

مرنالنی :- وہاں دفن کرنے کیلئے رکھا ہی کیا تھا؟ گرا۔ یا خاک

نغمۂ حرم

ازکر رہ گئی۔ اور بس۔ کیا تم مانو گے۔ کہ یہ امر کس قدر دلسوز ہے۔ اسکے مرنے میں کوئی خوبی نہیں تھی۔ وہ اپنی بہادری کے جوہر دکھا ہی نہ سکا۔ اور پھر بھی تم کہتے ہو۔ کہ اس معاملے میں زیادہ وسیع النظری سے کام لوں۔ اُف! میرا بچہ! وہ ایک معمولی کم گہری خندق میں تھے۔ رمیش اور اسکے ساتھی

نبرجی :۔ بس میں اس سے زیادہ تم کو سنانے کی اجازت نہیں دے سکتا۔

مرنالنی :۔ نہیں۔ بات پوری ہو لینے دو۔ انکو وہاں بیٹھے بیٹھے آٹھ دن اور آٹھ راتیں گذر گئیں۔ وہ انتظار کرتے رہے انتظار ہی انتظار۔ اور پھر اس مورچہ کے عین وسط میں ایک گولہ آیا۔ اور ان سب کو تباہ کر دیا۔ وہ پانچ تھے۔ کوئی باقی نہیں بچا۔ کوئی نہیں۔

نبرجی :۔ یقیناً۔ بہت افسوسناک امر ہے۔ لیکن اب اسکے سوا کوئی چارہ نہیں۔ کہ صبر سے کام لیا جائے۔

مرنالنی :۔ تمہاری ایجاد کیا ہے۔ اسکی تفصیل سناؤ۔

نبرجی :۔ میرا خیال ہے کہ ہمیں اس موضوع پر گفتگو نہیں کرنی چاہیئے۔ اسوقت تم بہت رنجیدہ ہو۔ اس شخص کو چاہیئے تھا۔ کہ وہ رمیش کا ذکر تم سے نہ کرتا۔

مرنالنی :۔ اسکا خیال تھا۔ کہ میں جانتی ہوں ۔ لیکن تمہاری ایجاد کیا ہے؟

نبرجی :۔ میں پھر کبھی بتاؤں گا۔

مرنالنی :۔ میں معلوم کرنا چاہتی ہوں۔ کوئی ایسی چیز جو جنگ کو سرعت پذیر کر دے۔ جو جلدی ہی اس کا خاتمہ کر دے۔

نبرجی :۔ اچھا تمہاری مرضی۔ لیکن یہ ملحوظ رہے۔ میں ہرگز تسلیم نہیں کر سکتا۔ کہ لڑائی کبھی ختم ہو جائے گی۔ جنگ ہماری گھٹی میں پڑی تھی۔ نوع انسان کی فطرت میں اسکا زہر شامل ہے۔ پس ایسی ترکیب کرنی چاہیئے۔ جس سے جنگ اتنی ہولناک ہو جائے۔ کہ کوئی قوم دوسری قوم پر تسلط حاصل کرنے کا خیال تک دل میں نہ لائے۔ تاوقتیکہ اسے بالکل نیست و نابود کرنے کے ذرائع پیدا نہ کرلے۔ یہ نظریہ میں نے قائم کیا ہے۔ میں عنقریب جنگ کو ہولناک بنا دوں گا۔

مرنالنی :۔ بہت خوب۔ اب میں تمہارا مطلب سمجھ گئی۔ تمہاری ایجاد بہت معقول ہے۔

نبرجی :۔ میری میز پر جو کچھ تمہیں نظر آرہا ہے۔ یہ سب بم سازی کا سامان ہے۔

مرنالنی :۔ میں ان چیزوں کو ذرا قریب سے دیکھ سکتی ہوں۔

نبرجی :۔ یقیناً۔ میں بھی یہی چاہتا ہوں۔ آرزو ہے۔ کہ تم اسکی قدر کرتے ہوئے میری ہم خیال ہو جاؤ۔ دیکھو۔ ان لمبی لمبی نلیوں میں گیس بھری ہوئی ہے۔ جو بظاہر نظر نہیں آتی۔ لیکن اسقدر زہریلی ہے کہ فضا میں ملتے ہی ہزاروں لاکھوں جانداروں کا سانس روک سکتی ہے۔ اس کا مختصر سے مختصر جزو پھیپھڑوں میں پہنچتے ہی ہلاکت کا باعث بن سکتا ہے۔ ان نلکیوں کے ساتھ یہ آتش گیر مادے رکھے جاتے ہیں۔ جو ہلکی سی حرارت پاتے ہی گولے کے مضبوط آہنی خول کو پاش پاش کر سکتے ہیں۔ یہ خاص سنگریزے۔ یہ زہر میں بجھی ہوئی سوئیاں اور یہ تیزابی سفوف آپس میں رگڑ کھا کر حرارت پیدا کرتے ہیں۔

مرنالنی :۔ اس تمام سامان سے جو تمہاری میز پر ہے۔ تم کتنے گولے تیار کر لوگے؟

نبرجی :۔ کئی درجن۔ اور یہ بھی بتا دوں۔ کہ میرے بنائے ہوئے بم ایسے حقیر و ذلیل نہیں ہونگے۔ جیسے حال ہی میں جاپانیوں نے اہل چین پر پھینکے تھے۔ ان گولوں سے کچھ سہاگنیں بیوہ ہو گئیں کچھ بچے یتیم و لاوارث اور کچھ مائیں بے اولاد۔ یعنی مرنے والوں پر آنسو بہانے کے لئے لوگ زندہ بچ رہے۔ اسکے برعکس میرا صرف ایک گولہ پورے شہر کے لئے کافی ہے۔ اسکے گرتے ہی ہر جاندار صفحۂ ہستی سے مٹ جائے گا۔

مرنالنی :۔ تمہارا مطلب ہے کہ بالکل میرے رمیش اور اسکے ساتھیوں کی طرح کوئی بھی باقی نہیں بچیگا۔

نبرجی :۔ تم کتنی کج فہم ہو مرنالنی! ذرا بھی وسیع النظری سے

کام نہیں لیتی۔ صرف اپنے اقتدار کے رنگ میں ان چیزوں کا مطالعہ کرتی ہو۔ جن کا تعلق تمام نوع انسانی سے ہے۔

مرنالنی: میں ایسا کرنے کے لئے مجبور ہوں۔ کیونکہ عورت ذات ہوں۔ لیکن تم خاموش مت رہو۔ سنائے جاؤ۔ پورا شہر تباہ ہو جانے کے بعد کیا ہوگا؟

بنرجی: کچھ نہیں۔ جب سب سے ... اس پر گولے پھینکے جائیں گے اور تباہ کاریوں کا سلسلہ جاری رہے گا جب تک کہ دشمن قوم کمزور ہو کر پوری طرح ... نہ ہو جائے۔ باقی جو اب وہ وقت آگیا ہے۔ کہ کمزور کو اس دنیا میں زندہ رہنے کا حق حاصل نہیں رہا۔

مرنالنی: تمہارے نزدیک بہترین قوم کونسی ہوگی؟

بنرجی: صرف وہی جس کے پاس کثرت سے ہوائی جہاز یا طیارے ہونگے۔ اور میرے بنائے ہوئے بم کافی تعداد میں۔

مرنالنی: اور اگر تم سے یہ درخواست کی جائے۔ کہ تم اپنے اس نیک ارادے سے باز رہو اور اپنی اس عظیم الشان ایجاد کو عمل میں لانے سے قبل خود ہی تباہ کردو۔ تو کیا تم جیسا لائق سمجھدار انسان اپنی بہن کی التجا کو ٹھکرا دیگا۔ ایک ایسی بہن کی التجا کو جس کا نازک دل جنگ کی ہولناک تباہ کاریوں سے گھائل ہو چکا ہے۔ جو اپنا سب کچھ جنگ کے دیوتا کی نذر کر چکی ہے اور خود مایوس تنہا رہنے کے لئے اس دنیا میں باقی رہ گئی ہے

بنرجی: مجھے تمہارے ساتھ ہمدردی ہے۔ لیکن ساتھ ہی تمہاری عقل کا ماتم بھی کرنا پڑتا ہے۔ مرنالنی بچوں کی سی باتیں مت کیا کرو۔

مرنالنی: بعض دفعہ بچوں کی ضد کے آگے خواہ کتنی ہی وہ ضد غیر معقول ہی کیوں نہ ہو بڑوں کو سر جھکا لینا پڑتا ہے محض اس خیال سے کہ... وہ بچے ہیں۔ اس لئے کسی قدر رعایت کے مستحق۔ علاوہ ازیں میں تم کو واسطہ دیتی ہوں اس برادرانہ خلوص و محبت کا جو تمہارے دل میں میرے لئے موجود ہے۔ کہ اپنا ارادہ ترک کر دو۔

بنرجی: مجھے افسوس ہے۔ کہ میں ایسا کبھی نہیں کر سکتا۔

مرنالنی: تم نہیں کر سکتے۔ تو میں اس میز کو الٹ دونگی۔ اس تمام سامان کو برباد کر دوں گی۔ تاکہ ان اجزا سے تم کوئی بم تیار نہ کر سکو۔

بنرجی: ہوں۔ ایسی طفلانہ حرکت نہ کرنا مرنالنی۔ سب سے پہلے خود ہم دونوں کی جان خطرے میں پڑ جائے گی۔ ہر چند میں اپنی دوسری ایجاد سے یعنی اس کیمیاوی مرکب سے بنی ہوئی نقاب سے جو زہریلی گیس کے اثرات کو زائل کر سکتی ہے اپنے آپ کو بچا لوں گا۔ اور شاید تمہیں بھی۔ لیکن کیا تم سمجھتی نہیں کہ یکبار ایجاد کی ہوئی چیزیں۔ دوبارہ ایجاد نہیں کی جا سکتیں۔ میں اس تمام سامان کو پھر تیار کر لوں گا۔ ان چیزوں کو بنانے کی ترکیب میرے دماغ میں محفوظ ہے۔ جسے تم میز کے تختے کی طرح الٹ نہیں سکتیں۔ (خفیف ہنسی)

مرنالنی: (جوش میں) تمہارے دماغ کو۔ مغرور دماغ کو۔ میں الٹ سکتی ہوں۔ ضرور الٹ سکتی ہوں۔ میز کے تختے سے زیادہ آسانی کے ساتھ۔ لہٰذا تم تیار ہو جاؤ مرنے کے لیے۔

(پستول کی آواز۔ پروفیسر کی چیخ)

وسیع النظر وحشی انسان۔ ذلیل کتے۔ خونخوار بھیڑیئے مایوس تمنا ہوکر اس دنیا سے جا۔ سہاگنوں کا سہاگ لوٹنے والے اپنی زندگی کا انجام دیکھ۔ (با آواز بلند) رمیو۔ رمیو۔ جا۔ جلدی جا۔ پولیس میں خبر کر دے۔ مرنالنی نے تیرے پروفیسر کا خون کر دیا۔ لیکن ٹھہر اس سے پہلے سفید کنول کے پھولوں کا وہ ہار لے آ۔ تاکہ اس جنگ کے دیوتا پر آخری بھینٹ تو چڑھا دوں۔

(پردہ)

راجہ مہدی علیخاں صاحب

محبّت

مری محبوبۂ شیریں ادا نے — مری نکہت نے میری مہ لقا نے
مجھے دیکھا لگاوٹ کی نظر سے — اور اسکے لب یوں کچھ پھول برسے
"محبت روح جسم عارضی ہے — محبت زندگی کی زندگی ہے
محبت غایت الغایات ہستی — محبت حق نما ہے۔ حق رسی ہے" [illegible]

کہا میں نے کہ اے جانِ نزاکت — مری فردوس میری ماہ طلعت
محبت ہے اگر روحِ مسرت — محبت ہے گر جانِ حلاوت
تو پھر تجھکو اس سے عار کیوں ہے! — تری اک اک ادا انکار کیوں ہے؟
اٹھ اور آکر لگی دل کی بجھا دے — مرے تشنہ لبوں سے لب ملا دے
گلے میں ڈال آکر پیار سے ہاتھ — کر اظہار محبت یوں مرے ساتھ!
نہ شرما مجھ سے ہم آغوش ہو جا — نشے میں عشق کے مدہوش ہو جا
حیا کا پردۂ دلکش اٹھا دے — مرے تشنہ لبوں سے لب ملا دے
کہ روحِ مضطرب کو کچھ قرار آئے — محبت کے گلستاں میں بہار آئے

مری محبوبۂ شیریں ادا نے — مری نکہت نے میری مہ لقا نے
مجھے دیکھا لگاوٹ کی نظر سے — اور اسکے لب یوں کچھ پھول برسے
"نہیں تم واقفِ رازِ محبت — ہو تم ناواقفِ رازِ مسرت
مرا لب گر تمہارے لب سے مل جائے — ہمارے عشق کی منزل بدل جائے
نہ ڈالونگی گلے میں پیار سے ہاتھ — کہ ایسے ہاتھ ہیں تلوار [illegible]
میں ہم آغوش گر ہو جاؤں تم سے — قسم ہے مجھ کو میں کھو [illegible] تم سے
شرابِ وصل گر تم کو پلا دوں — ہمیشہ کے لئے تم کو [illegible]!
خدارا یہ خیالِ خام چھوڑو — محبت پھول ہے [illegible]
نہ دل میں وصل کی چاہت رہیگی — تو پھر کس بات کی حسرت رہیگی

تمہیں جب وصل کا انعام دونگی
فنا کا عشق کو پیغام دونگی"

نوشتہ: سن ینگ
(چینی ڈراما نویس)
جناب فرید جعفری

پے پن کی ایک رات

وقت:- ۱۰ جولائی ۱۹۳۷ء   جگہ:- پے پن

اشخاص

وی شو چنگ :- یونیورسٹی کی ایک نوجوان جوشیلی لڑکی۔
لی شو چنگ :- چھوٹی بہن۔ نہایت حسین۔ ساتھ ہی ارادہ کی کمزور
مسز لی :- دونوں بہنوں کی سوتیلی بیوہ ماں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
چین :- نوجوان انقلابی سپاہی۔ یونیورسٹی کا سابق طالب علم
سن چیا ینگ :- ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بوڑھا غدار
وانگ ما :- ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ خادمہ
ایک جاپانی افسر۔ دو چینی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

منظر:- مسز لی کے مکان کا ایک نہایت آراستہ کمرہ۔ وی شو چنگ ایک کرسی پر بیٹھی ہوئی خط لکھ رہی ہے۔ لیمپ کی روشنی میز پر پڑ رہی ہے بلقی کمرہ میں سائے پھیلے ہوئے ہیں۔ مسز لی پاس ہی آرام کرسی پر لیٹی ہے۔ وہ گہری فکر میں غرق ہے۔

دور سے گولیاں چلنے کی آواز آتی ہے اور کمرہ کی خاموشی میں دل دھڑکنے کی سی آواز پیدا ہوتی ہے۔ مسز لی کا چہرہ سفید ہو جاتا ہے۔ وہ گھبرا کر اٹھ کھڑی ہوتی ہے۔ اور کمرہ میں بیقراری سے آگے پیچھے تیز تیز قدم سے چلنے لگتی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

مسز لی:- نہ معلوم کیا بات ہے۔ پھر گولیاں چلنے لگیں۔ کیوں؟ آخر کیوں؟

لی شو چنگ:- معلوم ہوتا ہے کہ یہ شہر کے قریب ہی ہو رہے ہیں۔

مسز لی:- سنگ چین تو پے پن سے چلا گیا۔ پھر اب لڑائی کیسے رہ جاتی ہے؟ ۔ ۔ ۔ ۔ چیا سن ابھی تک کیوں نہیں آئے؟ وہ آ جائیں تو تفصیلات معلوم ہوں۔ انہیں ضرور معلوم ہوگا!

لی شو چنگ:- چیا سن! جی چیا سن؟ بھلا انہیں کیوں نہ معلوم ہوگا آج ہی شام کو میں نے انہیں لیگیشن کوارٹر کیبرٹ کار میں جاتے دیکھا۔ اکڑے ہوئے بیٹھے تھے۔ انکی کار پر جاپانی جھنڈا بھی لہرا رہا تھا۔ وہ کیا بتائیں گے؟

مسز لی:- جاپانی جھنڈے سے کیا ہوتا ہے؟ غالباً وہ اس کے لئے مجبور ہونگے۔ جب تک کہ کوئی غدار نہو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

لی شو چنگ:- وہ غدار نہیں ہیں؟ دیکھتی رہیئے۔ سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔

مسز لی:- (غصہ میں پھر کھڑی ہو جاتی ہے) تم سب کالج کی لڑکیوں کا یہی حال ہے۔ تم ہر ایک کو غدار سمجھتی ہو۔ جو بھی ہے، تمہاری نظروں میں غدار ہے۔ چیا سن پرانے دوست ہیں۔ تمہارے والد کہا کرتے تھے۔ کہ ان پر ہمیشہ بھروسہ کیا جا سکتا ہے۔ میں خود بھی چیا سن کو اچھی طرح جانتی ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ وہ کسی دن بہت بڑے آدمی بنیں گے۔ بڑے بڑے کام کریں گے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

لی شوچنگ :۔ بڑے بڑے کام کریں گے ! بہن شوینگ کہتی تھیں کہ ان کا سب سے بڑا کام یہ ہے۔ کہ کتے کیطرح متوسی کے پیچھے پیچھے دم ہلاتے رہیں۔ نکی بڑائی بھی یہی ہے۔ کہ جاپانیوں سے انکی گہری چھنتی ہے۔

مسز لی :۔ کیا متوسی ہی جاپانی سفیر ہے؟

لی شوچنگ :۔ نہیں وہ بڑا فوجی افسر ہے۔

مسز لی :۔ جیسے تمہاری بہن شوینگ سب سچ ہی تو کہتی ہیں بھلا سن بھلا ایک فوجی افسر کے پیچھے پیچھے دوڑ سکتے ہیں؟ ہاں اگر متوسی سفیر ہوتا۔ . . . .

لی شوچنگ :۔ آپ کو یہ نہیں معلوم کہ جاپان ایک فسطائی ملک ہے اور سفیر کو بھی فوجی افسر سے احکام لینے پڑتے ہیں۔

مسز لی :۔ تمہاری بہن نے تمہارے دماغ میں زہر بھر دیا ہے۔ اشتراکیت کا بھوت اس پر بری طرح سوار ہے۔ اور وہ سنک گئی ہے۔

لی شوچنگ :۔ بس رہنے بھی دیجئے . . . .

(منہ پھلا کر بیٹھ جاتی ہے)

مسز لی :۔ کیسی بھی ہے! تمہی بے وقوف تمہیں چاہئیے کہ تم اپنی بہن کا کافی خیال رکھا کرو۔ صبح سے گئی ہے اور ابھی تک واپس نہیں آئی۔ آجکل کے طالب علم سیاسیات میں بہت حصہ لے رہے ہیں۔ یہ بہت بری عادت ہے۔ انہیں زیادہ محتاط رہنا چاہیئے . . . .

لی شوچنگ :۔ (جھلا کر) ہاں میں بھی یہ جانتی ہوں لیکن شوینگ . . . .

(وانگ ما خادمہ چائے لاتی ہے)

وانگ ما :۔ خدایا! بڑا اندھیر مچا ہوا ہے۔ تھوڑی دیر کی بات ہے کہ سڑک پر بڑی گڑبڑ مچی ہوئی تھی۔ کچھ لوگ کہہ رہے تھے کہ جاپانی سپاہی شہر میں داخل ہو گئے۔ تمام دکانیں بند ہو گئیں پاگلوں کیطرح رکشا اور موٹر کار ہر طرف بھاگتے پھر رہے ہیں توبہ! توبہ! مس شوینگ ابھی تک واپس نہیں آئیں . . . . اور کھانا بالکل تیار ہے . . . .

(گھنٹی بجتی ہے)

مسز لی :۔ اسوقت کون آیا؟

وانگ ما :۔ چائے کی پیالیوں کو میز پر رکھتے ہوئے، شاید وہ آئی ہوں۔ میں دیکھتی ہوں۔

(وانگ ما جاتی ہے۔ مس لی شوینگ آتی ہیں)

لی شوینگ :۔ آپ سب یہیں بیٹھی ہیں (صوفہ پر بیٹھتے ہوئے) آپ کو نہیں معلوم کہ مجھ پر کیا کیا گزری؟ میرا سر دکھ رہا ہے۔ بڑا درد ہے . . . .

(سر جھکا کر آنکھیں بند کر لیتی ہے)

مسز لی :۔ شوینگ اتنی دیر کہاں لگا دی؟ تمہیں کرفیو کی بھی پروا نہیں؟

لی شوینگ :۔ (طعن میں ڈوبے ہوئے لہجہ میں) کرفیو! کرفیو کس لئے! ہم پر کرفیو لگانے کی ضرورت؟ پے پن میں اب بالکل امن ہے اور یہ آپ کو بھی معلوم ہے۔ سڑکوں کے کناروں سے ریگ کے تھیلے ہٹا دیئے گئے ہیں۔ خندقیں اور کھائیاں پاٹ دی گئی ہیں۔ اب کرفیو کی کیا ضرورت ہے؟ . . . . شوچنگ تمہیں اندازہ نہیں کہ مجھے کتنا دکھ ہوتا ہے!

شوچنگ :۔ شوینگ خاموش ہی رہیئے کسے دکھ نہیں ہوتا آج جو ہوا اس سے کسے تکلیف نہ ہوگی؟ سب کے سینوں پر پہاڑ ٹوٹ رہے ہونگے (آہ بھر کر) کیا کیا جائے؟ فائدہ؟ خاک!

شوینگ :۔ سچ ہے۔ کوئی فائدہ نہیں . . . . . . تم لکھ کیا رہی ہو تم کسطرح یہاں ایسی حالت میں اس اطمینان سے بیٹھی ہوئی لکھ سکتی ہو؟

شوچنگ :۔ میں بھیا کو ننکنگ خط لکھنے کی کوشش کر رہی تھی۔

شوینگ :۔ تم سمجھتی ہو کہ تم ننکنگ خط بھیج سکتی ہو؟ تمہیں دن کو بھی خواب آتے ہیں۔ مواصلات کے ذریعے بند کر دیئے گئے ہیں ریل گاڑیاں روک دی گئی ہیں۔ پے پن اب ایک مردہ شہر ہے۔ ایک آخری سانس لیتی ہوئی لاش کی طرح "اللہ ہم ہاتھ پر ہاتھ

دم سے بیٹھے رہنے کے سوا کچھ نہیں کر سکتے۔ بس اب قتلِ عام کا انتظار ہے۔

شوچنگ:۔ سس سس۔ للہ خاموش ہو جائیے۔ (گولیوں کے بار چلنے کی پھر آواز آتی ہے۔ اس مرتبہ کمرہ گونج جاتا ہے) سنیئے۔ فیر ہو رہے ہیں۔

شوینگ:۔ (کرسی سے بیدار کی اٹھتے ہوئے، تذبذب کہتی ہو) کیسی اچھی بات ہو اگر ہم اس وقت جاپانیوں پر خود ہی حملہ کر رہے ہوں فیر کی آواز قریب سے قریب تر ہوتی جاتی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ چینی سپاہیوں نے حملہ کیا ہے۔ اور جاپانی سپاہی گاجر مولی کی طرح کٹ رہے ہیں۔ کاش ایسا ہو رہا ہو۔

(وانگ ما، کی چائے لئے آتی ہے ہیں شوینگ کو دیتی ہے)

مسز شوینگ:۔ آپ اب آرام کیجئے آپ بار بار جاتی ہی کیوں ہیں۔ گھر پر بیٹھنا در بدر ماری ماری پھرنے سے اچھا ہے۔ باہر بڑا شور مچ رہا ہے۔ تھوڑی دیر کی بات ہے۔ . . . . .

شوینگ:۔ آپ مجھ میں سب جانتی ہوں۔ میں کچھ نہیں سننا چاہتی

مسز لی:۔ (سخت لہجہ میں) شوینگ تمہیں وانگ ما سے اس طرح باتیں کرتے شرم نہیں آتی۔ جو کچھ اس نے کہا۔ تمہارے بھلے کو کہا۔ تم روز صبح کو نکل جاتی ہو۔ سڑکوں پر ماری ماری پھرتی ہو گلیوں کی خاک چھانتی ہو۔ چندہ کی شکل میں بھیک مانگتی ہو۔ سپاہیوں کے کیمپ میں جاتی ہو۔ انکو خواہ مخواہ دلاسے دیتی ہو آخر اس سے فائدہ؟ پےپن ہمارے ہاتھ سے گیا۔ تم بھلا اسے واپس لے سکتی ہو؟ آخر تم کیا کر سکتی ہو؟ کچھ نہیں۔ صرف تمہاری قوم پرستی سے کہیں معاملات سدھر سکتے ہیں؟ تم بے دھڑک باہر چلی جاتی ہو۔ اگر کوئی گولی لگ جائے تو . . . . . ؟

شوینگ:۔ (سوتیلی ماں کی پروا نہ کرتے ہوئے شوچنگ کی طرف مخاطب ہو کر) کیا وقت ہے؟

شوچنگ:۔ آٹھ بجکر دس منٹ ہوئے ہیں۔

شوینگ:۔ (گھڑی میں چابی دیتے ہوئے) گھڑی بھی بند ہو گئی۔ کیسا افسوس ہوتا ہے کہ ہر چیز ہمیشہ کے لئے بند ہو گئی ہے۔ وقت بہت آہستہ آہستہ گزر رہا ہے۔

(کھڑی ہو جاتی ہے۔ اور کھوئی ہوئی حالت میں ایک سگرٹ نکالتی ہے۔ اور جلاتی ہے)

یہ سگرٹ اتنا برا کیوں معلوم ہوتا ہے؟

شوچنگ:۔ آپ کو درد سر ہو رہا ہے۔ سگرٹ پینا مفید نہیں ہوگا۔

شوینگ:۔ اگر میں سگرٹ نہ پیوں تو سر کا درد بڑھ جائے گا۔ کیا میں چینی نہیں ہوں۔ وطن کی خاک روندی گئی ہے۔ ہمارے دل بھی روندے گئے ہیں۔ تم مجھ سے یہ کس طرح امید کر سکتی ہو کہ میں تمام دن یہاں تضیع اوقات کروں۔ اور میرے تمہارے جیسے ہموطن ہزاروں کی تعداد میں جاپانی سپاہیوں کے ہاتھوں مر رہے ہوں۔ میں تم سے صاف کہتی ہوں۔ کہ مجھ سے برداشت نہیں ہوتا۔ میں پاگل ہو جاؤں گی۔ میں جاپانیوں کی قیدی بننے پر خودکشی کو ترجیح دونگی۔ میں خودکشی کر لونگی۔

مسز لی:۔ (بڑے خود غلط اعتماد کے ساتھ) میرے خیال میں جاپانی ہم سے زیادہ برا نہ کریں گے۔ اگر ہم چپ چاپ گھر میں بیٹھے رہیں تو کچھ نہ ہوگا۔

(گھنٹی بجتی ہے۔ مسز لی کرسی سے اٹھتی ہیں)

مسز لی:۔ غالباً چچا سن آگئے۔

(وانگ ما آتی ہے)

وانگ ما:۔ کوئی مسٹر چین آئے ہیں۔ وہ اپنے آپ کو رشتہ دار بتاتے ہیں۔

مسز لی:۔ (مایوسی کے لہجہ میں) مسٹر چین! چین کون؟ انہوں نے یہ کہا کہ وہ ہمارے رشتہ دار ہیں؟ (وانگ ما خاموش رہتی ہے) تم نے اس سے پوچھا ہی کیوں؟

شوینگ:۔ (مسز لی سے) مناسب یہی ہے کہ ہم انہیں اندر بلائیں (وانگ ما سے) جاؤ!

(شوینگ سگرٹ بجھا دیتی ہے۔ وانگ چلی جاتی ہے۔ اور دوبارہ

(چین کے ساتھ واپس آتی ہے)

چین:۔ مس لی شوینگ کہاں ہیں؟

شوینگ:۔ میں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

چین:۔ (دھیمی آواز میں) شاید آپ نے مجھے پہچانا نہیں۔ میرا نام چانگ چین ہے۔ میرے باپ چانگ ینگ چین ہیں میری چچی نے آپ کے باپ سے شادی کی تھی۔

شوینگ:۔ ہاں۔ ہاں۔ میں سمجھ گئی۔ نیکنگ میں میرے بھائی ہیں۔ انہوں نے مجھ سے آپ کی بابت کہا تھا۔ بھائی بیٹھئے۔ ۔ ۔ ۔ (تعارف کراتے ہوئے) یہ میری سوتیلی ماں ہیں (چین سر جھکا کر آداب بجا لاتا ہے) یہ میری بہن ہیں شوچنگ (چین دوبارہ سر جھکاتا ہے اور بیٹھ جاتا ہے) مسز لی ہے، بھائی چین کا سارا خاندان نیکنگ میں ہے

مسز لی:۔ اوہ! ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

شوینگ:۔ (چین سے) تمہارے گھر والے سب اچھے ہیں؟ وہ سب پے ننگ تو آ چکے ہیں؟

چین:۔ سب خیریت سے ہیں۔ شکریہ۔ میرے باپ پے پن آنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ لیکن ماں کی صحت کی خرابی کی وجہ سے نہ آ سکے۔

شوینگ:۔ بھائی آپ پے پن کب آئے؟

چین:۔ کافی دن ہو گئے۔ میں یونیورسٹی میں پڑھ رہا ہوں جب میں یہاں آیا تھا۔ مجھے آپکے باپ کے مرنے کی خبر ملی تھی اور میرا خیال تھا۔ کہ شاید آپ لوگ جنوب کی طرف چلے گئے ہیں۔ میں مصروف بھی بہت رہا۔ اسی لئے آپ لوگوں کے متعلق دریافت کرنے کا وقت نہ نکال سکا۔

مسز لی:۔ تمہاری یونیورسٹی ہمارے مکان سے تو بہت قریب تھا؟

چین:۔ جی ہاں۔ وہ کیا ہے (اشارہ کرتا ہے)

شوینگ:۔ بھائی آپ کو یونیورسٹی میں خوب خبریں معلوم ہوتی ہونگی۔ کوئی خاص بات بھی آپ نے سنی؟

چین:۔ خاص خبر! کل رات واقعات ایسی تیزی سے گزرے کہ ہمیں صبح تک کچھ بھی نہ معلوم ہو سکا۔ تمام طالب علم پے پن چھوڑ دینے کا ارادہ کر رہے ہیں۔

شوینگ:۔ ریل گاڑیاں تو آجکل بھی چل رہی ہیں!

چین:۔ نہیں گاڑیاں تو سب رکی پڑی ہیں۔

مسز لی:۔ شہر کے تمام پھاٹک بھی تو بند کر دیئے گئے ہیں پے پن سے باہر جانے کا کوئی راستہ بھی کھلا نہیں ہے۔

شوینگ:۔ یونیورسٹی میں رہتے ہوئے کوئی خدشہ تو نہیں ہے؟ وہاں آپ خیریت سے تو رہیں گے؟

چین:۔ میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ آج صبح یونیورسٹی کے ذمہ دار حکام نے ہمیں چلے جانے کا حکم تو دیدیا۔ لیکن وہ ہمارے بچاؤ کی ذمہ داری نہ لے سکے۔ میں آپ کے پاس اسی لئے آیا۔ کہ شاید آپ مجھے کچھ دنوں کے لئے اپنے یہاں جگہ دے سکیں

مسز لی:۔ (مداخلت کرتے ہوئے) ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہم سب یہاں عورتیں ہی ہیں اور شاید یہ مناسب نہو۔

شوینگ:۔ (مسز لی کو جھڑکتے ہوئے) بے شک بھائی چین یہاں ٹھہر سکتے ہیں۔ میں شوچنگ کے کمرہ میں رہ سکتی ہوں۔ اور وہ میرے کمرہ میں رہ سکتے ہیں۔ حالات جیسے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

چین:۔ شکریہ! بہت شکریہ! صرف یہ ڈر ہے۔ کہ میں آپ کے لئے بہت تکلیف کا باعث ہوں گا۔ مجھے کسی خاص کمرہ کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ میں کہیں بھی سو سکتا ہوں فرش پر ۔ ۔ ۔

شوینگ:۔ بس بس ٹھیک ہے۔ کوئی تکلیف نہیں ہے۔ آپ آج ہی آ سکتے ہیں۔

چین:۔ بہتر! میں جاتا ہوں۔ اور اپنا مختصر سامان لیکر واپس آتا ہوں۔

شوینگ:۔ بہت خوب! مگر جلدی کیجئے۔ اندھیرا بڑھ رہا ہے۔ اور کرفیو کا وقت شروع ہی ہونے والا ہے۔

چین:۔ اچھا! مگر اب بھی ڈرتا ہوں کہ میری وجہ سے آپ سب کو بڑی تکلیف ہوگی۔

(چین چلا جاتا ہے)

مسز لی :- (غصے سے) شونگ تمہاری یہ کیا حالت ہو رہی ہے؟ تم نے اس نوجوان کو آنے کے لئے کیوں کہا؟ اور پھر اتنی رات کو؟ خدا ہی جانتا ہے کہ کیا ہونے والا ہے۔ ہمیں پہلے ہی کیا کم پریشانیاں ہیں!

شونگ :- ہوا کیا؟ وہ میرا اچھا [illegible] جانی ہے اسکو اپنے یہاں ٹھہرانے میں کیا ہرج ہے؟ پھر ہم انکار بھی تو نہیں کر سکتے تھے

مسز لی :- اگر حالات ٹھیک ہوتے تو مجھے کوئی اعتراض نہ ہوتا لیکن ان دنوں میں یہ نہیں چاہتی کہ ہم پر کوئی مصیبت آئے۔ خواہ مخواہ مصیبت مول لینے سے فائدہ؟

شونگ :- آپ نے انہیں ڈاکو سمجھ رکھا ہے (آواز تیز کرتے ہوئے) یا خدا!

شونگ :- جھگڑتی کیوں ہیں؟ جاپانی چین زیادہ دن تو ٹھہر سکیں گے نہیں۔ جب ریل گاڑیاں چلنے لگیں گی پے پن سے چلے جائینگے خود انہوں نے ہی آپ سے کہہ دیا ہے۔

مسز لی :- (ناراض ہوکر) تم دونوں احمق ہو۔ اس مکان کی کون مالک ہے۔ فرض کرو کہ اس مکان کی تلاشی ہو۔ اس وقت کیا کروگی؟ اگر تم اس پر بھی ضد کروگی اور اس نوجوان کو یہاں ٹھہراؤگی تو میں تمہیں چھوڑ کر یہاں سے چلی جاؤنگی۔ اس وقت جو جی میں آئے کرنا۔

(مسز لی کھڑی ہو جاتی ہے۔ گویا کہ وہ واقعی اپنی دھمکی کے مطابق کرے گی۔ اسی وقت سن ینانگ ایک کپڑے کا چھوٹا بکس ہاتھ میں لئے داخل ہوتا ہے۔ جیسے ہی مسز لی اسے دیکھتی ہیں چہرہ کا رنگ بدل جاتا ہے۔ اور مسکرانے لگتی ہے۔)

سن :- آج غیر معمولی خاموشی کیوں؟ میں نے یہ خیال کیا کہ تم سب باہر چلی گئی ہو۔ ہا ہا ہا ہا!!!

مسز لی :- اچھا ہوا خوب آگئے۔ مگر آج اتنی دیر کیوں کی؟ ہم سب کو بڑی تشویش تھی۔

سن :- ہا! ہا! شکریہ! شکریہ! مجھے خوشی ہے کہ میرے اس بڑھاپے میں بھی میری اتنی قدر ہے۔

شونگ :- (بے اختیار ہنس پڑتی ہے۔ پھر ہنسی کو روک کر کہتی ہے)

(ہاں چچا سن، آج آپ بڑے مصروف رہے ہونگے۔)

سن :- (بیٹھتے ہوئے) ہاں کوئی خاص بات نہیں۔ حالات اتنے نازک ہوگئے ہیں کہ کوئی شخص اپنے سر ذمہ داری لینے کیلئے تیار نہیں ہے۔ لوگ مجھے مجبور کرتے ہیں کہ میں ساری ذمہ داریاں اپنے سر لیلوں اور پے پن کے پندرہ لاکھ چینی باشندوں کا خیال کرتے ہوئے میں سوچتا ہوں کہ مجھے پیچھے نہیں ہٹنا چاہیئے۔

شونگ :- کچھ ہونا بھی ہے؟ آپ کریں گے کیا؟

سن :- کیا؟ کیا کہا تم نے؟

شونگ :- ان پندرہ لاکھ آدمیوں کے لئے آپ کیا کر سکتے ہیں؟ یہ قتل عام کے لئے تیار بیٹھے ہیں۔

سن :- کیا؟

مسز لی :- شونگ چچا کو پریشان نہ کرو۔ انہیں پہلے اچھی طرح آرام کرنے دو۔ تمہیں کچھ بحث کی عادت سی ہوگئی ہے۔

سن :- کوئی بات نہیں۔ مباحثہ بعض وقت اچھے نتائج پیدا کرتا ہے۔ سوال یہی ہے کہ ہمیں کرنا کیا ہے؟ میرے ارادے کیا ہیں؟

مسز لی :- (قریب آکر، سن کے کاندھوں پہ ہاتھ رکھتے ہوئے) آپ کا مشورہ کیا ہے؟ تازہ خبریں کیا ہیں؟

سن :- خبریں؟ کل صبح سویرے جاپانی سپاہی پے پن پہنچ جائینگے اور آج رات کو بڑی گڑبڑ مچے گی۔ چونکہ یہاں تم سب عورتیں ہو اس لئے تم میرے گھر چلی جاؤ۔ حالات خطرناک صورت اختیار کرلیں گے۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ جاپانی سپاہیوں کا برتاؤ ناقابل برداشت ہوگا۔

(وانگ ما چائے لئے آتی ہے)

مسز لی :- وانگ ما! مسٹر سن ہمیں مشورہ دیتے ہیں کہ تھوڑے دنوں کیلئے ہم انکے مکان میں منتقل ہوجائیں۔ تمہارا کیا خیال ہے؟

وانگ ما :- بہت مناسب۔ (سن سے) کتنی اچھی بات ہے کہ ہم کم از کم آپ پر پورا بھروسہ کر سکتے ہیں۔ کاش ہم نینکنگ چلے گئے ہوتے۔ . . . .

میرا خیال ہے کہ آج مسٹر سن سے آپکی گفتگو بہت امید افزا ثابت ہوگی۔

سن: جب سے یہاں آیا ہوں بہت سی نئی باتیں سنتا ہوں۔ میں تمہیں آگاہ کرتا ہوں۔ افواہوں پر نہ جاؤ۔

شوینگ: میں افواہوں پر خود بھی یقین نہیں کرتی ہوں لیکن یہ تو کہی جاتی ہے۔ کہ بہت سے چینی مسٹر سن کے ساتھ ملے ہوئے ہیں جن کا مقصد ملک سے غداری کرنا اور ملک کو دشمنوں کے ہاتھوں بیچ دینا ہے۔ مسٹر سن کے مکان پر آپ ایسے لوگوں سے تو ضرور ملتے ہونگے۔

سن: (گھبرائی ہوئی آواز سے) نہیں نہیں . . . . .

چین: چچا سن میں نے سنا ہے کہ جاپانی سپاہی کل صبح شہر میں داخل ہو جائیں گے اور میں نے یہ بھی سنا ہے کہ آپ کی کمپنی کے مسٹر ... کو اسی سلسلے میں مسٹر سن نے آج سہ پہر کو تحفے میں رسید کیا ہے۔ کیا یہ تو صرف افواہیں نہیں ہیں؟ (میں نے ابھی کوئی خبر نہیں سنی۔ سوال پر تعجب کا اظہار کرتے ہوئے) تم طالب علموں کو کیسے معلوم ہو گیا کہ جاپانی فوج کل شہر میں داخل ہو جائیں گے؟

شوینگ: (ٹھنڈی سانس بھر کر) سارے چینی غدار نہیں ہیں

شوچنگ: (چمک کر) تھوڑے سے غدار کیا کافی نہیں ہیں؟

سن: (کھڑے ہوتے ہوئے) ہاں ہاں . . . . . وہ میں بھول گیا۔ مجھے نہایت ضروری کام ہے۔ مجھے فوراً چلا جانا چاہیئے۔ چونکہ ابھی تم نے میرے مکان میں چلے آنے کا فیصلہ نہیں کیا ہے۔ اس لئے مجھے اس سلسلے میں تم سے گفتگو کرنی ہوگی۔ (مسز لی سے) مسز لی تمہیں چاہیئے کہ شوینگ اور شوچنگ کو راضی کرو۔ اور انہیں سمجھاؤ کہ ضد کرنی اچھی بات نہیں۔

مسز لی: (کھڑی ہوکر) چچا سن میں نے تو فیصلہ کرلیا ہے۔ میں نے تو ان سے صاف کہدیا ہے۔ کہ اگر یہ یہاں سے نہ اٹھ چلیں گی، تو میں انہیں انکے حال پر چھوڑ دونگی۔ اور خود چلی جاؤں گی۔ تھوڑی دیر ٹھہریئے۔ میں آپ کے ساتھ ہی چلتی ہوں۔

سن: (خوش ہوکر) یہ تو اچھی بات ہے۔ تم میرے ساتھ ہی چلی چلو۔ کل میں شوینگ اور شوچنگ کیلئے بھی اپنی کار بھیجدونگا

شوینگ: دیکھئے آپ کو کہاں تک کامیابی ہوتی ہے۔

(سن اور مسز لی جاتے ہیں)

شوچنگ: (جوش میں آکر) غدار! غدار! غدار!!!

چین: (روکتے ہوئے) وہ ابھی نہیں ہیں۔ کہیں سن نہ لیں۔

شوینگ: (دروازہ کھٹکھٹاتے ہوئے) ایسے غدار گندے کتوں سے بھی زیادہ ذلیل ہیں۔

شوچنگ: بہن میں اب برداشت نہیں کر سکتی۔ میں . . . . .

(اضطرابی کیفیت کے ساتھ رونے لگتی ہے)

چین: شوچنگ آپ سچ کہتی ہیں۔ کوئی بھی نہیں برداشت کر سکتا۔ آج سہ پہر کو میں بشی سن میں تھا۔ میں نے جاپانی جھنڈا لہراتے دیکھا۔ موکیدن کے ۱۸ ستمبر کے واقعات میری نگاہوں کے سامنے دوڑ گئے۔ اور میں سچ کہتا ہوں۔ کہ میں بہت رویا۔

شوینگ: آپ ۱۹۳۱ء میں موکیدن میں تھے؟

چین: ہاں میں ان دنوں تنگ ینگ یونیورسٹی میں پڑھ رہا تھا میں نے رونگٹے کھڑے کر دینے والے واقعات اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں۔ اور شاید اب بھی دیکھوں۔ مجھے دکھ ہوتا ہے۔

شوینگ: مگر دکھ میں پڑے رہنے سے کہیں معاملات حل ہو سکتے ہیں؟ ہمیں کچھ حل سوچنا چاہیئے۔ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنے سے کیا فائدہ؟ جو کچھ بھی ممکن ہے . . . . . .

(شوینگ صوفہ پر بیٹھ جاتی ہے۔ سر ہاتھوں میں پکڑ لیتی ہے۔ تھوڑی دیر تک خاموشی رہتی ہے)

شوینگ: (اپنے ہینڈ بیگ سے سگرٹ کیس نکال کر چین کیطرف بڑھاتے ہوئے) آپ سگرٹ پیتے ہیں؟ (چین سر ہلاتا ہے۔ خیر میں پیونگی۔ دیا سلائی کی تلاش میں کھڑی ہو جاتی ہے۔ اسیوقت سن کا اٹیچی کیس نظر پڑتا ہے۔ اٹھاتی ہے۔ اور

دوسرے کمرے میں چینگ آتی ہے، وہ اپنا کیس چھوڑ گیا ہے مجھے اس سے شدید نفرت ہے۔

شوچینگ: بہن آپ نے آج بہت سگریٹ پئے ہیں۔ بارہ بج رہے ہیں، اگر آپ اسی طرح سگریٹ پیتی رہیں تو نیند نہ آئے گی۔

چین: ہمیں اتنا بیقرار نہ ہونا چاہیئے۔ آپ اس طرح جذباتی بنیں گی تو ہم کچھ نہ کر سکیں گے۔

شوہینگ: ہاں لیکن میں۔ . .

(قریب ہی بڑا شور مچتا ہے تینوں ایک دوسرے کی طرف حیرت سے دیکھتے ہیں)

شوہینگ: سنو! سنو! کون شور مچا رہا ہے؟

شوچینگ: (ڈنمنہ) دروازہ بند کرنا بھول گئی ہوگی۔ . . . .

چین: خاموش بھی رہیے۔ (دروازہ تک جاتا ہے اور چلاتا ہے) کون ہے! کون ہے؟

(ایک جاپانی سپاہی نشہ میں چور گرتا پڑتا داخل ہوتا ہے اسکے پیچھے پیچھے دو چینی غدار آتے ہیں۔ جاپانی چین کی طرف کڑی نگاہوں سے دیکھتا ہے۔ اور ایک تھپڑ رسید کرتے ہوئے کہتا ہے)

جاپانی: بدمعاش ذلیل۔ (چین پیچھے کی طرف گر پڑتا ہے) کیا شور مچا رہا ہے!

(پستول نکالتا ہے۔ لیکن لڑکیوں کو دیکھ کر ہونٹ کاٹنے لگتا ہے)

ہا! ہا! کیسی حسین لڑکیاں ہیں۔

(انکے ہاتھ پکڑنے کی کوشش کرتا ہے۔ چین لڑکھڑا ہوتا ہے اور لڑکیوں کو بچانے آگے بڑھتا ہے۔ دونوں چینی سامنے آکر اسے پکڑ لیتے ہیں)

پہلا چینی: سور! ایک قدم نہ اٹھے۔ ورنہ . . . . .

چین: (آزاد ہوجانے کے لئے جد وجہد کرتے ہوئے) آخر تم کون ہو اور کیا چاہتے ہو؟

جاپانی: (چینیوں کیطرف مخاطب ہوکر) اسے گرفتار کرلو اور تلاشی لو (چین گرفتار کرلیا جاتا ہے اور دونوں چینی اسے گھسیٹتے ہوئے دوسرے کمرے میں لیجاتے ہیں۔ جاپانی پھر لڑکیوں کیطرف ہاتھ بڑھاتا ہے) حسین چینی گڑیا میری طرف آ!

(شوہینگ ایک تھپڑ مارتی ہے۔ جاپانی کو غصہ آجاتا ہے اور وہ شوہینگ کو پیٹنے لگتا ہے)

شوچینگ: (کپکپاتی آواز سے) مدد! مدد! بھائی کہاں ہو؟ جلدی آؤ!

جاپانی: (ہاتھ روک کر ہنستے ہوئے) کیا چیخ رہی ہو؟

(شوچینگ کی طرف بڑھتا ہے اور زبردستی گلے سے لگا لیتا ہے)

شوچینگ: (جد وجہد کرتے ہوئے چیخ کر) بدمعاش تو . . . . تو . . . مجھے چھوڑ دے۔

(چین دوسرے کمرہ سے آتا ہے۔ چینی اسے پکڑے ہوئے ہیں اس کی ناک سے خون بہہ رہا ہے۔ ایک چینی کے ہاتھ میں اس کا اپچی کیس ہے)

جاپانی: (چینیوں کی طرف کڑی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے) اب کیا ہے، تم کیوں آئے؟

پہلا چینی: کپتان صاحب! یہ شخص جاپانیوں کا دشمن ہے۔ مجھے اس کے پاس سے بہت سے اینٹی کاغذات ملے ہیں۔ جیسے . . .

جاپانی: مجھے دکھاؤ! (چینی اپچی کیس میں سے کاغذات نکالتے ہیں بہت سے ملاقاتی کارڈ گر پڑتے ہیں)

پہلا چینی: (ایک کارڈ کو اٹھا کر نام پڑھتا ہے) مسٹر سن چیانگ مہتمم انجمن حصول امن (متعجب آواز سے) اچھا! یہ اپچی کیس تو مسٹر سن کا ہے۔ (چین کیطرف مڑ کر) تم سن چیانگ کو جانتے ہو!

چین: وہ میرے رشتہ دار ہیں۔

پہلا چینی: اوہ . . . . . (جاپانی کی طرف مخاطب ہوتے ہوئے) کپتان، ہم سے غلطی ہوئی ہے۔ یہ لوگ سن چیانگ سے تعلق رکھتے ہیں۔

جاپانی: (غصہ سے) سن چیانگ کون ہے؟

(پہلے چینی کو تھپڑ مارتا ہے)

پہلا چینی: (ڈر کر خوشامد کے لہجہ میں) کپتان سن چیانگ کرنل

متوسی کے دوست ہیں [illegible] دیکھئے۔

جاپانی:۔ وہ متوسی [illegible] آپ متوسی کی غلطی نہیں معاف کردیں

چلو چلیں۔

[illegible]

[illegible]

شوینگ:۔ [illegible]

[illegible]

چین:۔ [illegible]

شوینگ:۔ [illegible] کیا تم سمجھتی ہو

[illegible]

[illegible]

[illegible]

چین:۔ [illegible]

شوینگ:۔ [illegible]

شوچنگ:۔ شوینگ سے [illegible]

چین کی طرف دیکھتی ہے [illegible] شوینگ

تم [illegible] چین سے پہلے بھی ملی ہو؟

شوینگ:۔ [illegible] تم ......

چین:۔ شوچنگ، [illegible] صاف صاف کہہ دوں گی، میرا نام ضرور چین ہے لیکن میں تمہارا چچازاد بھائی نہیں ہوں بلکہ تمہاری بہن سے میری ملاقات [illegible] دونوں کی کہ آج ہمیں معلوم ہوا کہ جاپانی یونیورسٹی کی تلاشی لیں گے میں نے سوچا کہ میں تمہیں اپنا چچازاد بھائی بتا کر کچھ دن تمہارے یہاں رہوں میں چینی سپاہیوں کی گوریلا فوج میں بھرتی ہو گیا ہوں۔ جیسے ہی جاپانی سپاہی کل صبح شہر میں داخل ہونگے۔ ہم اپنی کاروائی شروع کردیں گے۔ آج ایک بجے رات کو پوری طرح بہت سے لوگ شہر سے نکل جانے کی کوشش کریں گے تاکہ دوسرے گوریلا سپاہیوں سے مل سکیں۔ گھڑی کی طرف دیکھتے ہوئے شوینگ سے مخاطب ہوکر، بارہ بج کے چالیس منٹ ہوچکے۔ مجھے اب جانا ہی چاہیئے

شوینگ:۔ چین: میں بھی چلونگی۔

چین:۔ نہیں شوینگ تم نہیں جا سکتیں۔

شوینگ:۔ جوش سے، میں کیوں نہیں چل سکتی۔ تمہارے پاس دو پستول ہیں۔ ایک مجھے دیدو۔ میں لڑکی ضرور ہوں۔ لیکن میں موت سے نہیں گھبراتی۔

چین:۔ شوینگ تم ...... (باہر) [illegible] کے کسی فیر کی آواز آتی ہے، مجھے ڈر ہے کہ گڑبڑ شروع ہو گئی ہے۔ تم واقعی چلنا چاہتی ہو اپنی جان کیوں دینا چاہتی ہو؟ جان عزیز نہیں ہے؟

شوینگ:۔ وطن کا سینہ [illegible] جا رہا ہے۔ دشمن ہماری عزت وحرمت کو پاؤں تلے روند رہے ہیں اب جان عزیز ہونے سے فائدہ ہی؟ زندگی میں رکھا ہی کیا ہے؟

چین:۔ شاباش!

اپنا سوٹ کیس کھولتا ہے اور دو پستول نکالتا ہے۔

شوچنگ:۔ بہن کو روکتے ہوئے بہن کیا کر رہی ہیں آپ؟ کہاں جا رہی ہیں؟

شوینگ:۔ (مسکراتے ہوئے) بہن گھبراؤ نہیں، ہم جا ضرور رہے ہیں لیکن تمہیں خوش ہونا چاہئے۔ اس لئے کہ ہم دشمنوں کو ماریں گے۔ اپنے وطن کی بے عزتی کا ـــــ اپنی بے عزتی کا انتقام لیں گے...... تم بھی ہمارے ساتھ چلوگی؟

شوچنگ:۔ میں ضرور، آپ مجھے لے چلیں گی؟

شوینگ:۔ کیوں نہیں؟ وقت ہی کیا ہے۔ آؤ ہم سب ساتھ چلیں۔ ہماری بے عزتی آنسوؤں سے نہیں دھل سکتی۔ وقت آگیا ہے کہ بے عزتی کے داغ مٹانے کے لئے ہم اپنا خون بہادیں۔

شوچنگ:۔ بہن......

چین:۔ شوچنگ! اب ہمیں دیر نہیں کرنی چاہیئے یہی وقت تیز کام کرنے کا ہے۔

شوینگ:۔ چلو شوچنگ! چلیں۔

شوچنگ :- شوینگ : (جھجکتے ہوئے اور کپکپاتی آواز سے) مجھے سوچنے دو!

(گولیاں چلنے کی پھر آواز آتی ہے)

چین :- شوینگ - چلو بھی، میرے ساتھی ہمارا ذرا بھی انتظار نہ کریں گے۔

شوینگ :- (بہن کو گلے لگاتے ہوئے) الوداع شوچنگ! میری پیاری بہن!! الوداع! ہم جاپانیوں کو شکست دیکر انہیں وطن سے نکال کر ہی لیں گے

چین :- (دروازہ پر رک کر شوچنگ کی طرف ہاتھ اٹھاتا ہے) شوچنگ! . . . . . . ہم پھر ملیں گے

(غالباً میدان جنگ میں):

شوینگ :- رخصت بہن! اپنی حفاظت کرنا۔

(چین اور شوینگ جاتے ہیں شوچنگ کمرہ میں ادھر ادھر دیوانوں کی طرح جاتی ہے جیسے ابھی تک . . . . اس نے فیصلہ نہیں کیا۔ یکایک دور سے گولیاں چلنے کی آواز آتی ہے)

شوچنگ :- (دروازہ کی طرف دوڑتی ہوئی بھاگتی ہے) بہن رک جاؤ۔ بہن رک جاؤ۔ میں بھی آرہی ہوں۔

(پردہ)

مصنفہ: شلوم اش (یہودی)
مترجمہ: جناب جنید ہاشمی (بی اے)

رات کی تاریکی میں

افراد

(۱) ایک فاحشہ — (۵) ایک چور
(۲) ایک شرابی اور اس کی بیوی — (۶) ایک گونگا بہرہ اپاہج لڑکا
(۳) ایک گداگر — (۷) ایک سنگتراش کی بیوی
(۴) ایک احمق . . . .

منظر بازار کے چوک پر رات کی سیاہی۔ ایک کونے پر ٹمٹماتے چراغ کی مدھم روشنی۔ اس کے قریب بنچ پر ایک گداگر سویا ہوا۔ بوڑھی فاحشہ بھی ایک طرف پڑی ہے۔ دور کتوں کے بھونکنے کی آواز۔ چوک میں معصوم سائے سے دکھائی دیتے ہیں۔ ایک شرابی نمودار ہوتا ہے۔

شرابی: شب بخیر! (کتوں کی آواز سن کر) یہ کتے آج رات اس قدر کیوں چلا رہے ہیں؟

فاحشہ: کچھ نظر آ رہا ہوگا انہیں۔

شرابی: ہاں۔ تمہاری تاریک روح۔ وہ شاید تمہیں شیطان تصور کر رہے ہیں۔ اسی لیے تو وہ قصاب کی دکان کے گرد چکر لگا رہے تھے۔ ... تمہیں دیکھ کر ڈر گئے ہوں۔

گداگر: (نیند میں) ہی ہی ہی! ہا ہا!

فاحشہ: ایک شرابی اور ایک فاحشہ ایک ہی زمرہ میں شامل ہیں۔ ہم دونوں گناہ سے خوش ہیں۔

گداگر: (نیند میں) مجھے اپنا ساتھی نہ بنا سینہ۔

شرابی: چھوڑو دوست! وہ سارا دن کلیسا میں بیٹھ کر روتا ہے۔ اور رات بھر دیکھے کھاتا ہے!

گداگر: غربت گناہ نہیں۔

شرابی: (دخل مت دو جی) (فاحشہ سے) رات کو کتے کیا دیکھتے ہیں؟

فاحشہ: کہتے ہیں کہ یکم مئی کی رات کو مقدس ماں بازاروں میں چکر لگاتی ہے۔ اور بھٹکی ہوئی روحوں کو اکٹھا کرتی ہے۔

شرابی: اس بات سے کتوں کا کیا تعلق!

فاحشہ: وہ کتے نہیں بلکہ گناہوں تلے دبے ہوئے انسان ہیں وہ انسان جو زندگی میں خدا کے احکامات کی نافرمانی اور حکم عدولی کرتے رہے۔ اور جن کو قبرستان کے جنگلے کے باہر دفن کیا گیا ہے۔ رات کو وہ بازاروں میں کتوں کا بہروپ بدل کر نکلتے ہیں اور قصابوں کی دکانوں کے گرد چکر لگاتے ہیں، کیونکہ یہی شیطان کا مسکن ہے۔ لیکن جب یکم مئی کی رات آتی ہے اور روح جنت کا نور دنیا کو اپنی جانب لیتا ہے۔ تو مقدس ماں بازاروں کا چکر لگاتی ہے۔ اور گناہگاروں کی روحیں اس کے دامن سے چمٹ جاتی ہیں۔ اس طرح وہ انہیں جنت میں لے جاتی ہے۔

(چند لمحوں کا وقفہ)

گداگر: (کروٹ لیتے ہوئے) تند شراب شکوں کو چھوڑ دیتی

ہے۔ اسکی رُوح یقیناً گناہوں سے سیاہ ہوگی! .....

شرابی: اس پر غور کرنا کتنا بھیانک ہے تمہارا ابھی تک انہیں میں شمار ہو تو! ....

فاحشہ: مجھے اس کا ڈر نہیں۔ خدا کی رحمت عالمگیر ہے۔ یقیناً یہ مجھے اپنی آغوش میں لے لیگی۔ لیکن تم سب انہیں گنتوں میں شامل ہو جاؤ گے۔ وہ لوگ جو بازاروں میں بستے ہیں موت کے بعد بھی یہی ان کا ٹھکانا ہوگا:

گداگر: ایک گداگر کا گھر بازار ہی ہوتا ہے۔ غربت گناہ نہیں!

(گداگر ٹکڑا نی لیتا ہوا سو جاتا ہے۔ وقفہ — ایک احمق بھی تاریکی سے نمودار ہوتا ہے۔ وہ ایک پستہ قد کا بشاش چہرے والا انسان ہے۔ سپاہی جیسی ٹوپی اوڑھے ایک لکڑی کی تلوار کمر میں لٹکائے چلا آرہا ہے۔ تنہا ہی مسکراتا ہے)

شرابی: آخاہ! شب بخیر! نپولین!! (فوجی سلام کرتا ہے) کہاں سے نازل ہوئے؟

احمق: (مسکراتا ہے وہ ہنستا ہے) ترکستان سے۔ میں ابھی ترکوں کو بھگا کر آیا ہوں!

شرابی: اور تمہاری فوج کدھر ہے؟

احمق: وسطولا میں چھوڑ آیا ہوں۔

شرابی: اور تم روسیوں کو وہاں سے کب نکالوگے؟

احمق: میں یہ احکام پہلے ہی دے آیا ہوں۔

شرابی: کیا ان کی تعمیل ہو رہی ہے؟

احمق: صرف اپنی تلوار میان سے باہر نکالنے کی دیر ہے!

شرابی: تمہاری تلوار؟

احمق: ہاں مجھے نپولین نے ہدیتہً دی تھی!

فاحشہ: چھوڑو بھی اس قصے کو! ہر کوئی خود کو سراہتا ہے! (احمق سے) تمہیں سردی لگ رہی ہے۔ آگ کے نزدیک آجاؤ! ساری رات پناہ کی تلاش میں رہے کیا؟

احمق: (مسکراتا ہے) میں نے اپنے سپاہیوں کو تو محفوظ مقام پر پہنچا دیا ہے۔ مجھے سونے کی کوئی جگہ نہیں ملی۔

فاحشہ: ایک احمق! لیکن جو کہتا ہے سمجھتا ہے۔ (دردلی دیتی ہے) کچھ کھانا چاہتے ہو؟

احمق: میں بادشاہوں کے دسترخوان پر کھایا کرتا ہوں:

گداگر: (جاگتے ہوئے) اچھا تم نے ایک احمق کو بھی یہاں بلا لیا ہے! اسکے لئے باقی سارا بازار خالی پڑا ہے۔ کیا یہ ضروری تھا کہ وہ ہم شریف آدمیوں کی نیند خراب کرتا؟

(اپنا عصا لیکر احمق پر جھپٹتا ہے)

فاحشہ: (احمق کو بچاتے ہوئے) بس بس نہ مارو! میری سنو! بے شک وہ بے وقوف ہے۔ لیکن پھر بھی وہ انسانوں کی پناہ چاہتا ہے۔ دکھیا کے دکھ میں شریک ہونا انسانیت کا تقاضہ ہے۔

گداگر: اسے قبرستان کی طرف دھکیل دو! وہاں جاکر یہ اپنا رونا روئے۔ ہم شریف آدمیوں کی نیند کیوں خراب کرے؟ بازار صرف گداگروں کا گھر ہے۔ پاگلوں کی جگہ نہیں! ہر کوئی جسے گھر والے باہر دھکیل دیں، بازاروں میں آجاتا ہے؟

(احمق کو چھپا کر کے لٹ پہ سنکال لیتا ہے)

شرابی: تمہیں کس نے یہاں کا نواب بنایا ہے؟ بازار ہر شخص کی ملکیت ہے۔ اگر آرام چاہتے ہو تو جاؤ محل کے گدیلوں پہ لیٹو۔ یہاں کیوں آئے؟

فاحشہ: خاموش! اس کا بھی اس جگہ پر حق ہے۔

شرابی: حق کس بات کا؟ کیا تم نوارد ہو؟ تم کب سے یہاں ہو؟

فاحشہ: ساری عمر بیت گئی! میں نے بازار ہی میں جنم لیا — وہ دیکھو وہاں بنگلے کے پاس کوڑے کے عقب میں! میری ماں نے مجھے بتایا تھا۔ سوائے بازار کے میں کسی گھر کو نہیں جانتی! دن کے وقت بازار کے سب دکاندار مالک ہوتے ہیں جب تاجر اپنی دکانیں سجاتے ہیں اور گاہک اشیاء خریدتے ہیں جب خرید و فروخت ہوتی ہے تو میں یہاں ایک اجنبی کی حیثیت میں ہوتی ہوں۔ اس سے میں باہر ویرانے میں گھومتی رہتی ہوں لیکن جب سکوتِ شب کی حکمرانی ہوتی ہے۔ تو سارا بازار میری ملکیت ہوتا ہے۔ میں اس چوک کے کونے کونے سے واقف ہوں

یہی میرا گھر ہے

شرابی :۔ خوب ہے! دیکھو وہ میرا مکان ہے۔ جہاں میرا نرم بستر بھی ہے۔ اور وفادار بیوی بھی۔ دن کے وقت میں یہاں ہی کام کرتا ہوں۔ سب مزدور جو توں کے انبار ہوتے ہیں۔ اور سارا دن ان میں کیلیں گاڑتا رہتا ہوں۔ اور بیوی کی صلواتیں سنتا رہتا ہوں... لیکن جب رات کی تاریکی اپنے لمبے سائے ڈالتی ہے تو میں نہ جانے کیوں بھیڑوں سے ڈرتا ہوں۔ مجھے گھر بہت تنگ معلوم ہوتا ہے کوئی نادیدہ کشش مجھے بازار میں لے آتی ہے

فاحشہ :۔ یہی بازار کی بددعا ہے۔ جو رات کے وقت تمہارے سر پر سوار ہو جاتی ہے۔ تمہیں ان بھونکنے والے کتوں میں شامل کر دیتی ہے۔ ہم سب دوزخ کے ایندھن ہیں اور ہمیں ان گناہوں کی پاداش میں بازاروں میں دھکیل دیا جاتا ہے۔ جب تک مقدس ماں آ کر ہمیں اپنے دامن میں نہ لے لے۔ ہمیں نجات نہیں مل سکتی۔

گداگر :۔ (نیند میں) ہی ہی ہی ہا ہا ہا!

شرابی :۔ افسردگی میں دھکیل دیتا ہے، دن کے وقت تو مجھے کسی پروا نہیں کیونکہ اس وقت میں بھی دیگر انسانوں کی طرح مصروف کار ہوتا ہوں لیکن جب تاریکی چھا جاتی ہے تو . . . .

فاحشہ :۔ یہی بازار کی لعنت ہے۔ گھبراؤ نہیں خدا ہم پر کرم کریگا اسکی رحمت بحر بیکراں ہے۔

(ایک بچے کی چیخ سنائی دیتی ہے جیسے کتے کی آواز سے ملتی جلتی)

شرابی :۔ یہ کیا ہے؟

فاحشہ :۔ یہ ایک گونگا اور بہرا لڑکا ہے۔ وہ گلیوں میں بھٹکتا پھرتا ہے وہ کسی آگ کی تلاش میں ہے۔ شاید!

شرابی :۔ اسے بلا لو یہاں!

فاحشہ :۔ خاموش! (گداگر کیطرف اشارہ کر کے) وہ اسے باہر نکال دے گا۔ کہتے ہیں۔ یہ لڑکا شیطان کا بیٹا ہے۔

شرابی :۔ تو یہ کہاں کا ذنب ہے؟ ہم سب شیطان کے بیٹے ہیں۔ لڑکے کو آواز دیتا ہے۔ کتے کیطرح چمکارتا ہے، آجاؤ! میرے پاس آجاؤ!

(چیتھڑوں میں ملبوس ایک گونگا لڑکا گھسٹتا ہوا اسکے قریب آجاتا ہے۔ جانوروں کی طرح آوازیں نکالتا ہے۔ سردی سے کانپ رہا ہے۔ فاحشہ اسے چپ کرانے کی کوشش کر رہی ہے)

فاحشہ :۔ یہ سارا دن اپنی ماں کی ڈیوڑھی کے پاس دروازے کے ساتھ لگا بیٹھا رہتا ہے۔ ماں اپنے خاوند سے ڈرتی ہے اور آنکھ بچا کر روٹی کا ٹکڑا اسی طرف پھینک دیتی ہے۔ اسطرح یہ ایک کتے کیطرح گلیوں میں رینگتا پھرتا ہے . . . . انسانی گوشت و خون کا لوتھڑا۔

شرابی :۔ اسے آگ کے قریب آجانے دو ــــ ہاں اسے لڑکے کو آگ کے قریب کرتا ہے، کوئی روٹی کا ٹکڑا ہے؟ دیدو اسے! دیکھیں کون اسے باہر نکالتا ہے؟

گداگر :۔ (جاگتے ہوئے) نا! بس جناب حد ہو گئی! اسے کون یہاں لایا ہے؟ جانتے ہو اسکے جسم میں شیطان کا خون شامل ہے!

(لڑکے کو باہر دھکیلنے کی کوشش کرتا ہے)

فاحشہ :۔ (لڑکے کو اپنی شال میں ڈھانپتے ہوئے) رحم! رحم!

گداگر :۔ تو شیطان کی داشتہ ہے۔ اسی لئے تو لڑکے کی حمایت کرتی ہے!

(لڑکے پر جھپٹتا ہے)

شرابی :۔ (گداگر کے ہاتھ سے عصا چھینتے ہوئے) ہم سب شیطان کی اولاد ہیں! تم بھی اس خاندان سے تعلق رکھتے ہو!

گداگر :۔ فتویٰ مت دو۔ میں عیسائی ہوں۔ خدا پر ایمان رکھتا ہوں میرا کوئی گھر نہیں ہے۔ اسی لئے میں بازار میں شب باش ہوتا ہوں بازار کتوں کیلئے بہشت ہیں۔ لیکن ابن آدم کیلئے نہیں! لیکن میں شیطان کے ہمراہ نہیں رہ سکتا۔ اور نہ میں فاحشہ کی ہمسائیگی پسند کرتا ہوں۔ اور نہ ہی کبھی کوئی شرابی میرا رفیق رہا ہے (اپنی گدڑی سنبھالتا ہے) تم لوگ میرے پیچھے کیوں پڑ گئے؟ یہ سب

بلونڈ شیطان کی حکومت ہے۔ تم مجھے کیوں روکتے ہو؟

(جانے کی کوشش کرتا ہے)

فاحشہ:- (روکتے ہوئے) ہمیں مت چھوڑ جائیے! اسے صرف آگ تاپنے دو! ابھی چلا جائے گا!

گداگر:- مجھے آپ کے ساتھ رہنے میں کوئی راحت نہیں ہوگی۔

(چلا جاتا ہے)

شرابی:- کیوں روکتی ہو؟ جاتا ہے تو جانے دو! وہ ہمیں اتنا ذلیل سمجھتا ہے کیا!

فاحشہ:- اور کیا تم سمجھتے ہو کہ تمہارے ساتھ رہنے سے کسی کی عزت افزائی ہو سکتی ہے؟ یہ کم از کم شریف آدمی تو ہے!

شرابی:- ہوں! تو تو جیسے گداگری حج کر چکی!

فاحشہ:- میں ہمیشہ اپنی زندگی میں معزز آدمیوں کی صحبت میں رہی ہوں۔

(جونہی گداگر غائب ہوتا ہے۔ عجیب و غریب شکلیں اندھیرے سے نمودار ہوتی ہیں۔ بیشتر ان میں سے نیم عریانی کی حالت میں ہیں۔ احمق بھی واپس آ گیا ہے۔ ایک کتا بھی اس مجمع میں دکھائی دیتا ہے)

فاحشہ:- (خوف سے اِدھر اُدھر تکتی ہے) کتنا بھیانک اور مہیب منظر ہے۔ کتنا ناخوش گوار ہے۔ نیم دیوانوں کے ساتھ رہنا! کوئی بھی تو ان میں شعور کا حامل نہیں رکھتا۔ کسی کا ضمیر بھی تو صحت مند نہیں۔ گداگر چلا گیا ہے!

شرابی:- (خوف سے) کتے بھی آگ کے پاس آنا چاہتے ہیں

فاحشہ:- انہیں بھی انسانوں سے دلچسپی ہے!

(چند لمحوں کا وقفہ۔ گداگر کا دم گھٹتا ہے)

شرابی:- اسے کیا ہوا؟ ہٹاؤ اسے سامنے سے!

فاحشہ:- اس کے اندر شیطان چیخ رہا ہے۔ دیکھو یہ کیسے نکلتی نگاہ سے دیکھ رہا ہے؟

(صبح کی سپیدی افقِ مشرق سے ظاہر ہونے کو ہے۔ ایک عجیب غریب اور مہیب نرمی سب پر پڑتی ہے۔ بازار کا کبھی کوئی کونہ روشن ہو جاتا ہے۔ کبھی کوئی)

شرابی:- خدا کا فضل ہے!

فاحشہ:- آج روشنی کتنی غیر مانوس نظر آتی ہے!

(کتے مہیب آوازوں میں بھونکنا شروع کر دیتے ہیں)

شرابی:- یہ کتے کیوں بھونکنے لگے! انہیں آگ کے قریب پھٹکنے دینا!

فاحشہ:- وہ کسی کو آتا دیکھ رہے ہیں۔ وہ بول رہے ہیں انہیں کوئی ضرور نظر آ گیا ہے۔

(دُور کہیں زمین بھنک آواز آتی ہے۔ کتے خوف سے بھونکتے ہیں)

فاحشہ:- کوئی ہمارے پاس آ رہا ہے!

(احمق ہنستا ہے)

شرابی:- احمق کہیں کا! کیوں ہنستا ہے؟ کسے دیکھ رہا ہے! اسے بھی آگ سے پرے ہٹا دو!

فاحشہ:- یہ مخلوق ہم سب سے زیادہ دور بین ہے۔

(کتے بھونکتے ہیں۔ اور اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ قدموں کی آہٹ سنائی دیتی ہے)

شرابی:- (خوف سے تھرتھرانے لگتا ہے) کوئی ہمارے نزدیک آ رہا ہے!

(ایک منٹ کا وقفہ۔ تمام خوف سے انتظار کرتے ہیں۔ ایک چور نمودار ہوتا ہے۔ ایک عورت کو کندھے پر اٹھائے آ رہا ہے۔ عورت کی گود میں ایک بچہ ہے۔ ان کے پیچھے چھوٹے چھوٹے نیم عریاں لڑکے ہیں۔ جن کے ہاتھوں میں بگل اور ڈھول ہیں۔ وہ شور و غل مچاتے آ رہے ہیں)

چور:- کورنش بجا لاؤ! ٹوپیاں اتار لو۔ دیکھتے نہیں کون آ رہا ہے؟ ملکہ عالیہ! ہوشیار!

(سب کے رنگ زرد پڑ جاتے ہیں۔ اور ایک طرف الگ کھڑے ہو جاتے ہیں۔ چور ان کے درمیان آ کھڑا ہوتا ہے)

یہاں کون ہے؟ آہا! احمق صاحب ہیں؟ خوب تمہاری

کرتی تھی!

شرابی :۔ میں آئندہ شراب کو ہرگز نہیں چھوڑوں گا۔ میری توبہ! میں اپنی عزت کی قسم کھاتا ہوں! (روتا ہے)

چور :۔ روؤ نہیں! بھائی! ہم سب گلیوں کے کتے ہیں۔ لیکن آج ہم اتحاد کا عہد کرتے ہیں۔ آؤ! ہمارے ساتھ آؤ! ہم تمہاری امداد کیا کریں گے۔ ہم سب ایک ہی جگہ رہیں گے۔ فاحشہ کو بھی ہمراہ لے لو۔ اور آؤ چلیں!

(بوڑھی فاحشہ اٹھتی ہے لیکن ابھی تک حیرت کے عالم میں ہے)

فاحشہ :۔ مجھے!

چور :۔ (اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے) ہم تمہیں اکیلا چھوڑ کر نہیں جائیں گے! نہ تم سے کنارہ کشی اختیار کریں گے۔ ہم تمہاری اصلیت سے واقف ہیں۔ تمہارا کوئی قصور نہیں۔ کس نے تمہیں جنا کس نے تمہاری پرورش کی؟ تم ایک جھاڑی کی طرح بازار میں پیدا ہوئیں۔ بازار کا ہر تھپیڑا گلی کی ہر اینٹ اور اس زمین کی مٹی تک تمہیں شفقت مادری سے دیکھتی ہے! تمہیں عالم وجود میں آنے کے دن ہی بازار میں پھینک دیا گیا تھا۔ اور انسان! درندہ صفت انسان! تمہیں ناپاک سمجھ کر تم سے بھاگ گئے جیسے کوڑھیوں سے لوگ نفرت کرتے ہیں۔ اس طرح تمہیں دھتکارا گیا!

فاحشہ :۔ (گریہ و زاری سے) ایک شریف آدمی سے ایسے تعریفی کلمات کی میں مستحق نہیں!

چور :۔ تم مستحق ہو! تم بھی ہم جیسی انسان ہو! تمہارا جسم ناپاک ہے لیکن تمہاری روح نیک ہے۔ اپنے گناہوں کو دھو ڈالو! اپنے کندھوں سے لعنت کا بار اتار پھینکو! تم پھر ہم جیسی انسان بن جاؤ گی تب۔ ان ہی انسانوں کی سماج میں جگہ ہے! میں تمہاری سرشت سے آشنا ہوں! تم نیک ہو! تم انسانوں کی ہمدرد ہو یہ انسان ہی ہیں جنہوں نے تمہیں ملعون ٹھہرایا! تم ایک معصوم بچہ تھیں۔ ٹھہرو! ٹھہرو!

(کوئیں سے پانی لیکر فاحشہ کو چھینٹے دیتا ہے)

میں تمہارے سر کو مسح کرتا ہوں! اب تم ہم جیسی ایک انسان بن گئی ہو! عارضی لعنت تم سے ہمیشہ کے لئے دور ہو گئی۔ اپنے ارد گرد تو نگاہ دوڑاؤ! موسم بہار کی کیف زا فضا میں مسرور و شگفتہ کلیاں تمہارے استقبال کے لئے منتظر ہیں۔ اور تم ایک حسین آہو کی طرح مصروف گلگشت ہو۔ بدی تمہارے قریب تک نہیں آ سکتی۔ تم اپنے باپ کے سرسبز گلشن میں گھوم رہی ہو تمہاری ماں تمہیں اپنے جھروکے سے دیکھ دیکھ کر خوش ہو رہی ہے تمہارا دستگیر بھی تمہاری تلاش میں پیچھے پیچھے آ رہا ہے!

(شرابی کو پکڑ کر فاحشہ کے پہلو میں کھڑا کر دیتا ہے۔ اور انکے ہاتھ ایک دوسرے کے گلے میں ڈال دیتا ہے اور ادھر ادھر چہل قدمی کرتا ہے)

فاحشہ :۔ (مسکراتی ہے) مجھے اس طرح چھیڑو نہیں!

چور :۔ اب تمہاری شادی ہو رہی ہے۔ چمکتے ستاروں سے دوشیزائیں تمہارا عروسی جوڑا لیکر آ رہی ہیں۔ حور و غلمان تمہارا نقاب اور سہرا فردوس بریں سے لئے آ رہے ہیں۔ تم بھی عصمت و عفت کے زیور سے آراستہ ہو! اب تمہیں عروسی تخت کی طرف لے جایا جا رہا ہے۔ (ایلو) تمہاری ماں بھی آ گئی۔ وہ تمہیں سر پر برکت دے رہی ہے! بانسری کی دلکش صدا کانوں میں آ رہی ہے۔ تمہارا دولہا تمہارے پہلو میں کھڑا مسکرا رہا ہے۔۔

(فاحشہ کی آنکھوں سے آنسوؤں کے چشمے پھوٹ بہتے ہیں)

شرابی :۔ (جوش مسرت میں) میں بھی اسکے ساتھ رہوں گا۔ میں اسکی پشت پناہ ہوں گا! انسان اب اسکی تحقیر نہیں کر سکتے! وہ میری بہن ہے۔ اب میں اسے گھر لے جاؤں گا!

چور :۔ شاباش! آج کتوں میں صلح ہو گئی۔ (ننگے لڑکے کو ہاتھوں پر اٹھا لیتا ہے۔ اور پیشانی پر بوسہ دیتا ہے) اور یہ آج سے ہمارا بچہ ہے۔ ہم سب گلی کے کتے ہیں۔ ہم سب اکٹھے رہیں گے

شرابی :۔ (چور سے بچہ لیتا ہے) یہ ہمارا بچہ ہے۔ یہ ہمارے ساتھ رہے گا۔ (فاحشہ کا ہاتھ تھام کر) ادھر آؤ! ہم اکٹھے زندگی بسر کریں گے۔ میں تمہاری خاطر محنت کر کے کماؤں گا تم اسکی

پرورش کرنا! یہ ہمارا آئندہ سے پیشا کہلائے گا!

(فاحشہ سے شال لیکر بچے اور اپنے اوپر ڈال لیتا ہے)

یہ کیسی آواز ہے! تمہیں سنائی نہیں دے رہی! میں تمہیں سچ کہہ رہا ہوں: سنو۔۔

(فاحشہ کو کوئی آواز سنائی نہیں دیتی۔ عورت کو خوفزدہ ہو کر تکتی ہے)

چور:۔ ہاں ہاں۔ اسی طرح بالکل اسی طرح: آج ہم باہم مل گئے! آج ہم اکٹھے زندگی بسر کریں گے! آج ہم اور بازاری کتے ایک ہی جنس سے ہو گئے!

(بازار میں ہر شخص کو گلے لگاتا ہے)

خوشی کے شادیانے بجاؤ! نقارے پر چوٹ لگاؤ۔ کیونکہ آج ہم اپنی ملکہ کا انتخاب کریں گے! (احمق سے) دیکھو تمہاری فوج تمہارے حکم کے لئے ہمہ تن گوش کھڑی ہے! ان کے ہاتھوں میں خون آشام تلواریں اور صیقل شدہ نیزے ہیں۔ تمہارے لشکرِ جرار کے سپاہی تمہارے حکم کے انتظار میں دیوارِ خاموش بنے کھڑے ہیں۔ دشمن نے تمہیں گھیر لیا ہے! بازار کی عورت ایک پردۂ نشست سے دیکھتا ہے، دیکھو تمہارے عساکر پرے باندھے کھڑے ہیں۔ صف در صف! قطار اندر قطار!!

احمق:۔ (جوشِ مسرت سے) ہاں ہاں۔ دیکھ رہا ہوں!

چور:۔ حکم دو بہادر نپولین! تم ہمارے جرنیل ہو! میان سے تلوار کھینچ لو۔ اور انہیں سلامی کے لئے حکم دو!

احمق:۔ (اپنی چوبی تلوار نکالتا ہے۔ اور حکم دیتا ہے۔ گویا بازار میں ایک فوج کھڑی ہے) پیش کش!!!

چور:۔ (اونچی آواز سے) شاباش۔ بہادر جرنیل! آج گلی کے کتے ایک ہو گئے! ابھی ہم اپنی ملکہ کا انتخاب کریں گے! (عورت کی طرف اشارہ کر کے) یہ اس بازار کی سلطنت کا تاج پہنیگی آؤ ملکہ! اپنے تختِ شاہی کو قدمِ میمنت لزوم سے سرفراز کرو!

(جھک جاتا ہے)

لڑکو ملکہ بازار سریر آرائے سلطنت ہو گئی! مسرت کے شادیانے بجاؤ اور خوشی کے ڈنکے پر چوٹ لگاؤ! کورنش بجالاؤ! اپنے ننگے سر ملکہ کے سامنے خم کر دو! ملکۂ عالم چلی آ رہی ہے! ملکۂ کائنات کی آمد آمد ہے! پہلے ہم اپنے اپنے ممالک کو سجدہ کریں

(صبح صادق کی پہلی کرن نمودار ہوتی ہے۔ عورت کا چہرہ روشنی میں دمک اٹھتا ہے۔ وہ مقدس ماں کی طرح نظر آتی ہے)

فاحشہ:۔ (عورت کو خوفزدہ ہو کر دیکھ رہی ہے اس ہیبت ناک منظر کو دیکھ کر دو زانو گر پڑتی ہے۔ اور غیر ارضی آواز میں پکارتی ہے) وہ! دیکھو! جی بھر کر دیکھو! یہی مقدس ماں ہے۔ دیکھو! اس کے تابناک چہرے کی طرف دیکھو! یہ ابھی گرجے سے آ رہی ہے آہ! یہی تو وہ مقدس بت ہے۔ جس کے سامنے میں ہر روز دو زانو ہو کر دعائیہ کلمات پڑھا کرتی ہوں۔ میں نے پہچان لیا۔ پہچان لیا! اپنی مقدس ماں کو گوشت و خون میں دیکھ لیا: (چیخ مار کر سجدہ میں گر جاتی ہے) اے ماں! مقدس ماں! مجھے اپنے دامنِ رحمت میں چھپا لے۔

(پھر سجدہ میں گر جاتی ہے۔ جوشِ جذبات میں رقت طاری ہو جاتی ہے۔ ساتھی بھی جذبات کی رو میں بہ جاتے ہیں۔ اور خوفزدہ ہو کر عورت کو تکتے ہیں۔ مقدس ماں کو پہچان لیتے ہیں اور سجدہ میں گر جاتے ہیں چور بھی ان کا ساتھ دیتا ہے۔ تمام کے تمام سربسجود ہو جاتے ہیں۔ دور گرجے کے گجر کی آواز آتی ہے۔ صبح ہو جاتی ہے۔ سامنے ایک مکان سے شرابی کی بیوی سر نکالتی ہے اور اپنے خاوند کو آواز دیتی ہے)

شرابی کی بیوی:۔ اسے تم یہاں کیا کر رہے ہو! جلدی گھر پہنچو! سارے دن کا کام پڑا ہے!

شرابی:۔ (سر اٹھاتا ہے۔ فاحشہ سے اپنا ہاتھ چھڑاتا ہے۔ عورت کو دیکھتا ہے۔ اور چور سے مخاطب ہوتا ہے) ہا ہا ہا! اسے یہ تو سنگتراش کی بیوی ہے: ہا! ہا! ہا: خوب الو بنایا! ہا ہا ہا۔۔۔ ہا

(بھاگ جاتا ہے۔ دوسرے بھی سجدے سے سر اٹھاتے ہیں فاحشہ اٹھ کر کھڑی ہو جاتی ہے۔ سنگتراش کی بیوی چور سے ہاتھ چھڑاتی ہے)

سنگتراش کی بیوی:۔ تم مجھے بازار میں کیوں گھسیٹ لائے؟

چور :- (ہاتھ تھامتے ہوئے) آؤ میرے ساتھ! اپنا وعدہ یاد ہے؟ آؤ کسی دوسرے ملک کو بھاگ چلیں!

سنگرامش کی بیوی :- (روتے ہوئے) بھاگ یہاں سے! مجھے کیوں بازار میں لایا! چلو بچو گھر چلیں!

(سب بھاگ جاتے ہیں۔ چور کوئیں کے پاس کھڑا ہے اور کرک کر کھتا ہے)

چور :- او کتو! کیوں بھاگ رہے ہو .... او کتو! دوزخی کتو! ٹھہرو! ....

(گاؤں کے لوگ برتن اٹھائے پانی لینے آ رہے ہیں اور آپس میں سرگوشیاں کر رہے ہیں)

ہٹو! سامنے سے مت راستہ روکو ....

(پردہ)

مصنفہ:۔ کان گکوجی
جاپانی ڈراما نویس

مترجمہ:۔ جناب عبدالرحیم شبلی
بی کام

پاگل

افراد

یوشی تارو .... ایک چوبیس سالہ پاگل نوجوان
سوجیرو ...... یوشی تارو کا بھائی۔ سترہ سالہ ہائی سکول کا طالب علم
گیسوتک .... ان کا باپ
اویوشی .... ان کی ماں
توساکو .... ہمسایہ
کیچے جی .... بیس سالہ نوکر
کاسنہ .... پچاس سالہ بوڑھی عورت
مقام :۔ جزیرہ سانوکی ...... زمانہ :۔ ...... سنہ ۱۹۰۰ء ...

منظر :۔ جزیرہ سانوکی کے متمول ترین خاندان کا تسوشی کش کے مکان کا پائیں باغ۔ اردگرد بانس کا ایک جنگلہ جس سے مکان کی صرف بلند چھت نظر آتی ہے۔ بائیں طرف سمندر کا کچھ پانی نظر آتا ہے جو سنہری کرنوں سے جگمگا رہا ہے۔ یوشی تارو خاندان کا سب سے بڑا لڑکا چھت کے چھجے پر پاؤں لٹکائے سمندر کی طرف ٹکٹکی لگائے دیکھ رہا ہے۔)

گیسوک :۔ (مکان کے اندر سے بولتے ہوئے) یوشی پھر چھت پر چڑھ گیا۔ کیا کروں باز نہیں آتا۔ اسے ضرور سرسام ہو جائے گا۔۔۔ اُف! آج دھوپ بھی کتنی تیز ہے۔ (باہر آتے ہوئے) کیچے جی! ارے او کیچے جی ۔۔۔ ارے کہاں گیا؟

کیچے جی :۔ (دائیں طرف سے آتا ہے) حضور! کیا حکم ہے؟

گیسوک :۔ دیکھنا یوشی پھر چھت پر چڑھ گیا۔ اسے نیچے اتارو! ٹوپی بھی تو نہیں ہے۔ اسکے سر پر اور دیکھو دھوپ بھی کتنی تیز ہے۔ اسے ضرور سرسام ہو جائیگا۔ چڑھ کیسے گیا؟ کوئی راستہ بھی تو ہو! نہ کے موصل پر سے؟ میں نے تمہیں کہا تھا کہ اس کے گرد باڑھ لگا دینا۔

کیچے جی :۔ ہاں حضور! آپ کے ارشاد کی تعمیل میں نے اسی روز کر دی تھی۔

گیسوک :۔ (دروازے سے گزر کر چھجے کے نیچے کھڑے ہو کر اوپر دیکھتا ہے) جانے وہ کس طرح دھوپ برداشت کر رہا ہے سیٹ کی چھت پر بیٹھا پگھل نہیں جاتا۔ (آواز دیتا ہے) ایوشی کا! نیچے اتر آؤ۔ اگر وہاں بیٹھے رہے تو سرسام ہو جائے گا۔ اور بہت ممکن ہے کہ مر ہی جاؤ۔

کیچے جی :۔ چھوٹے آقا۔ جلدی اتر آؤ۔ اگر کچھ دیر اور وہاں بیٹھے تو بیمار پڑ جاؤ گے۔

گیسوک :۔ یوشی! جلدی نیچے آجاؤ۔ آخر تم اوپر کر ہی کیا رہے ہو؟ نیچے اترو۔ میں کہہ رہا ہوں (زور سے) یوشی!

یوشی تارو :۔ ک۔ک کیا؟

گیسوک :۔ "کیا" کا کیا مطلب؟ فوراً نیچے اترو اتنی تیز دھوپ

یہاں بیٹھے رہے تو سرسام ہو جائے گا۔ جلدی نیچے اترو۔ جلدی، اگر دیر کی تو پٹ جاؤ گے۔

یوشی تارو:- دبڑے بچے کی طرح منہ بسور کر) نا ہیں۔ نا ہیں! میرا جی نہیں چاہتا۔ میں تماشہ دیکھ رہا ہوں کانسپیرا دیوتا کا پجاری بادلوں میں ناچ رہا ہے۔ اسکے ساتھ گلابی لباس پہنے ایک فرشتہ بھی گھنگھروؤں کی تال پر رقص کر رہا ہے وہ مجھے بھی آنے کی دعوت دے رہے ہیں (جوش جنوں میں ٹھہو ابھی آیا۔

گیسوک:- اگر تم یونہی باتیں کرتے رہے۔ تو زمین پر آ پڑو گے۔ اس روز بھی تم اسی طرح ہی کر رہے تھے۔ پہلے ہی تم لنگڑے اور پاگل ہو۔ دوسری ٹانگ بھی ٹوٹ جائے گی۔ ماں باپ کو کتنا پریشان کرتے ہو؟ نیچے اترو۔ بیوقوف!

کیچے جی:- سرکار ناراض نہ ہوں۔ چھوٹا بابو یوں نہیں اترے گا: اسے کیک دکھائیے۔ یہ اسکی مرغوب غذا ہے۔ کیک کھانے کیلئے وہ ضرور نیچے اتر آئے گا۔

گیسوک:- نہیں نہیں: بہتر ہے کہ تم ڈنڈا لیکر اوپر چڑھ جاؤ۔ وہ ایک برسا دینا۔ کیسے نہیں اترتا؟

کیچے جی:- یہ ظلم ہے سرکار۔ بے چارہ پاگل ہے۔ اس پر کسی جن کا سایہ ہے۔

گیسوک:- کل سے چھجے کے ارد گرد بانسوں کا جنگلہ لگا دینا تاکہ وہ دوبارہ نہ چڑھ سکے۔

کیچے جی:- سرکار خواہ کچھ کریں، وہ ضرور اوپر چڑھے گا۔ ابھی کل کی بات ہے۔ وہ ہونزن مندر کی سب سے اونچی چوٹی پر بغیر کسی سیڑھی کے جا چڑھا تھا۔ اس چھت جیسی بلندی پر چڑھنا تو اس کے بائیں ہاتھ کا کرتب ہے۔ میں پھر عرض کرتا ہوں حضور! ان کے سر پر کوئی بھوت سوار ہے۔ جو انہیں بلندیوں پر چڑھا دیتا ہے۔ کوئی طاقت انہیں روک نہیں سکتی۔

گیسوک:- تمہارا خیال صحیح ہے۔ لیکن اس کا یہ روز روز کا وطیرہ دیکھ کر میری تو جان نکل جاتی ہے۔ اگر اسے کمرہ میں بند کیا جائے، تو کیا حرج ہے؟ وہاں مجنونانہ حرکت کرے تو کوئی نقصان نہیں۔ لیکن آخر وہ بلندیوں پر کیوں چڑھتا ہے؟ کہتا ہے میں پاگل ہوں۔ سوجیرو بھی کہتا تھا، کہ کتسوشیرو کا پاگل تاکا ماتسو تک مشہور ہے

کیچے جی:- جی ہاں! جزیرے کا ہر فرد کہتا ہے۔ کہ یوشی پر کسی لومڑ کی بد روح کا سایہ ہے۔ لیکن مجھے اعتبار نہیں آتا۔ کیونکہ لومڑ کبھی درختوں پر چڑھتا نہیں دیکھا گیا۔

گیسوک:- ٹھیک کہتے ہو۔ لیکن میرا خیال ہے۔ کہ جب یوشی تارو پیدا ہوا تھا۔ میں نے ایک قیمتی رائفل خریدی تھی۔ جس سے میں نے جزیرے کے تمام لنگور ہلاک کر دیئے تھے۔ اب میں سمجھا کہ اسکے اندر لنگور کی بد روح حلول کر گئی ہے۔

کیچے جی:- بس سرکار یہی بات ہے۔ ورنہ وہ درختوں پر اس صفائی سے کیسے چڑھ سکتا تھا وہ بغیر سیڑھی کے ہر بلند سے بلند مقام پر دیکھتے ہی دیکھتے چڑھ جاتا ہے۔ حتیٰ کہ ساکو بھی جو سیڑھی پر چڑھنے کیلئے مشہور ہے۔ اسکے سامنے کان پکڑتا ہے۔

گیسوک:- (قہقہہ مار کر) بس رہنے دو، مذاق نہ کرو۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں۔ بلندی پر چڑھنے والے بیٹے کا باپ ہونا بھی تعجب انگیز ہے۔ میں اور میری بیوی اسی غم میں گھلے جاتے ہیں (یہ آواز دیتا ہے) یوشی تارو! نیچے اترو! یوشی تارو! میں کہہ رہا ہوں نیچے آؤ! (نوکر سے) جب وہ اوپر چڑھ جاتا ہے تو پھر کسی کی نہیں سنتا۔ دیکھو کتنا مسرور نظر آتا ہے۔ میں چھت کے ساتھ لگے ہوئے تمام درخت کٹوا دوں گا۔ تاکہ وہ پھر اس پر نہ چڑھ سکے۔ لیکن اُف چھت کو کہاں لیجاؤں؟

کیچے جی:- جب میں ابھی بچہ ہی تھا۔ مجھے یاد ہے کہ اس سامنے والے صدر دروازے کے پاس ایک املی کا درخت بھی تھا۔

گیسوک:- ہاں تھا۔ وہ جزیرے میں بلند ترین درخت تھا ایک دن یوشی تارو اسکی چوٹی پر چڑھ بیٹھا۔ وہیں ایک ٹانگ پر نوے فٹ کی بلندی پر کھڑا رہا۔ خبر نہیں کیا گنگناتا رہا۔ میں اور میری بیوی اسکے زندہ واپس آنے سے بالکل مایوس ہو چکے تھے۔ لیکن وہ صحیح وسلامت نیچے اتر آیا۔ حیرت ہے ہماری

زبانیں گنگ ہو گئیں۔

کیچے جی :۔ اللہ اللہ! یہ تو معجزہ ہے

گیسوک :۔ اسی لئے تو میں کہتا ہوں کہ اس پر کسی بھوت کا سایہ ہے۔

(آواز دیتا ہے) یوشی تارو! نیچے اتر آؤ۔ (دھم آواز نہیں)

کیچے جی تم اوپر جاکر اتار لاؤ۔

کیچے جی :۔ لیکن جب کوئی اس کے پاس جاتا ہے۔ وہ خفا ہو جاتا ہے۔

گیسوک :۔ اس کے غصے کی پروا نہ کرو۔ بس اسے نیچے کھینچ لاؤ

کیچے جی :۔ بہت اچھا حضور! بہت اچھا!

(کیچے جی سیڑھی کی تلاش میں جاتا ہے تو ساکو ہمسایہ نمودار ہوتا ہے)

توساکو :۔ آداب عرض ہے

گیسوک :۔ آداب عرض صاحب! موسم ہے اس جھیل کا کیا بنا؟ کوئی مچھلی پکڑی؟

توساکو :۔ نہیں کوئی نہیں۔ موسم ہی ختم ہو گیا ہے۔

گیسوک :۔ اوہ! بہت افسوس ہوا۔ موسم ختم ہوئے دیر ہوئی لیکن شاید آجکل مہاشیر مل جائے۔

توساکو :۔ ہاں کسی نے کل دو تین پکڑی تھیں۔

گیسوک :۔ خوب!

توساکو :۔ (اوپر یوشی تارو کو دیکھتے ہوئے) لڑکا آج پھر اوپر ہے

گیسوک :۔ ہاں! آج پھر حسب معمول چڑھ گیا ہے — کیا کروں بڑی مصیبت ہے۔ لیکن جب میں اسے کمرے میں بند کر دیتا ہوں۔ تو وہ افسردہ ہو جاتا ہے۔ اور مچھلی کی طرح تڑپنے لگتا ہے۔ یہ منظر مجھ سے دیکھا نہیں جاتا۔ دروازہ کھول دیتا ہوں۔ تو پھر چھت پر جا چڑھتا ہے۔

توساکو :۔ اس میں قباحت ہی کیا ہے؟

گیسوک :۔ لیکن میرا کلیجہ تو منہ کو آتا ہے۔ جب وہ اوپر چڑھ کر مجنونانہ بکواس شروع کر دیتا ہے۔ تو میں شرم سے پانی پانی ہو جاتا ہوں۔

توساکو :۔ مگر تمہارا چھوٹا لڑکا موتسن تو اسکول میں کافی نیکنام ہے

گیسوک :۔ ہاں وہ کافی نیک بچہ ہے۔ اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ اگر دونوں ایسے پاگل ہوتے تو میری زندگی اجیرن ہو جاتی

توساکو :۔ ہاں یاد آیا! ایک کاہنہ آئی ہوئی ہے اسے کیوں نہ ٹونہ کرنے کیلئے بلا لیا جائے؟ کیا حرج ہے؟ اسی لئے میں حاضر ہوا تھا۔

گیسوک :۔ کیا سچ مچ؟ خوب! لیکن پہلے بھی تو کئی جادو ٹونے کروا چکا ہوں۔ کوئی فائدہ نہیں ہوا۔

توساکو :۔ یہ کاہنہ کان پیرا دیوتا کی داسی ہے۔ بڑے بڑے معجزے دکھاتی ہے۔ کہتے ہیں کان پیرا دیوتا سے اس کی بہت راہ و رسم ہے۔ اور تمام پہاڑی کاہنوں سے اس کے منتر بالکل مختلف ہیں ایک دفعہ تو آزما کر دیکھو!

گیسوک :۔ اچھا نذرانہ کیا لیتی ہے؟

توساکو :۔ کچھ بھی نہیں! جب مریض صحت یاب ہو جائے گا تو جو جی چاہے دے دینا۔

گیسوک :۔ سوچ کر کہتا ہے۔ کہ اسے منتروں پر ایمان نہیں لیکن اسے آزمانے میں کیا حرج ہے؟

(کیچے جی سیڑھی لیکر آتا ہے۔ اور جنگلے کے پیچھے غائب ہو جاتا ہے)

توساکو :۔ تو پھر میں کنگے جی کے گھر جاتا ہوں اور اسے بلانے کا انتظام کرتا ہوں۔ اتنے میں تم اپنے لڑکے کو نیچے اتارنے کی کوشش کرو

گیسوک :۔ بہت بہتر! تکلیف فرمائی کا دلی شکریہ (توساکو کے جانے کے بعد آواز دیتا ہے) یوشی نیچے اتر آؤ!!

کیچے جی :۔ (جو اس وقت تک چھت پر چڑھ چکا ہے) اب اچھے آقا۔ چلو میرے ساتھ نیچے۔ اگر اترنے میں دیر کی تو یاد رکھو آج رات بخار ہو جائے گا۔

یوشی تارو :۔ (کیچے جی سے اچھوت کی طرح پرے ہٹتے ہوئے) ہاتھ مت لگاؤ مجھے! فرشتے مجھے بلا رہے ہیں۔ تمہارے آنے سے یہ جگہ ناپاک ہو جائے گی۔ کیا چاہتے ہو؟

کیچے جی :۔ بے معنی باتیں نہ کرو۔ خدارا نیچے چلو!

یوشی تارو :۔ اگر تم نے مجھے ہاتھ لگایا۔ تو بادلوں کی پریاں تمہیں

جہنم میں جھونک دیں گی۔
(کیچے جی جلدی سے یوشی تارو کو پکڑ لیتا ہے۔ اور سیڑھی کی طرف کھینچتا ہے۔ یوشی تارو اچانک ماں جاتا ہے)

کیچے جی:۔ اب بالکل حرکت نہ کرنا۔ ورنہ گر پڑو گے اور چوٹ لگے گی۔

گیسوک:۔ احتیاط سے۔
(یوشی تارو نیچے اترتا ہے کیچے جی پیچھے پیچھے آرہا ہے۔ یوشی ایک ٹانگ سے لنگڑا رہا ہے)

گیسوک:۔ (آواز دیتا ہے) اویوشی! ذرا باہر آنا۔

اویوشی:۔ (اندر سے) کیا ہے؟

گیسوک:۔ میں نے کاہنہ کو بلایا ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے؟

اویوشی:۔ (دروازے سے نکلتی ہے) اچھی بات ہے۔ معلوم نہیں کونسی دوا اپنا اثر کرے

کیچے جی:۔ بعض اثر کرتی ہیں۔ بعض نہیں۔

گیسوک:۔ یوشی تارو کہتا ہے۔ کہ وہ کان پیرا دیوتا سے باتیں کرتا ہے۔ اور یہ کاہنہ بھی اسی دیوتا کی داسی ہے۔ اس لئے وہ یقیناً اسے اچھا کر دے گی

یوشی تارو:۔ (پریشان ہو کر) ابا۔ مجھے نیچے کیوں لے آئے وہاں ہفت رنگ بادل مجھے آسمانوں کی سیر کرانے آرہا تھا۔

گیسوک:۔ بیوقوف! ایکدن تم یہی کہہ رہے تھے۔ اور ہفت رنگ بادل پر سوار ہونے کی کوشش میں تم نے اپنی ٹانگ توڑ لی تھی۔ آج کان پیرا دیوتا کی کاہنہ یہاں آرہی ہے۔ تاکہ تمہارے اندر جو بدروح داخل ہو گئی ہے اسکو باہر نکال دے۔ اب چھت پر نہ چڑھنا۔
(توساکو آتا ہے۔ کاہنہ چالاک آنکھوں سے دیکھتی ہوئی۔۔۔۔۔ آرہی ہے)

توساکو:۔ یہ ہے وہ خاتون جس کا میں نے آپ سے ذکر کیا تھا۔

گیسوک:۔ خوب! تسلیم کاہنہ صاحبہ! خوش آمدید! آئیے۔ دیکھئے یہ لڑکا ہمارے لئے ایک مصیبت سے کم نہیں اور باعث شرم بھی ہے۔

کاہنہ:۔ (بے پروائی سے) کچھ فکر نہ کیجئے۔ ابھی دیوتا کی مدد سے اسکا علاج کئے دیتی ہوں (یوشی تارو کی طرف دیکھکر) تو کیا یہی مریض ہے؟

گیسوک:۔ ہاں! اسکی عمر چوبیس سال ہے۔ اتنا بڑا ہو گیا ہے، لیکن سوائے اونچی چوٹیوں پر چڑھنے کے کچھ نہیں جانتا۔

کاہنہ:۔ اسے ایسا کرتے ہوئے کتنا عرصہ ہو گیا ہے؟

گیسوک:۔ جنم کے دن سے ہی اسے یہ شوق ہے۔ ابھی یہ گود میں تھا۔ کہ ہر بلند جگہ پر جانے کے لئے ہمکتا تھا۔ جب یہ چار پانچ برس کی عمر کا ہوا۔ تو ایک چھوٹے سے مندر کے اوپر چڑھ گیا۔ پھر کچھ بڑا ہوا۔ تو بڑے مندر پر چڑھ گیا۔ پھر ایک بلند عمارت پر بغیر سیڑھیوں کی مدد کے جا چڑھا۔ سات آٹھ برس کی عمر میں اسنے درختوں پر چڑھنا شروع کر دیا۔ پندرہ سال کے سن میں وہ پہاڑیوں کی چوٹیوں پر چڑھتا رہا ہے۔ اور سارا سارا دن میں گزارتا رہا ہے۔ اور کہتا ہے۔ کہ میں پریوں اور دیوتاؤں سے باتیں کرتا ہوں۔ اب اس نے اس عادت میں ترقی کر لی ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے، اسے کیا بیماری ہے؟

کاہنہ:۔ بالکل سمجھ گئی اسکے سر پر لومڑی کی بدروح کا سایہ ہے۔ اچھا میں اس پر ٹونہ کرتی ہوں (یوشی تارو کی طرف دیکھتے ہوئے) یہاں لڑکے سنو! میں کان پیرا دیوتا کی طرف سے اس جزیرہ میں پیغامبر ہو کر آئی ہوں۔ اس لئے میں جو کچھ کہونگی خدا کا کلام ہوگا

یوشی تارو:۔ (گھبرا کر) کان پیرا کا نام لیتی ہو۔ کیا تم نے کبھی اسے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے؟

کاہنہ:۔ (اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر) ایسے کفر کے کلمے منہ سے نہ نکالو۔ دیوتا نظر نہیں آیا کرتے۔

یوشی تارو:۔ لیکن میں نے اسے ہزار مرتبہ دیکھا ہے۔ مشاہدہ کیا ہے، ان آنکھوں سے۔ وہ ایک سفید لمبی داڑھی والا بزرگ ہے سفید لباس پہنتا ہے۔ سر پر تاج زریں رکھتا ہے۔ وہ میرا جگری دوست ہے۔

کاہنہ: (دیکھ کر حیران و پریشان ہو جاتی ہے اور گیسوک سے کہتی ہے۔) دیکھو یہی لڑکی تو سچ بول رہی ہے۔ مرض انتہا کو پہنچ چکا ہے لیکن گھبراؤ نہیں میں درست کئے دیتی ہوں۔ میں خود دیوتا سے مخاطب ہوتی ہوں۔

(کسی عجیب و غریب زبان میں منتر پڑھتی ہے۔ یوشی تارو کو کچھ بھی سمجھ نہیں آتا۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے کاہنہ کو تک رہا ہے۔ کاہنہ وارفتگی کے جوش میں ناچتی ہوئی غش کھا کر گر پڑتی ہے۔ پھر اچانک اپنے پاؤں کے سہارے کھڑی ہوتی ہے۔ اور ادھر ادھر دیکھتی ہے۔)

کاہنہ: (آواز بدل کر) میں کان پیرا دیوتا ہوں۔ میں اس جزیرے کا مالک ہوں۔

(یوشی تارو کے سوا باقی تمام سجدہ ریز ہو جاتے ہیں۔)

کاہنہ: (خوفناک آواز میں) اس خاندان کا سب سے بڑا لڑکا ایک بدروح کا شکار ہے۔ اسے کسی درخت پر الٹا لٹکا دو۔ اور سبز بول کے کانٹوں سے اس کے جسم سے خون جاری کرو اگر تمہیں میرے حکم سے انکار ہوگا۔ تو تم تمام کو دوزخ کی بھڑکتی آگ میں جھونک دیا جائے گا۔

(پھر غش کھا کر گر پڑتی اور عجیب و غریب حرکتیں کرتی ہے۔)

کاہنہ: (اٹھتے ہوئے گویا اسے کسی بات کا علم نہیں ہوا) کیا دیکھا کیا دیوتا خود ظاہر ہوا تھا؟

گیسوک: معجزہ حیران کن معجزہ۔ دیوتا نے خود کلام کیا۔

کاہنہ: دیوتا کان پیرا نے جو احکام دیئے ہیں انہیں بجا لاؤ ورنہ ہم پر ابدی لعنت نازل ہو جائے گی۔ اور اپنے کئے کی سزا پائیں گے۔

گیسوک: (بد دلی سے) کیچی جی تم جاؤ۔ اور سبز بول کے کانٹے تلاش کر کے لاؤ۔

ادیوشی: نہیں نہیں۔ یہ بے چارے یوشی تارو پر بڑا ظلم ہوگا خواہ دیوتا خود حکم دے رہا ہے۔

کاہنہ: اسے قطعاً تکلیف نہیں ہوگی۔ صرف اس کے اندر کی بدروح ڈر کے مارے بھاگ جائے گی۔ (پس جلدی کھو یوشی تارو کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر) کیا تم نے بھی دیوتا کے حکم کو سنا؟ بہتر ہے کہ زبردستی کرنے سے پہلے تم خود ہی یہاں سے بھاگ جاؤ۔

یوشی تارو: یہ کان پیرا دیوتا کی آواز ہرگز نہ تھی۔ تم جیسی مکار کاہنہ کے منتروں کو وہ ہرگز نہیں سنتا۔

کاہنہ: (اپنی توہین محسوس کرتے ہوئے) ٹھہرو تمہاری خبر لیتی ہوں دیوتا کی میرے سامنے بے عزتی کرتے ہو۔ کمبخت لومڑ۔ (کیچی جی سبز بول کی شاخیں لئے آ رہا ہے۔ ادیوشی ڈر جاتی ہے)

کاہنہ: یا تو دیوتا کے احکام کی تعمیل کرو یا ابدی لعنت مول لو!

(گیسوک اور کیچی جی ڈر کے مارے کانٹوں کو آگ لگا دیتے ہیں۔ اور یوشی تارو کو آگ کے قریب لا کر دھوئیں میں کھڑے رکھتے ہیں۔)

یوشی: ہائے ابا۔ کیا کر رہے ہو؟ میرا دم گھٹا جا رہا ہے۔ اُف مر گیا!

کاہنہ: یہ اس کی آواز نہیں۔ بلکہ اس کے اندر کا لومڑ چیخ رہا ہے۔ اور یہ صرف لومڑ کو تکلیف پہنچ رہی ہے۔

ادیوشی: لیکن یہ کتنا ظلم ہے۔

(گیسوک اور کیچی جی یوشی تارو کے سر کو پکڑ کر آگ کے نزدیک لاتے ہیں کہ اچانک بجیرو کی آواز آتی ہے۔)

بجیرو: ابا! اماں! کہاں ہو؟ میں آ گیا!

گیسوک: (یوشی تارو کو چھوڑتے ہوئے) سوسن گھر آ گیا کیا؟ آج اتوار تو نہیں، یہ کیسے سکول سے واپس آ گیا؟

(بجیرو دروازے سے نمودار ہوتا ہے۔ سکول کی یونیفارم اس کے زیب تن ہے چست معلوم ہوتا ہے۔ یہ نظارہ دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے۔)

بجیرو: کیا معاملہ ہے ابا جان!

گیسوک: درست پتا کر کیا؟

بجیرو: یہ دھواں کس لئے؟

یوشی تارو:۔ (دونوں سے کھانستے ہوئے اور اپنے بھائی کو
طنزیہ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے) تم ہو سوسن، ابا اور
کیچی بھی آگ میں جھلس رہے تھے۔

سجیرو:۔ (غصہ میں) ابا! آپ کیسی جہالت کی بات کر رہے ہیں
میں نے آپ کو بار بار کہا ہے کہ ایسے توہمات ہمارے
گھر میں نہیں ہونے چاہئیں۔

گیسوکے:۔ لیکن کاہنہ نے معجزہ دکھایا ہے۔ معجزہ۔ اسے دیوتاؤں
ہے ....

سجیرو:۔ (بات کاٹ کر) واہیات۔ بالکل بکواس۔ ایسا جاہلانہ
عمل صرف اس لئے کیا جا رہا ہے کہ وہ بیچارہ معذور ہے۔
(کاہنہ کو قہر آلود نگاہوں سے دیکھتا ہے اور چوبے کی طرف
جاکر پاؤں سے آگ بجھاتا ہے)

کاہنہ: ٹھہرو! یہ آگ دیوتا کے حکم سے جلائی گئی تھی۔
(سجیرو آخری چنگاری ٹھوکر مار کر بجھا دیتا ہے)

گیسوکے:۔ (زبان صاف کرکے) سجیرو! میں ایک غیر تعلیم یافتہ
آدمی ہوں۔ لیکن تم تعلیم یافتہ ہو۔ لہٰذا تمہاری ہر بات کا
لحاظ کرتا ہوں۔ لیکن یہ آگ دیوتا کے حکم سے جلائی گئی تھی
جسے تمہیں پاؤں تلے روندنا نہیں چاہئے تھا۔

سجیرو:۔ دعوؤں اسے تندرست نہیں کر سکتا۔ جب آپ لوگوں
کے سامنے لومڑی کی بدروح کی بات کریں گے۔ تو وہ آپ
کا مضحکہ اڑائیں گے۔ اگر دیوتا کتنے ہو کر بھی ایک معمولی زکام
کا علاج کرنا چاہیں تو وہ ہرگز نہیں کر سکتے۔ یہ کاہنہ فریبی
اور مکار ہے۔ اسے صرف چند سکے درکار ہیں اور بس۔

گیسوکے:۔ لیکن ڈاکٹر بھی تو اس کے علاج سے مایوس ہو چکے ہیں

سجیرو:۔ جب ڈاکٹر ایک مریض کو لاعلاج تصور کریں تو اسے کوئی
تندرست نہیں کر سکتا۔ میں نے آپ کو پہلے بھی بتایا تھا
کہ اسے کوئی تکلیف نہیں۔ اگر ہے تو اسکا باقاعدہ ڈاکٹری
علاج کروانا چاہئے۔ لیکن وہ چھت پر چڑھ کر بہت مسرور
رہتا ہے۔ اور اپنے آپ کو سب سے زیادہ خوش نصیب تصور
کرتا ہے۔ علاوہ ازیں اگر آپ اسے تندرست بھی کر دیں تو
کیا فائدہ؟ وہ کسی کام کاج کا نہیں ہے۔ اسکی عمر چوبیس سال
ہو گئی ہے۔ لیکن ابھی تک ا۔ب بھی نہیں جانتا اور نہ ہی
اسے کوئی تجربہ حاصل ہے۔ بفرضِ محال اگر وہ صحت یاب بھی
ہو جائے تو اسے اپنی کمزوریوں کا علم ہو جائے گا۔ اور وہ اپنے
آپ کو سب سے زیادہ بدنصیب خیال کرنے لگ جائے گا۔ کیا
آپ اسکی یہ حالت دیکھنے کے لئے تیار ہیں؟ میری دانست
میں اس سے زیادہ حماقت کی اور کوئی بات نہیں کہ اسے
ذی عقل و شعور بنا کر اور زیادہ مصیبت میں ڈال دیا جائے۔
(کاہنہ کو گھورتے ہوئے) توساکو! جس طرح آپ اسے لائے ہیں
اسی طرح واپس لیجائیے۔

کاہنہ:۔ (ہتک محسوس کرتے ہوئے غصہ سے) تم دیوتاؤں کے
کلام کو جھٹلاتے ہو؟ تمہیں دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔
(پہلے کی طرح منتر پڑھتی ہے۔ بے ہوش ہو جاتی ہے۔ اٹھتی ہے
اور آواز تبدیل کرکے بولتی ہے)
میں دیوتائے اعظم کان پیرا ہوں۔ مریض کا بھائی جو کہتا ہے محض
اپنی خود غرضی کی بنا پر کہتا ہے۔ کیونکہ اگر اس کا بھائی اچھا ہو گیا
تو اسے ڈر ہے کہ خاندان کی جائیداد سے مل جائے گی......
...... مت بولو.........

سجیرو:۔ (غصہ میں کاہنہ کو لات مار کر گرا دیتا ہے) بکواس محض
بکواس۔ بوڑھی چڑیل۔
(دو تین ٹھوکریں اور لگاتا ہے)

کاہنہ:۔ (اٹھتی ہے۔ اور اپنی اصل آواز میں کہتی ہے) ہائے آ!
ہائے کیوں مارتے ہو؟ ہائے ظالم کمر توڑ دی

سجیرو:۔ مکار! ناہنجار!

توساکو:۔ (ان کے درمیان آکر) ٹھہرو صاحبزادے! زیادتی
نہ کرو!

سجیرو:۔ (جس کا غصہ ابھی فرو نہیں ہوا) تم کذاب ہو، مکار ہو، تم کیا
جانو پرارتھنا کسے کہتے ہیں!

توساکو:۔ اچھا۔ ہم سیدھا گھر چلے جاتے ہیں۔ یہ میری غلطی تھی جو تمہیں یہاں لے آیا۔

گیسوک:۔ توساکو کو کچھ رقم دیکر) بچہ ہے۔ اسے معاف کردو نوجوان جوش میں بے قابو ہو جاتا ہے۔

کاہنہ:۔ (تم نے مجھے اسوقت لات ماری جب مجھ پر کشف کی حالت طاری تھی۔ بدنصیب آدمی صرف آج کی رات زندہ رہے گا۔

سجیرو:۔ جھوٹی بکار!

ایوشی:۔ (سجیرو کا غصہ فرو کرتے ہوئے) بس اب خاموش رہو (کاہنہ سے) مجھے اس سلوک سے بہت پریشانی ہوئی ہے معاف کرنا!

(کاہنہ اور توساکو باہر چلے جاتے ہیں)

گیسوک:۔ (سجیرو سے) تمہیں کاہنہ کی بددعا سے خوف نہیں آتا۔

سجیرو:۔ دیوتا ایسی مکار بوڑھی چڑیل سے ہمکلام نہیں ہوتا وہ یہ بات پر جھوٹ بولتی ہے۔

ایوشی:۔ میں نے اسے پہلی ملاقات ہی میں شبہ کی نگاہوں سے دیکھا تھا۔ اگر حقیقتاً اسے الہام ہوتا۔ تو ایسا ظالمانہ اور تشدد آمیز عمل نہ کرتی۔

گیسوک:۔ (بغیر کسی مزید استفسار کے) ہوگا لیکن سوسن! تمہارا بھائی تمہیر تمہاری زندگی دوبھر کردے گا۔

سجیرو:۔ وہ ہرگز مجھ پر بوجھ نہیں آیا۔ جب میں امتحان میں کامیاب ہو جاؤں گا۔ تو اس کے لئے توکانوشیرو پہاڑ کی چوٹی پر ایک بڑا برج بنا دوں گا۔ وہ وہیں رہا کرے گا۔

گیسوک:۔ (اچانک) یوشی تارو کدھر چلا گیا۔

کیچی جی:۔ (چھت کی طرف اشارہ کرکے) وہ دیکھو اوپر!

گیسوک:۔ (مسکراتے ہوئے) حسب معمول!

(اس اثنا میں یوشی تارو موقعہ پاکر چھت پر جا بیٹھا تھا۔ چاروں آدمی ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکرا رہے ہیں)

سجیرو:۔ (ہاں جاکر وہ سب کچھ بھول گیا ہے۔ (بلاتا ہے) بھیا!

یوشی تارو:۔ (برادرانہ محبت میں) میں نے کان پڑا دیوتا سے کاہنہ کی بات پوچھی ہے۔ وہ کہتا ہے۔ کہ اس نے کاہنہ کو نہیں بھیجا تھا۔

سجیرو:۔ (مسکراتے ہوئے) تم ٹھیک کہتے ہو۔ دیوتا کاہنہ کی بجائے تم سے ہمکلام ہوتا ہوگا!

(بادلوں سے سنہری آفتاب کی ایک کرن ظاہر ہوتی ہے۔ ڈوبتے ہوئے سورج کی شعاعیں چھت کو روشن کر دیتی ہیں۔)

سجیرو:۔ (وارفتگی میں) غروب آفتاب کا منظر کتنا دلکش ہے!

یوشی تارو:۔ (اس کا چہرہ روشنی میں دمکتا ہے) سوسن! دیکھو۔ اس بادل پر تم ایک سنہری محل نہیں دیکھ رہے! ——— وہ دیکھو! نظر آگیا! ——— دیکھو تو سہی کتنا حسین ہے وہ۔

سجیرو:۔ ہاں میں دیکھ رہا ہوں ——— نہایت دلفریب!

یوشی تارو:۔ (خوشی کے جوش میں) وہ دیکھو اس سنہری محل میں میں بانسری کی دلکش تانیں سن رہا ہوں یہی چیزیں میرے دلکو لبھا لیتی ہیں۔

[ماں اور باپ گھر پر چلے گئے ہیں۔ دیوانہ چھت پر اور فرزانہ زمین پر غروب آفتاب کا نظارہ کر رہے ہیں۔]

(پردہ)

ایک روپیہ کی خاص رعایت:۔ ادب لطیف کے ایکسال کے خریدار کو ہے، روپیہ زرسالانہ میں سالنامہ افسانہ نمبر یا ڈراما نمبر کے علاوہ دس عام پرچے دیئے جاتے ہیں۔ جنکی مجموعی قیمت ۸/۸ روپے ہوتی ہے لہٰذا آپ آج ہی ایکروپے کی رعایت سے فائدہ اٹھائیں۔

مینجر

نوشتہ: سٹرن برگ
سویڈش ڈراما نگار

ترجمہ: جناب سائل احمد رضا

بادِ سموم

(ایک ایکٹ کا ڈراما)

افراد

بسخرا ـــــــــــــ ایک عرب دوشیزہ
یوسف ـــــــــــــ اس کا عاشق
گیمارد ـــــــــــــ ن ا سکا ایک انگریز لفٹنٹ
ـــــ مقام :۔ الجیریا ـــــــ زمانہ :۔ انیسویں صدی

منظر اوّل

الجیریا کی ایک خانقاہ کا اندرونی حصہ۔ کمرے کے درمیان ایک مسلمان درویش کی قبر بنی ہوئی ہے۔ پیچھے دیوار کے وسط میں ایک دروازہ ہے جس پر پردہ پڑا ہوا ہے۔ دروازے کے دونوں جانب دو روشندان ہیں۔ قبر کی سیدھی جانب دو جانمازیں بچھی ہیں۔ کمرے کے فرش پر ہوا و ریت کے چند ڈھیر نظر آتے ہیں۔ ایک ایلوے کا پودا۔ چند کھجور کے پتے اور گھاس بکھری پڑی ہے۔ بسخرا داخل ہوتی ہے۔ عربوں کی سی اوڑھنی اسکے سر سے لٹک رہی ہے۔ اس طرح کہ اسکا چہرہ تقریباً ڈھکا ہوا ہے۔ سیدھے ہاتھ میں ایک بربط ہے وہ ایک جانماز پر دو زانو ہو کے بیٹھ جاتی ہے اور ہاتھ باندھ کر دعا کرتی ہے۔ باہر سے آندھی کے تیز چلنے کی آواز صاف سنائی دیتی ہے

بسخرا:۔ لا الٰہ الا اللہ۔

یوسف:۔ (تیزی سے داخل ہو کر) بادِ سموم آ رہی ہے۔ فرنگی کہاں ہے؟

بسخرا:۔ وہ آتا ہی ہوگا۔

یوسف:۔ موقع پا کر تم اسے خنجر کیوں نہیں بھونک دیتیں؟

بسخرا:۔ اس کو خود ہی مر جانے دو۔ اگر میں ایسا کروں تو ہمارا پورا قبیلہ مار ڈالا جائے گا۔ اسلئے کہ سارے فرنگی مجھے علی کے نام سے جانتے ہیں۔ عرب دوشیزہ کی حیثیت سے نہیں۔ اور یہ بھی جانتے ہیں کہ میں سردار ہوں۔

یوسف:۔ تم کہتی ہو کہ وہ خود مر جائے گا۔ آخر کیونکر؟

بسخرا:۔ کیا تم نہیں جانتے کہ بادِ سموم ان سفید لوگوں کے دماغ پر بہت جلد اثر کرتی ہے۔ اور بعض اوقات تو انہیں مار بھی ڈالتی ہے یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ اس سے بہت جلد بیزار ہو کر بھاگ جاتے ہیں

یوسف:۔ ہاں میں نے بھی ایسا سنا ہے۔ اور آخری معرکہ میں تو بہت سے فرنگی جنگ شروع ہونے سے پہلے ہی اپنی اپنی جان بچا کر بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔ لیکن آج بادِ سموم پر تم بھروسہ نہ رکھو اسلئے کہ رات پہاڑوں پر بہت گری ہے۔ اور ممکن ہے کہ طوفان صرف نصف گھنٹے ہی میں ختم ہو جائے ـــــ بسخرا کیا تم اب بھی نفرت کرنا جانتی ہو؟

بسخرا:۔ میری نفرت ریگستان کی طرح وسیع، سورج کی طرح دہکتی ہوئی اور میری محبت سے زیادہ طاقتور ہے ـــــ اور کیوں نہ ہو جبکہ خوشی کا ہر لمحہ مجھ سے چھین لیا گیا ہے ـــــ اف علی کا قتل ـــــ اسکی یاد مجھے اب بھی بے چین رکھتی ہے۔ اور جو کچھ

بادِ سموم نہیں کر سکتی، وہ میں کر سکتی ہوں۔

یوسف: تم کتنی حسین ہو بسخرا! ——— یقیناً جیت تمہاری ہی رہے گی۔ جب سے میری آنکھیں تم پر پڑی ہیں، میری اپنی نفرت کا نخل خزاں کی گھاس کی مانند خشک ہو گیا ہے — مجھ سے قوت اور ہمت لو اور میری نفرت کا تیر بن جاؤ۔

بسخرا: مجھے اپنے سینے سے لگا لو یوسف! مجھے اپنے سینے سے لگا لو۔

یوسف: یہاں نہیں، اس متبرک مقام پر نہیں۔ ہاں، اس وقت جب تم اپنی محبت کا انعام پا لو گی۔

بسخرا: مغرور شیخ، تمہیں خود پر غرور ہو گیا ہے۔

یوسف: ہاں —— وہ عورت جو میرے بچوں کی ماں بننے والی ہے، اسے پہلے خود کو اس قابل کرنا ہو گا۔

بسخرا: ہیں —— ہاں کوئی نہیں صرف میں ہی یوسف کے بچوں کی ماں بنوں گی —— ہاں میں جس کا عزم چٹانوں کی طرح مستقل اور جس کے انتقام کی آگ بادِ سموم سے زیادہ زہریلی ہے۔

یوسف: اچھا اب میں چشمے کے پاس سونے جا رہا ہوں کیونکہ مجھے ابھی تمہیں اور کچھ سکھانا ہو گا —— شیخ سعدی کے وہ تمام اقوال تمہیں یاد نہیں، جو تم نے بچپن میں پڑھے تھے!

بسخرا: ان سب کی ضرورت نہیں۔ میں زندگی کے تمام راز جانتی ہوں... ایک بزدل زنیک سے بآسانی مقابلہ کر سکتی ہوں۔ مجھے سب کچھ آتا ہے یوسف! کوئی چیز میری رہنمائی سے باہر نہیں۔ قسمت اب معاملہ بنا دے گی۔ اس لئے کہ خوش قسمتی کے ستارے آج یوسف اور بسخرا پر جگمگا رہے ہیں۔

یوسف: بے شک قسمت مسلمانوں کا ساتھ دے رہی ہے لیکن اس پر پورا اعتماد بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اور بسخرا — ریگستانی گرم لو سے تمہارے حسن کا پھول کملایا جا رہا ہے۔ ایک دو گھونٹ پانی تو پی لو —— میں دیکھتا ہوں، تمہارے ہاتھ بھی جھلس رہے ہیں اور ——

(یوسف جاتا ہے اور پانی سے ایک بھرا ہوا پیالہ لے کر جلد واپس ہوتا ہے۔ جسے وہ بسخرا کے ہاتھ میں دیتا ہے)

بسخرا: (پیالے کو اپنے لبوں تک لاتے ہوئے) اور میری آنکھیں ابھی سے سرخی دیکھنے لگی ہیں۔ میرے پھیپھڑے خشک ہوتے جا رہے ہیں۔ میں سنتی ہوں —— میں سنتی ہوں —— تم نے بھی دیکھا۔ ریت اڑ اڑ کر چھت تک پہنچ رہی ہے۔ میری بربط کے تار بھی بجنے لگے۔ بادِ سموم آ گئی۔ لیکن زنیک؟ وہ تو ابھی نہیں آیا۔

یوسف: (تہہ خانے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) ادھر چلی آؤ۔ بسخرا! زنیک کو آپ ہی مر جانے دو۔

بسخرا: پہلے دوزخ پھر موت۔ کیا تمہارا خیال ہے کہ میں کمزور پڑ جاؤں گی؟

(پانی کو ایک ریت کے ڈھیر پر انڈیل دیتی ہے)

میں ریت کو پانی سے سینچوں گی۔ تاکہ میرے انتقام کی آگ اور تیز ہو —— بڑھ اے نفرت! جلا دے اسے سورج! گلا گھونٹ دے اسے بادِ سموم!

یوسف: سلامتی ہو تم پر اے یوسف کی ماں! اس لئے کہ تم ہی یوسف کے بچوں کی ماں ہو گی!

(باہر ہوا کا طوفان تیز ہوتا جاتا ہے۔ سامنے دروازے پر لٹکا ہوا پردہ اڑتا ہے۔ ایک سرخ روشنی داخل ہوتی ہے اور کمرے کی فضا زرد ہو جاتی ہے)

بسخرا: زنیک آ رہا ہے۔ بادِ سموم یہاں آ گئی! —— جاؤ!

یوسف: نصف گھنٹے کے بعد میں پھر آؤں گا۔

(ریت کے ایک ڈھیر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے)

وہاں تمہاری ریت گھڑی ہے۔ کافروں سے اپنی دوزخ آباد کرنے کیلئے خدا خود وقت کا اندازہ لگا رہا ہے

(تہہ خانے کے اندر چلا جاتا ہے)

منظر دوم

(بسخرا گیا رو ریت کے ڈھیروں کو دیکھتا ہوا اندر داخل ہوتا ہے۔ بادِ سموم کا ایک جھونکا آتا ہے، سکا سر چکراتا ہے اور وہ دھیمی آواز میں کہتا ہے)

گیارو: باد سموم یہاں آگئی ہے! —— تمہارا کیا خیال ہے، میرے
آدمیوں کا کیا انجام ہوا؟

بسخرا: یہ نہیں مشرق سے مغرب کی طرف بہہ رہا ہے۔

گیارو: کیا کہا، مغرب کو —— مشرق سے! ٹھہرو مجھے سوچنے دو
یہ مشرق ہے —— اور یہ مغرب۔ اوہ کچھ سمجھ میں نہیں آتا مجھے
بیٹھنے کیلئے کرسی دو اور پانی پلاؤ!

بسخرا: گیارو کو ایک ریت کے ڈھیر کے پاس لے جاتی ہے اور
اسکو فرش پر بٹھا دیتی ہے۔ اس طرح کہ اس کے پاؤں ریت کے
ڈھیر پر جم جاتے ہیں، اب تو تمہیں آرام ہے؟!

گیارو: اسکو گھورتے ہوئے، جیسے میں اینٹھ گیا ہوں۔ میرے
سر کے نیچے کچھ رکھ دو!

بسخرا: ریت کو اس کے پاؤں کے نیچے اونچا کرتے ہوئے، یہ
ہے تکیہ تمہارے سر کیلئے۔

گیارو: سر کیلئے؟ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میرے پاؤں اونچے ہو گئے
ہیں —— یہ میرے پاؤں ہی ہیں نا؟

بسخرا: یقیناً۔

گیارو: میرا بھی یہی خیال تھا۔ میرے سر کے نیچے ایک تپائی رکھ دو

بسخرا: ایلوے کا پودا گیارو کے پاؤں کے نیچے دبا دیتی ہے،
یہ تپائی ہے تمہارے لئے۔

گیارو: اور اب پانی —— پانی!

بسخرا: پیالے کو ریت سے بھرتی ہے اور گیارو کو دیتی ہے، کتنا
ٹھنڈا پانی ہے!

گیارو: اپنے منہ تک پیالے کو لیجا کر، ٹھنڈا تو ہے۔ لیکن اس
سے میری پیاس نہیں بجھتی! —— میں اسے پی نہیں سکتا، مجھے
پانی سے نفرت ہے۔ لیجاؤ اسے۔

بسخرا: یہ ہے وہ کتا: جس نے تمہیں کاٹا تھا۔

گیارو: کون کتا؟ مجھے کسی کتے نے نہیں کاٹا۔

بسخرا: باد سموم نے تمہاری عقل کو بیکار کر دیا ہے —— باد سموم کے
فریب سے ہوشیار رہو۔ کیا تمہیں وہ کتا یاد نہیں۔ جس نے
تمہیں کل رات باب الواد میں شکار کھیلتے وقت کاٹ کھایا تھا

گیارو: باب الواد میں شکار کھیلتے وقت؟ کل رات کیسا وہ
اور بلاؤ تھا۔

بسخرا: کتے کی وہ؟ ہاں —— اب تم سمجھے —— اور اس نے تمہارے
پاؤں کے نچلے حصے میں کاٹا ہے۔ کیا تمہیں زخم کا درد محسوس
نہیں ہوتا؟

گیارو: زخم کا پتہ لگانے کیلئے ہاتھ بڑھاتا ہے۔ لیکن ایلوے کے
پودے کے کانٹے اسکے ہاتھ کو زخمی کر دیتے ہیں، ہاں میں درد
محسوس کرتا ہوں —— پانی —— پانی! ——

بسخرا: ریت سے بھرا ہوا پیالہ اسکو دیتے ہوئے، پیو، پیو۔

گیارو: نہیں میں نہیں پی سکتا —— مقدس ماں!
میں پاگل ہو رہا ہوں۔

بسخرا: گھبرانے کی بات نہیں۔ تمہارے درد کا علاج ہو جائیگا!
میرے نغمے تمہاری ساری تکلیف دور کر دیں گے —— سنو!

گیارو: کراہتے ہوئے، علی: علی! گانے کی ضرورت نہیں، میں
اسے برداشت نہیں کر سکتا۔ تمہارے نغمے میرے درد کو کیسے
کم کر سکتے ہیں؟

بسخرا: وہ موسیقی جو زہریلے ناگ کی روح کو مقید کر لیتی ہے تمہارے
خیال میں کیا وہ دیوانے کتے کے کاٹے کا علاج نہیں کر سکتی؟
سنو!

(وہ بربط کے تاروں کو چھیڑتے ہوئے گاتی ہے)

بسخرا، بسخرا، بسخرا، بسخرا۔ بسخرا بسخرا، باد سموم، باد سموم!

یوسف: تہہ خانے سے جواب دیتے ہوئے باد سموم، باد سموم!

گیارو: تم کیا گا رہی ہو علی؟!

بسخرا: میں نے گایا ہی کب تھا۔ اچھا اب سنو۔
(ایک کھجور کا پتہ اپنے دانتوں کے درمیان رکھتی ہے جس سے
کی آواز اوپر سے آتی ہوئی معلوم ہوتی ہے)

بسخرا بسخرا۔ بسخرا بسخرا۔ بسخرا بسخرا۔

یوسف: نیچے سے باد سموم، باد سموم!

گیارہ: کیسی جھنجھن بازگری ہے۔

بسخرا: سنو اب گانا شروع ہوتا ہے۔

بسخرا اور یوسف: (مل کر) بسخرا! بسخرا! بسخرا بسخرا! بسخرا بسخرا! بسخرا بسخرا بادشاہ

گیارہ: (اٹھتے ہوئے) آخر تم کونسی بلا ہو۔ یہ دو دو آوازیں کیسی؟

تم مرد ہو یا عورت یا دونوں؟

بسخرا: میں مل ہوں اپنے قبیلے کا سردار، تم مجھے پہچان نہیں سکتے اس لئے کہ تمہاری عقل سلب ہو چکی ہے۔ اور اگر تم عقل اور گناہوں کے فریب سے محفوظ رہنا چاہتے ہو تو پہلے مجھ پر اعتبار کرو —— جو کچھ میں کہوں اسکو مانو اور جیسا میں کہوں، ویسا ہی کرو:

گیارہ: تم کو مجھ سے یہ پوچھنے کی ضرورت نہیں۔ تم جو کچھ کہو گے وہ درست ہوگا

بسخرا: بتوں کی پرستش کرنے والا اب سیدھی راہ پر آ رہا ہے۔

گیارہ: میں! بتوں کی پرستش کرنے والا!

بسخرا: ہاں وہ تصویر جو سینے پر آویزاں ہے اسے نکال ڈالو!

(گیارہ لاکٹ نکال لیتا ہے)

گیارہ: (ذرا تامل سے) سینٹ اڈورڈ۔ میرا مربی سینٹ!

بسخرا: کیا وہ تمہاری حفاظت کر سکتا ہے، کیا وہ؟

گیارہ: نہیں (پھر چونکتے ہوئے) ہاں وہ کر سکتا ہے

بسخرا: دیکھیں وہ تمہاری مدد کیسے کر سکتا ہے؟

(وہ دروازہ کھول دیتی ہے۔ پردہ اڑتا ہے۔ اور فرش پر پڑی ہوئی گھاس اڑنے لگتی ہے)

گیارہ: (دونوں ہاتھوں سے اپنا منہ ڈھانپتے ہوئے) دروازہ بند کر دو۔

بسخرا: اس لاکٹ کو پھینک دو!

گیارہ: نہیں میں یہ نہیں کر سکتا:

بسخرا: کیا تم نہیں دیکھتے طوفان میرا کچھ نہیں بگاڑتی۔ لیکن تم جیسے کافر کو ضرور ہلاک کر دیگی —— پھینک دو اس تصویر کو!

گیارہ: (لاکٹ کو فرش پر ڈال دیتا ہے) پانی! پانی!! میں مر رہا ہوں۔

بسخرا: اسی خدا سے دعا مانگو۔ جو بخشش کرنیوالا بڑا مہربان ہے۔

گیارہ: میں اس سے کسطرح کہوں؟

بسخرا: جو کچھ میں کہوں تم دہراتے جاؤ۔

گیارہ: اچھا کہو۔

بسخرا: خدا ایک ہے۔ کوئی اسکا شریک نہیں۔ وہ بخشش کرنیوالا بڑا مہربان ہے۔

گیارہ: خدا ایک ہے۔ کوئی اس کا شریک نہیں۔ وہ بخشش کرنیوالا بڑا مہربان ہے۔

بسخرا: اب فرش پر لیٹ جاؤ

(گیارہ بادل ناخواستہ لیٹ جاتا ہے)

بسخرا: کیا تم سن رہے ہو؟

گیارہ: میں چشمے کے بہتے ہوئے نغمے سن رہا ہوں۔

بسخرا: اب تم کہو۔ خدا ایک ہے۔ کوئی اس کا شریک نہیں وہ بخشش کرنیوالا بڑا مہربان ہے۔ تم کیا دیکھتے ہو؟

گیارہ: گاتے ہوئے چشمے کے نغمے سن رہا ہوں۔ اور .. ایک چراغ سے پھیلتی ہوئی روشنی دیکھتا ہوں۔ ایک ایسی کھڑکی ہے جس میں سبز پردے لٹک رہے ہیں —— ایک سفید سڑک پر

بسخرا: کھڑکی میں کون بیٹھا ہوا ہے؟

گیارہ: میری بیوی الائس!

بسخرا: پردے کے پیچھے اسکے گلے میں ہاتھ ڈالے کون کھڑا ہے؟

گیارہ: وہ میرا بیٹا جارج ہے

بسخرا: تمہارا لڑکا کتنی عمر کا ہے؟

گیارہ: چار سال کا۔

بسخرا: اور وہ پردے کے پیچھے کسی دوسرے کی بیوی کے گلے میں ہاتھ ڈال کر کھڑا رہ سکتا ہے؟

گیارہ: نہیں وہ ایسا نہیں کر سکتا۔ لیکن یہ وہی ہے؟

بسخرا: صرف چار سال کا اور اسکی مونچھیں اتنی بڑی!

گیارہ: بڑی مونچھیں؟ وہ تو وہ میرا دوست جولس ہے جولس

بسخرا۔ تو پردے کے پیچھے تمہاری بیوی کے گلے میں ہاتھ ڈالے ہوئے
یہ کون کھڑا ہے۔ اب تم سمجھے؟

گیمارد۔ اُف!

بسخرا:۔ تم اپنے لڑکے کو دیکھتے ہو؟

گیمارد:۔ نہیں اب میں اسے نہیں دیکھتا۔

بسخرا:۔ (اپنی بربط کے تاروں سے گھنٹی کی آواز نکالتی ہے) اب
تم کیا دیکھتے ہو؟

گیمارد:۔ گھنٹیاں بج رہی ہیں میں مردہ لاشوں کو دیکھ رہا ہوں
ان کی ناگوار بو سے میری ناک پھٹی جا رہی ہے۔ آہ!

بسخرا۔ کیا تم پادری کی ان دعاؤں کو نہیں سنتے، جنہیں وہ تمہارے
بیٹے کی لاش پر پڑھ رہا ہے؟

گیمارد:۔ ٹھہرو۔ مجھے تو کوئی آواز نہیں آتی (پھر کچھ سوچ کر) لیکن
تم ایسا کہتے ہو نا۔ تو ہاں میں سنتا ہوں۔

بسخرا:۔ تم ان پھولوں کو دیکھتے ہو۔ جو تمہارے بیٹے کی تابوت پر
بکھرے ہوئے ہیں؟

گیمارد:۔ ہاں —

بسخرا:۔ نارنجی رنگ کی پٹیاں جو تابوت سے لٹک رہی ہیں ان
پر سنہری حروف میں کیا لکھا ہے!

"الوداع! میرے پیارے بچے جارج۔ تمہارا باپ"

گیمارد:۔ ہاں ٹھیک ہے (رونے لگتا ہے) میرا جارج! او
جارج میرے پیارے لڑکے:— الانس میری بیوی!
کیا تم مجھے تسکین نہیں دے سکتیں؟ — اوہ! میری مدد کرو
اندھوں کی طرح ادھر ادھر ٹٹولتے ہوئے) الانس تم کہاں
ہو؟ کیا تم نے مجھے چھوڑ دیا —— جواب دو؟ بتاؤ!
اپنے چاہنے والے کا نام بتاؤ۔

ایک آواز:۔ (چھت پر سے آتی ہوئی) جولس۔ جولس:

گیمارد:۔ جولس؟ لیکن میرا نام تو ہے — میرا نام کیا ہے!—
میرا نام چارلس ہے۔ اور وہ جولس کا نام پکار رہی ہے —:
الانس — میری پیاری بیوی — مجھے جواب دو؟

تمہاری روح یہاں آگئی ہے — میں اسے محسوس کرتا ہوں:
اور تم نے تو وعدہ کیا تھا کہ تم میرے سوا کسی سے محبت نہ کروگی
(بسخرا زور کی ہنسی سے کمرہ گونجنے لگتا ہے)

گیمارد:۔ کون ہنس رہا ہے؟

بسخرا:۔ الانس — تمہاری بیوی:

گیمارد:۔ مجھے مار ڈالو! میں اب زیادہ زندہ رہنا نہیں چاہتا —
پانی! پانی!!

(باہر ہوا کا طوفان اپنی انتہائی شدت کو پہنچ جاتا ہے)

بسخرا:۔ (اپنا ہاتھ اپنے منہ پر رکھتی ہے، اور کھانستی ہے) اب
تمہارا وقت قریب آگیا ہے۔ ڈیئر! اپنی وصیت لکھ دو ابھی
کچھ لمحے باقی ہیں — تمہاری نوٹ بک کہاں ہے؟

گیمارد:۔ (ایک نوٹ بک اور پنسل نکالتا ہے) مجھے کیا لکھنا چاہئے؟

بسخرا:۔ جب کوئی شخص مرتا ہے تو سب سے پہلے اپنی بیوی اور
بچوں کو یاد کرتا ہے۔

گیمارد:۔ (لکھتا ہے) الانس — میں تمہیں بد دعا دیتا ہوں! او سموم!
میں مرتا ہوں —

بسخرا:۔ اور اب اپنا دستخط کرو۔ ورنہ تمہاری وصیت بیکار ہو
جائے گی۔

گیمارد:۔ اور کیا لکھوں؟

بسخرا:۔ لکھو۔ لا الہ الا اللہ۔

گیمارد۔ (لکھتا ہے) میں نے لکھ دیا۔ اور کیا اب میں مر سکتا ہوں؟

بسخرا:۔ اب تم مر سکتے ہو —۔ اس گمراہ مسافر کی طرح جو اپنے
کاروان سے چھوٹ گیا ہو۔ اور اب تمہاری تدفین کی رسم
گیدڑوں کے ہاتھ بہت شاندار ہوگی — تمہاری لاش پر وہ
تمہارے لئے آخری دعائیں مانگیں گے۔ (بربط پر وہ جنگی نغمہ
چھیڑتی ہے) کیا تمہیں آواز آرہی ہے —— لڑائی شروع
ہوگئی —— وہ خدا پرست قسمت جن کا ہمیشہ ساتھ دیتی ہے
باد سموم جنکی طرفداری کرتی ہے —— اب وہ اپنی کمین گاہوں سے
نکل کر آگے بڑھ رہے ہیں (پھر رباب سے ایک خاص قسم کی

آواز نکالتی ہے۔ سرحدوں پر فرینک گولی چلا رہے ہیں۔
لیکن اب انہیں بند دروں کے بھرنے کا دوبارہ موقع
نہ ملے گا — عرب بکی طرف آندھی کیطرح بڑھ رہے
ہیں فرینک اپنی جان بچا کر بھاگ رہے ہیں۔

گیمارد :۔ ڈٹتے ہوئے فرینک۔ مگر پیچھے نہیں ہٹ سکتے۔

بسجزا :۔ وہ یقیناً پیچھے ہٹ جائیں گے۔ جب ان کے لئے واپسی کا بگل بجایا جائے گا۔

(دُف بغل سے ایک نے نکال کر بجاتی ہے)

گیمارد :۔ وہ واپس ہو رہے ہیں — ہاں بگل کی آواز آرہی ہے اور میں یہاں ہوں (وہ اپنے کپڑے پھاڑتا ہے) میں مر رہا ہوں۔

(زمین پر گر جاتا ہے)

بسجزا :۔ ہاں تم مر چکے ہو۔

(وہ جاتی ہے اور ایک انسانی کھوپڑی لاتی ہے)

گیمارد :۔ کیا میں مر چکا؟

(اپنے چہرے کو اپنے ہاتھوں سے محسوس کرتا ہے)

بسجزا :۔ ہاں تم کو مرے ہوئے زمانہ گزر گیا۔ تو خود کو آئینے میں دیکھو!

(وہ کھوپڑی اسکی آنکھوں کے سامنے لاتی ہے)

گیمارد :۔ آہ! یہ میں ہوں۔

بسجزا :۔ کیا تم کو اس میں اپنے چہرے کی ہڈیاں نظر نہیں آرہی ہیں۔ کیا تم آنکھوں کو نہیں دیکھ سکتے۔ جنہیں انکے حلقوں سے نکال لیا گیا ہے۔ کیپ تمہیں تیر کا نشان بھی نہیں
دکھائی دیتا — گردن پر جسے جلاد نے تمہیں قتل کرتے وقت بنایا تھا۔

(گیمارد کی آنکھیں اس کو تکتے تکتے بے نور ہو جاتی ہیں اور وہ مر جاتا ہے)

بسجزا :۔ (جو اس پر جھکی ہوئی تھی۔ اس کی نبض دیکھتی ہے اور پھر کھڑی ہو کر گاتی ہے) بادِ سموم، بلو سموم:

(وہ دونوں دروازے کھول دیتی ہے۔ پردے ہوا سے پھڑپھڑانے کی طرح اڑنے لگتے ہیں۔ وہ دونوں ہاتھوں سے اپنا منہ ڈھانپ لیتی ہے۔ اور چلاتی ہوئی پیچھے گر جاتی ہے)

یوسف!

منظر سوم

(بسجزا۔ گیمارد کی لاش۔ یوسف تہہ خانے سے باہر آتا ہے)

یوسف :۔ (گیمارد کی نبض کا امتحان کرنے کے بعد بسجزا کی طرف نظریں اٹھاتا ہے) بسجزا! (اسکو نیچے فرش پر بے حس پڑا ہوا دیکھتا ہے اور اپنے بازوؤں میں لے لیتا ہے) کیا تم زندہ ہو؟

بسجزا :۔ فرینک مر گیا؟

یوسف :۔ اگر وہ نہیں مرا تو اب مر جائیگا۔ بلو سموم، بادِ سموم!

بسجزا :۔ تب میں زندہ ہوں! مجھے پانی دو، پانی۔

یوسف :۔ (تہہ خانے کیطرف لیجاتے ہوئے) یہاں ہے پانی۔ اب یوسف تمہارا ہے

بسجزا :۔ اور میں تمہارے بچوں کی ماں بنوں گی یوسف!

یوسف :۔ بہادر بسجزا تیری طاقت بادِ سموم سے زیادہ خوفناک ہے (پردہ)

کاتب حامد حسین

پروفیسر سنت سنگھ ایم۔ اے

مہاتما

افرادِ ڈراما

۱۔ رادھا ———— ایک دیہاتی عورت
۲۔ شیامو ———— رادھا کی نوجوان لڑکی
۳۔ دیال ———— رادھا کا چار سالہ لڑکا

۱۔ مہاتما
۲۔ مہاتما کا چیلہ
۳۔ تین مسافر

پہلا منظر

[ایک دیہاتی کا کچا صحن۔ جس میں کچی اینٹوں کا مکان۔ دائیں طرف رسوئی کا کمرہ جو دھوئیں اور کالس سے سیاہ ہو چکا ہے۔ رادھا اور شیامو ایک دوسری کے بالمقابل بیٹھی چرخہ کات رہی ہیں اور آپس میں باتیں کر رہی ہیں کبھی کبھی گفتگو کے جوش میں چرخہ کاتنا بند کر دیتی ہیں۔ رادھا کی عمر چالیس سال کے لگ بھگ اور شیامو کی پندرہ سال کے قریب ہے]

※

شیامو۔ ماں۔ تو نے شانتی کی بالیاں دیکھی ہیں؟ بہت اچھی بنی ہیں اور پھر قیمت بھی کیا ہے۔ شانتی کی ماں بتاتی تھی کل اٹھارہ روپے خرچ ہوئے ہیں۔

رادھا۔ میں نے تو دیکھی نہیں۔ تجھے بہت اچھی لگی ہونگی۔

شیامو۔ تو اور کیا، اچھی تھیں ہی وہ۔ اچھی چیز کو کیونکر برا کہا جائے؟ ماں۔ جو تو دیکھے تو مان جائے۔ قیمت کچھ بھی نہیں۔ اٹھارہ روپے شانتی کی ماں بہت اچھی ہے۔ اس کی کوئی بات نہیں ٹالتی۔

رادھا۔ میں نے بھی تمہاری بات سمجھ لی

شیامو۔ کیا؟

رادھا۔ یہی کہ میں بھی اچھی ماں بن جاؤں۔ شانتی کی ماں کی طرح کیوں ٹھیک ہے نا؟

شیامو۔ (منہ لٹکا کر) ٹھیک ہے نا۔ میں نے تجھے تھوڑا ہی کہا تھا ماں بھولا تو یہ کیا باتیں کیا کرتی ہے۔ مجھے ہر وقت جلی کٹی سناتی ہے۔

رادھا۔ جا پگلی۔ جان گئی ہوں تیرے دل کی بات تو اس میں کیا غضب ہو گیا! (لاڈ سے) شیامو تو تو سچ مچ پگلی ہے۔

شیامو۔ (ماں کی پیار بھری بات سے دلیر ہو کر) اچھا تو کیا جان لیا؟ بتاؤ تو۔

رادھا۔ یہی کہ میں بھی تجھے شانتی جیسی بالیاں بنوا دوں۔

شیامو۔ (خوشی سے اچھلتی ہے اور تالی بجاتی ہے) ہاں ہاں۔ خوب بتایا۔ خوب بوجھی دل کی بات۔ ماں تو تو جوتش بھی جانتی ہے۔

رادھا۔ ان بالیوں کو کیا کرو گی؟ یہ بھی تو خوبصورت ہیں۔

شیامو۔ بہت خوبصورت ہیں جی آج کل ایسی بالیاں پہنتا ہی کون ہے۔ کوئی قیمت بھی نہیں۔

رادھا۔ جا ری فیشنو۔

شیامو۔ (منہ بسور کر) ہوں، پھر باتیں بنانے لگی۔ صاف کیوں نہیں

کو دیتی ہے)

رادھا۔ جاؤ۔ رسوئی میں رکھ دو۔ (شیامو رسوئی میں جاتی ہے)

مہاتما۔ (دروازے پر) رام رام۔ سیتا رام۔

رادھا۔ (چونک کر کھڑی ہو کر) آئیے۔ مہاتما جی۔ اندر آئیے (مہاتما جی صحن میں داخل ہو جاتے ہیں) شیامو۔ روٹی لے آ۔

شیامو۔ (روٹی ہاتھ میں لئے مہاتما کی طرف بڑھ کر) لو۔ مہاتما جی روٹی!

رادھا۔ مہاتما جی روکھا سوکھا حاضر ہے۔ اب دال بھاجی تو ہے نہیں۔

مہاتما۔ بیٹی یہ تو گندہ اناج ہے۔ اسے سنت نہیں لینگے۔ اس میں تو غریبوں کا لہو ہے۔

شیامو۔ کیا کہا۔ لہو سے بھری ہے یہ روٹی! مجھے تو کہیں لہو دکھائی نہیں دیتا۔ (روٹی کا گویا بغور معائنہ کرتی ہے) اچھی بھلی ہے۔ کیا لگا ہے اسے؟

رادھا۔ (جو اب تک ششدر کھڑی رہی ہے) ٹھیک ہے مہاراج پڑوس کے ساہوکار کے گھر کا اناج ہے۔ شدھ نہیں ہوگا۔

شیامو۔ ساہوکار کے گھر کی روٹی کیسے بری ہوئی بھلا! ان کا گھر ہم سے ستھرا۔ ان کے کپڑے صاف اور ہم سے میلے۔ اور پھر اس روٹی کو لگا کیا ہے؟

مہاتما۔ تم ابھی نادان ہو بیٹا۔ تم کیا جانو اس اناج کی گندگی کو لیکن ہم تمہیں دکھلائے دیتے ہیں۔

رادھا۔ ٹھیک ہے مہاراج! جو آپ کہتے ہیں۔ سچ ہے ہم آپ کی آزمائش نہیں چاہتے۔

مہاتما۔ (شیامو کے ہاتھ سے روٹی لے کر مٹھی میں دباتا ہے خون کے دو قطرے زمین پر گرتے ہیں) یہ دیکھو لہو!

شیامو۔ (چیخ کر) ہیں لہو۔

رادھا۔ (خوفزدہ ہو کر) پاپن کہیں کی۔ مہاتما جی کی پرکھشا لینا چاہتی ہے۔ مہاتما جی! اس چھوکری پر رحم کیجئے۔ میں تو جانتی تھی۔ آپ سچے سادھو ہیں۔ سب کچھ جانتے ہیں۔ پر یہ نگوڑی نادان چھوکری کیا جانے۔ اسے معاف کیجئے۔

مہاتما۔ نہیں نہیں۔ یہ تو نادان بچی ہے۔ یہ پوتر آتما ہے۔ یہ کیا جانے اس دنیا کے گناہوں کو؟

شیامو۔ (گھبرائی ہوئی آواز میں) مجھے کیا پتہ تھا!

مہاتما۔ ان مشکل باتوں کو تو کیا جانے بیٹیا۔ (اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر) سنتوں کا اشیرباد ہے۔ دیو تمہیں ان باتوں سے دور ہی رکھے۔ تو ہمیشہ آج جیسی پوتر آتما ہی رہے۔ ہم تم سے ناراض نہیں ہوں۔ تو تو اپنی ماں جیسی پوتر ہوگی۔ تیری ماں تو ہم جیسے سینکڑوں مہاتماؤں کے پاپ بخش سکتی ہے۔

رادھا۔ (عاجزی سے) مہاتما جی! آپ جیسی آتماؤں کا صدقہ ہمارا بھی بھلا ہو جائے گا۔

مہاتما۔ جاؤ بیٹیا مکنی کی روٹی لے آؤ اندر سے۔ مجھے دیر ہو رہی ہے۔ مسافر بھوکے میرا انتظار کر رہے ہیں۔

شیامو۔ ابھی لائی! (دوڑ کر مکئی کی روٹی لے آتی ہے) لو مہاتما جی!

مہاتما۔ (روٹی لے کر) رام بھلا کرے (باہر جاتے ہوئے) رام رام۔ سیتا رام!

رادھا۔ شیامو! یہ روٹی سرسوتی کو بھی دے آؤ۔ ہم اسے کیا کریں گے۔

شیامو۔ کیا کہوں گی اسے؟

رادھا۔ کہہ دینا کہ مہاتما مکئی کی روٹی لے گئے ہیں جو ہمارے ہاں تھی۔ ہم نے سمجھا تھا گیہوں کی روٹی لینگے۔ پر انہوں نے انکار کر دیا۔

شیامو۔ اچھا جاتی ہوں۔ (دیوار پھاند کر سرسوتی کے گھر جاتی ہے واپس آکر چرخے پر بیٹھ جاتی ہے) میں آئی ہوں۔ وہ لینی نہیں تھی۔ میں ان کی رسوئی میں رکھ آئی۔

(کچھ دیر ماں بیٹی چپ چاپ بیٹھی رہتی ہیں)

شیامو۔ ماں! شانتی کی بالیاں ضرور دیکھنا۔

رادھا۔ ہا ہا۔ ایک بار کہہ جو دیا۔ کہہ دوں گی تیرے باپ کو۔ اور کیا کروں۔ ابھی لا دوں؟

شیامو۔ (اچھل کر خوشی میں) اب مان گئی ہو۔ قرار سے نہ پھرنا۔ اب نہیں چھوڑوں گی۔

رادھا۔ مان گئی بابا۔ چھوڑ بھی اس جھنجھٹ کو۔ مجھے تو تیری یہ بات نہیں بھاتی۔ جب دیکھو۔ شگن کی باتیں۔ کوئی دھرم کرم کی بات بھی کیا کر کبھی۔ پر لوک سنوارنے کا بھی کبھی خیال ہوا تجھے؟

شیامو۔ یہ جگ میٹھا۔ وہ جگ نہیں دیکھا:

رادھا۔ مہاتما لوگ دیکھتے ہیں۔

شیامو۔ کیا تم نے دیکھا ہے؟

رادھا۔ یہ کھیل تھوڑا ہی ہے۔

شیامو۔ اور یہی تو تیری بات بھی نہیں۔ مجھے منتر کیونکر میں گی بھلا؟

رادھا۔ کوشش کرو:

شیامو۔ کیا کوشش کروں؟

رادھا۔ پرماتما کا بھجن کیا کر۔ سادھو سنتوں کی سیوا کیا کر۔ اور ان پر یقین رکھ۔

شیامو۔ میرا تو تجھ پر یقین ہے

رادھا۔ سچ کہتی ہے۔ تو پھر سادھو سنتوں کی نندا کیوں کیا کرتی ہے؟

شیامو۔ (ایک لمحے کے لئے درحقیقت پشیمان ہو کر) اب نہ انہیں کرونگی (پھر الہڑ لے انداز میں) پر بالیاں مجھے ضرور نئی گھڑا دینا اچھا: ان باتوں میں ہی نہ ٹال رکھنا۔

رادھا۔ بس تجھے تو بالیوں کی پڑی ہے پرماتما کا نام تو کیا جپے گی۔

شیامو۔ (بچپنے کے انداز میں) ابھی تو میں کھیلونگی ری ماں: لڑکپن کیا کوئی سدا تھوڑا ہی رہنے گا: بوڑھی ہو جاؤں گی تو بھجن پاٹھ بھی کرونگی۔ (یکدم اداس لہجہ میں) اپنی پیاری ماں کے راج میں تو کھیلوں گی ہی۔

(گاتی ہے)

میری کھیل میں اماں تو روک نہ ڈار:
میرے بال عمریا کے دن ہیں یہ چار
اٹھاؤنگی ان میں نہ بیگاروں کے بھار
میری کھیل میں اماں تو روک نہ ڈار

رادھا۔ (آنکھوں میں آنسو بھر کر) کھیل بیٹی کھیل۔ میں کب روکتی ہوں۔ سسرال چلی جائے گی۔ تو کیا جانے۔ کیسے سکھ دکھ ہونگے؟

شیامو۔ (متاثر ہو کر) ماں! یہ کیا کہتی ہے۔ ایسی باتیں نہ کیا کر میں وہ ماں والا گیت سناتی ہوں۔ پھر تیری باری آئیگی۔

(گاتی ہے)

میری ماتا کی گود ہری
تین پوت اور ایک دھی۔ ماتا بھاگ بھری
ماتا کے سب لاڈلے۔ ہووے عمر بڑی:
بھائیوں نے بانٹ لی ملکھ زمین۔ بہوؤں کی جھولی بھری
بہن بچاری کو کیا دے گی ماں۔ تیری بیٹی وار کھڑی:
میری ماتا کی گود ہری

رادھا۔ (گاتی ہے)

میری بیٹی کیا مانگت ری
بیٹوں نے بانٹ لی ملکھ زمین۔ بہوؤں کی جھولی بھری
دودھا بھی دونوں کی کنیا تجھے۔ پہننے کی زیور ندی:
جگ جگ جیو تو میری بیٹی۔ ہووے گود ہری!
میری بیٹی کیا مانگت ری

شیامو۔ (گاتی ہے)

ساس کا کیا کرو گی۔ اماں۔ ہو جو بہت بری

(رادھا کا چار سالہ لڑکا دیال داخل ہوتا ہے۔ اور شیامو کا گیت ٹوٹ جاتا ہے۔)

دیال (بھوک پیاس سے تلملایا ہوا) ماں روٹی! بھوک لگی ہے۔ روٹی دے:

رادھا۔ آ میرے چاند۔ آ۔ میری گود میں بیٹھ (بچہ ماں کی گردن سے لپٹ جاتا ہے) ارے میری گردن نہ توڑ! ادھر سامنے آ۔

دیال۔ روٹی دے۔ باتیں نہ بنائے جا۔

رادھا۔ ہائے مر گئی۔ ارے گردن تو چھوڑ۔ (بچہ گردن چھوڑ دیتا ہے) میرے چاند کو بھوک لگ رہی ہے۔ (اس کی پیشانی پر بوسہ دیتی ہے)

دیال۔ (جھنجھلا کر) چاند، چاند۔ میں چاند نہیں ہوں۔ مجھے روٹی دے۔ بھوکا مر رہا ہوں۔ اور یہ باتیں ہی کئے جاتی ہے۔

رادھا۔ میرا چاند کیا لے گا کھانے کو؟

دیال۔ روٹی!

رادھا۔ دودھ نہیں پئے گا!

دیال۔ دودھ بھی پیوں گا۔ روٹی بھی کھاؤں گا۔

شیامو۔ (کچھ شرارت بھری آواز میں) گھر میں روٹی نہیں۔ میں نے تیرے لئے ایک روٹی رکھی تھی۔ وہ ماں نے سادھو کو دیدی!

رادھا۔ (غصے میں آکر) بدبخت! اسے رلانا چاہتی ہے۔ (دیال روتا ہے) اٹھ! اسے دودھ لا دے۔ شیطان کہیں کی۔

شیامو۔ لڑتی کیوں ہو۔ لاتی ہوں! (دودھ جھٹ دودھ کے برتن میں سے نکالتی ہوئی) ہماری ماں بہت بڑی ہے وہاں میرے کہنے کہتے تیرے والی روٹی کنبیا والے مہاتما کو دیدی۔

دیال۔ ماں ڈائن نہ ہو۔ بڑی ہے۔

شیامو۔ دودھ پی لے دیال!

دوسرا منظر

(جنگل کے باہر مہاتما جی کی کٹیا کا صحن۔ تین بھٹکے ہوئے گنوار مسافر دوپہر کو آرام کرنے کے لئے ٹھیرے ہوئے ہیں۔ انہی کے لئے مہاتما گاؤں سے روٹی مانگنے گئے ہیں!)

پہلا گنوار۔ میں تجھ سے بازی کبھی نہیں ہارتا۔

دوسرا گنوار۔ ایک گھنٹہ گزر گیا۔ مہاتما ابھی تک واپس نہیں لوٹا۔ بھوک سے دم نکل رہا ہے۔

تیسرا گنوار۔ کسی ایلی سے آنکھ مچولی ہوتی ہوگی۔ اور کیا۔

پہلا گنوار۔ خوب کہا۔ اس میں رتی بھر جھوٹ نہیں۔ سر منہ سفاچٹ کیا۔ بھگوے کپڑے پہنے۔ بس پھر گاؤں والوں کی روٹیاں اور عورتیں تمہارے لئے ہیں۔

دوسرا گنوار۔ لڑکی میٹھی میٹھی باتیں سنا کر کسی گانٹھ کی پوری اور عقل کی اندھی کو لوٹنا چاہتے ہوگے۔

تیسرا گنوار۔ بس یہی۔ بھیا سب کچھ سچ ہے اس کلجگ میں۔

پہلا گنوار۔ (قریب ہی مہاتما کے چیلے کو پاکر) اچھا احسان چکا رہے ہو بھئی۔ بچارہ تپتی دھوپ میں گھر گھر سے مانگ کر تمہارے لئے روٹی لایا ہے۔ اچھا نیکی کا بدلہ دے رہے ہو۔

دوسرا گنوار۔ ارے ابھی لایا کہاں ہے۔ وہ تو واپس ہی لوٹتا دکھائی نہیں دیتا۔

پہلا گنوار۔ ضرور، لائے گا۔ تسلی رکھو۔ بھوک ہے تو کیا کرنا ہے۔ لائیگا ضرور!

چیلا۔ (غصہ میں) تم سب چھٹے ہوئے بدمعاش ہو کمینے ہو۔ تمہیں روٹی ملنی ہی نہیں چاہیئے۔ تم روٹی کے حقدار ہی نہیں۔

پہلا گنوار۔ (شرارت سے) اچھا تو تم سب کچھ سن رہے تھے۔ پر میں نے مہاتما جی کے بارے کچھ نہیں کہا۔

چیلا۔ تو نے نہیں کہا۔ تو کس نے کہا۔

تیسرا گنوار۔ مہاراج! معاف کیجئے۔ یہ کہا ہے۔ بھوک کا پیٹ ہے کہیں زیادہ باتیں کروا دیتا ہے۔

چیلا۔ (ابھی تک غصہ میں) تو کیا سب کو مار دے۔ تمہیں بھوک ہوگی۔ مار ڈالو مجھے اگر اتنے ہی لاچار ہو بھوک سے۔ اور بیٹھ کے کھا جاؤ۔

تیسرا گنوار۔ مہاراج! غصہ کرنے کی کیا بات ہے جوانی میں ہنسی ٹھٹھا تو ہوتا ہی ہے نہیں سادھو ہنسی بول رہے تھے۔ اب نہیں کچھ کہیں گے۔ آپ کو دکھ ہوتا ہے تو چپ رہیں گے۔ ہوں تک نہیں کریں گے۔ پر سادھو کو اتنا غصہ نہیں کرنا چاہیئے۔

چیلا۔ (نرم ہوکر) خوب ہنسی ہے۔ ہمیں تو ایسی ہنسی سے پرمیشور بچائے۔

پہلا گنوار۔ لو وہ مہاتما جی آرہے ہیں۔ ہاتھ منہ دھو لو بھئی۔ (سب کوئیں پر ہاتھ منہ دھونے لگتے ہیں۔)

مہاتما۔ (صحن میں داخل ہوتے ہوئے) رام رام۔ سیتا رام۔ (مسافر اب ایک ایک کرکے آتے ہیں۔ اور مہاتما جی کو پرنام کرتے

ہیں۔ چیلا بھی پرنام کرتا ہے)

مہاتما۔ آؤ۔ اس چبوترے پر بیٹھ جاؤ۔ (سب چبوترے پر بیٹھ جاتے ہیں)

چیلا۔ گورو جی! یہ لوگ بھوجن کے مقدار نہیں۔ میں نے انہیں کہا تھا ان پودوں کو پانی دے دو۔ تو کہنے لگے۔ ہم بھوکے ہیں ہم میں یہ طاقت نہیں۔ پھر جب آپ کو کچھ دیر ہو گئی تو یہ آپ کو گالیاں دینے لگے۔ اس وقت بھلا بھوک کہاں گئی تھی۔

(مسافر چپ بیٹھے رہتے ہیں)

مہاتما۔ کون کس چیز کا حقدار ہے۔ کون کچھ لینے کے قابل ہے؟ اگر رام جی کا فیصلہ چکانے پر آ جائیں۔ تو ہم لوگوں کو پیٹ بھرنے کو بھی بھوجن نہ ملے؟ آؤ بھائیو! روٹی کھاؤ ——

(مسافر بڑھ کر روٹیاں لے لیتے ہیں) یہ مکئی کی روٹی میں کھاؤں گا یہ ایک ایسی آٹا کا یا ہوا اناج ہے۔

(رکشیا کے اندر چلا جاتا ہے۔ دوسرے لمحے گھبراہٹ میں باہر نکلتے ہوئے چیخ کر خوف زدہ لہجے میں کہتا ہے)

لہو؟ لہو؟؟ اس روٹی میں بھی لہو!!؟

(مہاتما کی نگاہوں میں خوف ہے۔ اور انتہائی کرب۔ روٹی سے لہو ٹپکتا ہوا نظر آ رہا ہے)۔

پردہ

سیاسی لٹریچر

جناب نریندر ناتھ

ایک رُومان

ڈراما کے کردار

رمیش }
نرمل } ——— دو پرانے جماعتی۔

پرکاش ——— نرمل کا ایک دوست۔

نلنی ——— رمیش کی بہن۔

پورنیما ——— ڈاکٹر رتن لال کی لڑکی اور نلنی کی ایک سہیلی۔

سنجنی ——— نلنی اور پورنیما کی ایک سہیلی۔

بہرہ ——— حلوائی کا لڑکا۔ اور پورنیما کا نوکر۔

سین پہلا ——— وقت سہ پہر

منظر

(ایک ٹی پارٹی جس میں سب لوگ اپنے دوستوں سے مل رہے ہیں۔ نرمل اور رمیش دو پرانے دوستوں کی ملاقات ہوتی ہے۔ رمیش کے ساتھ دو نوجوان اور خوبصورت لڑکیاں ہیں)

رمیش۔ ہیلو نرمل! تم تو عید کا چاند ہو گئے۔ آج ایک مدت کے بعد تم سے ملاقات ہوئی ہے۔ کہاں غائب رہتے ہو تم؟

نرمل۔ ارے رمیش تم! آپ تو جیسے جانتے بھی نہیں۔ کتنے دبلے ہو گئے ہو (آہستہ سے) اور یہ شادی کب کی؟

رمیش۔ نہیں اور شادی۔ پاگل ہو گئے ہو کیا؟ یہ میری بہن نلنی ہے اور یہ اس کی ایک سہیلی پورنیما۔ (لڑکیوں سے) یہ نرمل ہیں میرے پرانے دوست۔

نرمل۔ (قدرے شرمندہ ہو کر) اچھا تو ... تو ...... مجھے آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی (دونوں لڑکیاں ہاتھ جوڑتی ہیں)

نلنی۔ میرے خیال میں ہمیں بیٹھنا چاہیئے:

نرمل۔ آیئے۔ یہاں بیٹھ جائیں۔

(سب ایک میز کے گرد اس ترتیب سے بیٹھ جاتے ہیں۔ کہ پورنیما نرمل کے ساتھ اور نلنی اپنے بھائی رمیش کے ساتھ ہے)

رمیش۔ ہاں تو نرمل آج کل کیا شغل ہے۔ اب بھی کیا سیاسیات میں مصروف رہتے ہو یا کچھ اور کام کاج بھی کرتے ہو؟

نرمل۔ سیاسیات: وہ تو میری زندگی کا ایک جزو ہے۔ لیکن اس کے علاوہ آج کل میں لٹریری ریویو کا مدیر ہوں۔ اور تم؟

رمیش۔ اچھا تو تم ایڈیٹر ہو۔ میں پہلے ہی کہا کرتا تھا۔ کہ تم اسی کام کے قابل ہو۔ اچھا ہوا تمہیں اپنی میلان طبع کے موافق کام مل گیا۔ یہ تمہاری خوش قسمتی ہے۔ اور میں ـــــ میں تو بچپن سے ہی بدقسمت واقع ہوا ہوں۔ پچھلے سال آئی۔ سی۔ ایس کے مقابلہ کے امتحان میں ناکامیاب رہا۔ اس سال میرے والد صاحب نے مجھے جمال پور چھاؤنی کا ایگزیکٹو آفیسر کروا دیا۔ وائے بدقسمتی! کہاں ایک چھاؤنی کا ایگزیکٹو آفیسر اور کہاں آئی۔ سی۔ ایس۔

(اتنے میں بہرہ چائے لے آتا ہے۔ رمیش نلنی کے لئے چائے تیار کرتا ہے۔ اور نرمل پورنیما کے لئے۔ ایسا کرتے ہوئے، وہ پورنیما کے چہرے کی طرف غور سے دیکھتا ہے۔ پورنیما اپنی خوبصورت سرمگیں آنکھیں اوپر اٹھاتی ہے۔ پل بھر کے لئے پورنیما اور نرمل کی آنکھیں ملتی ہیں۔ نرمل کے ہاتھ کانپتے ہیں اور کچھ چائے میز پر چھلک جاتی ہے)

رمیش۔ نرمل! پورنیما مصنف بھی ہے۔ اور آج کل لڑکیوں کے کالج کے وائس پرنسپل کے عہدے پر فائز ہے۔ کوشش کرو شاید تمہارے رسالے میں لکھنے کے لئے رضامند ہو جائے!

نرمل۔ زہے نصیب! اگر آپ لٹریری ریویو کے لئے کچھ لکھنے کی تکلیف گوارا کریں۔

پورنیما۔ رمیش کو تو کچھ جھوٹ بولنے کی عادت سی ہو گئی ہے۔ میں نے زندگی بھر میں آج تک کسی رسالے کے لئے کچھ بھی نہیں لکھا۔

نرمل۔ رمیش میرے پرانے دوست ہیں۔ اور میں خوب جانتا ہوں۔ کہ انہیں جھوٹ بولنے کی عادت نہیں۔ کہئے آپ کا مضمون کب تک تیار ہو جائے گا؟

پورنیما۔ اوہو! آپ بھی رمیش کے بھرے میں آ گئے۔ آپ کو ان پر اعتبار نہ کرنا چاہیئے تھا۔

رمیش۔ اچھا! اگر میں جھوٹا ہوں۔ تو نلنی تو کبھی جھوٹ نہیں کہتی۔ وہ پھر سچ سچ کہہ دیگی۔

نلنی۔ پورنیما اس میں کونسی بڑی بات ہے۔ کچھ لکھ دو نہیں۔ ہاں یاد آیا ــــ ...... وہ کہانی ہی دے ڈالو۔ جو تم نے مجھے کل سنائی تھی۔

پورنیما۔ (مسکراتے ہوئے) نلنی تم بھی مجھے بنا رہی ہو۔ کل تم نے تو ہی کہا تھا۔ کہ وہ ایک بے معنی سا افسانہ ہے۔ بہر حال وہ تو چھپنے کے بالکل قابل نہیں۔

نرمل۔ بہر کیف آپ ایک دفعہ مجھے بھی اسے دیکھنے کا موقع دیں۔ ایک مدیر کی حیثیت سے میرا یہ تجربہ ہے۔ کہ ایسی باتوں میں عورتوں کا اعتبار نہ کرنا چاہیئے۔ وہ طبعاً شرمیلی واقع ہوئی ہیں۔

پورنیما۔ لیکن مجھے آپ اس کے برعکس پائیں گے۔ میں سچ کہتی ہوں۔ کہ وہ کہانی آپ کے رسالے یا کسی رسالے کیلئے بھی موزوں نہیں۔ مگر آپ کو دکھلانے میں مجھے کوئی اعتراض نہیں اگر آپ کسی دن دوپہر کے بعد میرے یہاں تشریف لانے کی تکلیف گوارا کر سکیں۔ تو میں وہ کہانی آپ کو دکھا دوں گی۔ ہاں۔ اور اس دن آپ چائے بھی میرے یہاں پئیں گے:

نرمل۔ شکریہ: ضرور بالضرور حاضر ہوں گا!

پورنیما۔ یہ میرا پتہ ہے (نرمل کو اپنا کارڈ دیتی ہے)

رمیش۔ تو آخر فیصلہ ہو ہی گیا۔

نلنی۔ ہاں۔ اور تسلی بخش طریقے سے۔

پورنیما۔ (مسکراتے ہوئے) شٹ اپ ـــــ! وہ دیکھئے سب لوگ Guest of the evening کیطرف جا رہے ہیں ہمیں بھی اب اٹھنا چاہیئے

(چاروں اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ نرمل پیسٹری کا آخری ٹکڑا اٹھتے ہوئے منہ میں ٹھونس لیتا ہے ۔ (سب جاتے ہیں)

سین دُوسرا

(شہر کے گنجان حصّے میں ایک کمرے پر مشتمل مکان جس کے دونوں طرف پانی کے چھوٹے چھوٹے جوہڑ ہیں اور آس پاس کے مکانوں کا کوڑا کرکٹ پڑا ہے۔ مکان سے پچاس گز کے فاصلے ہی پر مچھروں کے بھنبھنانے کی آواز شروع ہو جاتی ہے۔ کمرے میں داخل ہونے کے لئے ایک لکڑی کا دروازہ ہے جس میں داخل ہوتے ہی سامنے کے دائیں کونے میں فرش پر پرانے رسالے، کچھ فائلیں اور چند کتابیں بکھری پڑی ہیں۔ بائیں کونے میں ایک چار پائی ہے۔ جس کے نیچے دو لوہے کے زنگ آلود ٹرنک رکھے ہوئے ہیں۔ اور سامنے کی طرف کھڑکی کے ساتھ لکڑی کی ایک میز پڑی ہے جس پر بہت سے کاغذات بکھرے ہوئے ہیں۔ ان کے درمیان لٹریری ریویو کا تازہ پرچہ رکھا ہے۔ میز کے ساتھ ہی لکڑی کی تین ہفت کرسیاں ہیں۔ جن میں سے ایک پر نرمل ایک موٹا سا کمبل اوڑھے بیٹھا ہے — اور شام کے دھندلکے میں ایک کتاب پڑھ رہا ہے۔ کمرے میں نرمل کا ایک دوست پرکاش داخل ہوتا ہے)

پرکاش۔ ہیلو نرمل! اس اندھیرے میں بھی پڑھ رہے ہو۔ میں نے تم سے کتنی بار کہا ہے کہ اس طرح اپنی آنکھیں خراب کر لوگے لیکن تم مانتے ہی نہیں۔ اچھا! اب اٹھو۔ سوٹ پہن لو۔ سیر کو چلیں گے۔

نرمل۔ اوہ پرکاش! آؤ بیٹھو۔ یہ سنرلیچی کی کتاب ہے۔ نہایت ہی دلچسپ پیرایہ میں لکھی گئی ہے۔ چند صفحے باقی تھے میں نے سوچا۔ کہ ختم کر کے ہی اٹھوں۔ لیکن اب تم آگئے ہو۔ اس لئے گپ شپ ہی سہی۔ میں سیر کو نہ جا سکوں گا۔ آج میری طبیعت کچھ ملول سی ہے۔ اور ہاں بھئی تمہیں ایک کام کرنا ہوگا۔ ذرا اس کونے سے بوتل اُٹھا کر اس سامنے والی دکان سے مٹی کا تیل تو لے آؤ۔ اور واپس آتی دفعہ اس حلوائی کو بھی کہتے آنا۔ کہ میرے لئے ایک گلاس چائے بھیج دے۔ اگر تم بھی پینا چاہو۔ تو دو گلاسوں کے لئے کہہ دینا۔

(پرکاش بوتل اُٹھا کر باہر جاتا ہے۔ اور چند لمحوں کے بعد واپس آجاتا ہے۔ میز پر پڑے ہوئے لیمپ میں مٹی کا تیل ڈال کر اُسے روشن کرتا ہے۔ اور پھر نرمل اور پرکاش دونوں چار پائی پر بیٹھ جاتے ہیں۔ پرکاش نرمل کے کمبل کا ایک حصّہ خود بھی اوڑھ لیتا ہے)

پرکاش۔ تم اس گندی فضا میں روز بروز دُبلے ہو رہے ہو۔ کسی اچھی جگہ مکان کیوں نہیں لے لیتے!

نرمل۔ چار روپیہ ماہوار میں اس سے اچھا مکان کہیں نہیں مل سکتا اور یہ تو تم جانتے ہی ہو۔ کہ اس سے زیادہ خرچ میں نہیں کر سکتا۔ مجھے اپنی آدھی تنخواہ گھر بھیجنی پڑتی ہے۔

پرکاش۔ یہ تو سب ٹھیک ہے۔ لیکن تمہیں اپنی صحت کا بھی تو خیال رکھنا چاہیئے۔ میری بات مانو۔ صبح کو خوب لمبی سیر کیا کرو۔

نرمل (طنزاً) لمبی سیر! اچھا میں کل سے صبح اُٹھنے کی کوشش کروں گا۔

(اتنے میں حلوائی کا لڑکا چائے کا گلاس لا کر چار پائی کے پاس پڑے ہوئے سٹول پر رکھ دیتا ہے۔ اس کے میلے کپڑوں سے۔ جو چکنا ہٹ اور مٹی سے بالکل سیاہ ہو چکے ہیں۔ بدبو آ رہی ہے۔ چائے رکھ کر وہ واپس چلا جاتا ہے۔ اور نرمل پیتل کے گلاس سے چائے پیتا ہے۔)

پرکاش۔ ہاں تو نرمل۔ بھلا یہ پرنیا دیوی کون ہے۔ جس کو تم نے یونہی آسمان پر چڑھا دیا ہے۔ تمہارا کوئی بھی پرچہ اس کے مضمون سے خالی نہیں ہوتا۔ کیا اسی کی بدولت ہمارا "مضمون" ادب کا انسانی پہلو" نہ چھپ سکا؟

نرمل۔ بھئی اگر سچ پوچھو! تو اسی کی وجہ سے تمہارا مضمون روک لیا گیا تھا۔ میں نے سوچا تھا۔ کہ تم سے معافی مانگ لوں گا!

پرکاش۔ تو کیا محبت کا شکار ہو گئے — سچ سچ بتاؤ دوست! کیا بات ہے؟

نرمل۔ اسے محبت یا رومان تو نہیں کہا جا سکتا۔ البتہ میں اسے ایک معمولی واقعہ کہنا زیادہ پسند کرتا ہوں۔ تمہیں شاید یاد ہوگا۔ کہ پچھلے ماہ بمبئی کی مشہور رقاصہ مس ماہجبیں کا پہلک استقبال کیا گیا تھا۔ اور اسی سلسلے میں ایک ٹی پارٹی بھی ہوئی تھی۔ مجھے بھی اس میں شامل ہونے کا اتفاق ہوا تھا۔ وہاں وہ مجھے ایک پرانے دوست کے ساتھ ملی شاید تم اسے جانتے بھی ہو۔ وہی رمیش جس کو ہم کالج میں پپ کن کہہ کر چھیڑا کرتے تھے۔ آج کل وہ ایگزیکٹو آفیسر ہے۔ وہ رمیش کے ساتھ تھی اور رمیش اس کی بہن۔ پورنیما اور میں نے ایک ہی میز پر چائے پی تھی۔

پرکاش۔ ارے وہی رمیش وہ بے وقوف کدو۔ وہ ایگزیکٹو آفیسر ہو گیا ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے۔ کہ بیوقوفی اور دولت ہمیشہ اکٹھے رہتے ہیں۔

نرمل۔ ہاں تو مجھے وہ وہیں ملی۔ وہ لڑکیوں کے کالج کی وائس پرنسپل ہے، حسین اور پری چہرہ۔ اس کی فوٹو تو تم نے لٹریری ریویو میں دیکھی ہی ہوگی۔ اس ٹی پارٹی کے بعد میں اکثر اسے ملتا رہا۔ اور اگر کبھی مجھے اسے ملنے میں دیر ہو گئی۔ تو اس نے یا تو مجھے رقعہ لکھ بھیجا۔ یا ٹیلیفون پر بلا لیا۔ یہ اس کے چند خطوط ہیں۔ تم خود ملاحظہ کر سکتے ہو۔ (سبز رنگ کے خوبصورت لفافوں میں بند چند خطوط پرکاش کو دکھاتا ہے۔ اور پرکاش ان کو جلدی سے پڑھ ڈالتا ہے)

پرکاش۔ اچھا تو بات یہاں تک پہنچ چکی ہے۔ وہ تمہیں چائے اور سینما کی دعوت دیتی ہے۔ "پیارے دوست" کے الفاظ سے مخاطب کرتی ہے۔ اور محبت بھرے خطوط بھیجتی ہے۔ اور تم ہو کہ اسے محض ایک واقعہ بتاتے ہو۔ شاید تم مجھے چڑانا چاہتے ہو لیکن میں خود ہی تمہیں اپنا گرو مانتا ہوں اور تمہارے حسن انتخاب کی داد دیتا ہوں۔ اور ساتھ ہی تہِ دل سے مبارکباد بھی پیش کرتا ہوں۔ تمہاری تو زندگی سنور گئی۔ اب تم بلا خوف و خطر اپنے سیاسی ارمان پورے کر سکتے ہو۔ اب تم نانِ شبینہ کے لئے کسی کے محتاج نہیں رہے۔ تم کو ایک زندہ سونے کی کان مل گئی۔ فوراً کسی جوہری کی طرح پرکھ کر کوئی صاف اور کھلا سا مکان لے لو۔ ہاں ضرور اور جلد لے لو۔

نرمل۔ اس بکواس کو بند بھی کرو گے یا نہیں؟

پرکاش۔ آخر ہوا کیا؟

نرمل۔ مجھے اس قسم کی باتیں پسند نہیں پرکاش! ہم ایک دوسرے کے احساسات کو خوب سمجھتے ہیں ہماری زندگی ایک دوسرے میں مدغم ہے۔ ہمارے لئے رشک و حسد بے معنی الفاظ ہیں۔

پرکاش۔ کیا تم اس کو حاصل کر سکتے ہو؟ کیا تم کو اس سے محبت۔

نرمل۔ محبت! وہ تو کب کی ختم ہو چکی۔ برسوں کی کشمکش حیات نے میرے دل سے محبت کے جذبات بالکل ختم کر دیئے ہیں۔ اب تو صرف ایک ذہنی خلش ہے۔ جو کبھی کبھی میرے سکون کو تہ و بالا کر ڈالتی ہے۔ تم اس واقعہ میں میری کامیابی کے امکانات پوچھتے ہو۔ سو میں اس کے متعلق کبھی دھوکے میں نہیں ہوں۔ میری یہ خواہش ہے۔ کہ میں اسے حاصل کر سکوں۔ ممکن ہے۔ کہ میں اس خواہش کی تکمیل کے لئے پوری کوشش بھی کروں۔ آخر ہر انسانی فعل جزئ امید ول ہی سے تو وابستہ ہوتا ہے مجھے بھی ایک موہوم سی امید ہے لیکن ساتھ ہی مجھے یہ بھی معلوم ہے۔ کہ میری کامیابی قریب قریب ناممکن ہے۔ میں انسانی فطرت سے بخوبی واقف ہوں۔ میں جانتا ہوں۔ کہ ہر انسان زندگی میں اپنے برابر کا شریک ڈھونڈتا ہے۔ اور سماج میں اس کا درجہ مجھ سے کہیں اونچا ہے شادی کے مسئلہ پر بھی جماعتی اصولوں کا اطلاق ہوتا ہے۔ اور میں بطور ایک مارکسی ہونے کے اپنی امید کو کبھی نہیں بھول سکتا۔

پرکاش۔ نرمل! تم اپنی ناامیدی کو فلسفہ سے سمجھانے کی بے سود کوشش کر رہے ہو۔ کوئی لڑکی ایسے خطوط کسی مرد کو نہیں لکھ سکتی جب تک کہ اسے اس سے محبت نہ ہو۔

نرمل۔ کاش ایسا ہوتا۔

پرکاش۔ اور یہ حقیقت ہے۔ تمہیں خود پہ یقین رکھنا چاہیئے۔ میں یہ وثوق سے کہہ سکتا ہوں۔ کہ اسے تم سے بھی محبت ہے۔

نرل۔ مجھے ہر وقت ... اس قسم کا احساس ہوتا ہے۔ لیکن میں پھر سوچتا ہوں کہ یہ ناممکن ہے۔ اگر مجھے تم سے محبت ہو بھی جب بھی کامیابی محال ہے۔ اچھا — جو بھی ہو —

پرکاش۔ (چارپائی کے پاس سٹول پر پڑی ہوئی بغیر شیشے کی گھڑی سے وقت دیکھ کر) اوہو! سات بج گئے۔ اب مجھے چلنا چاہیئے۔ نرل تمہیں یہ مینہ چھوڑنی چاہیئے۔ قسمت ضرور تمہاری یاوری کرے گی۔ اور ہاں اگلے پرچے میں میرا مضمون ضرور چھپ جانا چاہیئے۔ اچھا گڈ نائیٹ!

نرل۔ گڈ نائیٹ پرکاش!

(پرکاش جاتا ہے)

سین تیسرا
منظر

(پورنیما کے باپ ڈاکٹر رتن لال آئی۔ ایم۔ ایس کا ڈرائنگ روم نئی وضع کی بنی ہوئی خوبصورت جالی دار کھڑکیاں جاری پردے۔ خوبصورت صوفے اور اُن کے نیچے عمدہ ایرانی قالین کمرے کی خوبصورتی کو دوبالا کر رہے ہیں۔ علاوہ ازیں نئی قسم کا ٹیوب فرنیچر نہایت قرینے سے سجایا گیا ہے۔ بائیں کونے میں ایک ریڈیو سیٹ نظر آ رہا ہے کمرے کے وسط میں گدے دار کرسیوں پر پورنیما۔ نلنی اور ان کی ایک سہیلی جمنی بیٹھی ہوئی چائے پی رہی ہیں۔)

وقت بعد دوپہر

نلنی۔ پورنیما! آج اس جمپر کو پہن کر تم نہایت خوبصورت معلوم ہوتی ہو۔ کہاں سے لیا تھا یہ کپڑا!

پورنیما۔ یہ میرا جمپر نہیں۔ میں نے اسے اپنی جماعت کی ایک طالبہ سے بطور نمونہ مانگا تھا۔ شاید کل تک میرا بھی تیار ہو جائے — کیوں جمنی! کیا تم کو بھی یہ پسند ہے؟

جمنی۔ پسند! میں تو اس پر مرتی ہوں۔ تمہیں تو کسی فیشن کے رسالہ کی خریداری بننے کی بھی ضرورت نہیں۔ تمہاری کلاس ہی تمہیں ایک زندہ رسالے کا کام دیتی ہے۔

نلنی۔ لیکن کب تک؟ آخر اسے ایک دن کالج کو چھوڑنا ہی ہوگا۔

پورنیما۔ وہ کیوں؟

نلنی۔ کیا تمہارے خیال میں رمیش تمہیں کالج میں پڑھانے کی اجازت دیگا۔ اس میں ہمارے خاندان کی سخت توہین ہوگی۔

پورنیما۔ اگر اس کو میرے پاپا اپنی توہین نہیں سمجھتے۔ تو یہ تمہاری توہین کیونکر ہوگی۔ میں کالج کو کسی صورت میں نہیں چھوڑ سکتی۔ مجھے کالج سے محبت سی ہو گئی ہے۔ ابھی اسی ماہ میری پچاس روپے ترقی ہوئی ہے۔ اگلے ماہ مجھے اڑھائی سو روپے تنخواہ ملیگی:

نلنی۔ بھلا تمہارے اڑھائی سو روپے کس کام آئیں گے۔ دونوں کے لئے رمیش کے سات سو روپے ماہوار کافی ہونگے۔

(ایک نوکر چاندی کی طشتری میں ایک چٹھی لاتا ہے۔ اور پورنیما اسے پڑھتی ہے)

نلنی۔ کس کی چٹھی ہے؟

پورنیما۔ یہ نرل کی چٹھی ہے۔ تمہیں شاید یاد ہوگا۔ وہ نوجوان جو اس دن مس مانجھا کی ٹی پارٹی میں ملا تھا۔

نلنی۔ (طنزاً) اچھا تو آنجناب سے ابھی تک تمہارا پیچھا نہیں چھوٹا۔ اب کیا فرماتے ہیں آپ:

پورنیما۔ اس نے اپنے ایک لیکچر کے لئے دو فری پاس بھیجے ہیں کیا چلوگی؟

نلنی۔ میں تو نہ جاؤں گی۔ مجھے نہ تو تمہارا لیکچر پسند ہے۔ اور نہ اس کا لیکچر:

پورنیما۔ دیکھو نلنی! اس طرح کسی پر تہمت لگانی ٹھیک بات نہیں۔ نرل ایک نہایت دلچسپ انسان ہے۔ ایک قابل قدر ادیب ہے۔ اور میں اس کی علمیت کا ادب کرتی ہوں۔ بلکہ میں تو ایک طرح سے اسے چاہتی بھی ہوں۔ لیکن ......

نلنی۔ لیکن ...... یاد ہے کہ اُس دن وہ پیسٹریوں پر کیسے ٹوٹ پڑا تھا

کی طرح نوٹ پڑا تھا:

پورنیما۔ لیکن اس بات کا اس انسان کی قابلیت سے کیا تعلق ہے؟

نلنی۔ رمیش اکثر کہا کرتا ہے کہ وہ نرمل کا نہایت شکرگزار ہے۔ اس نے تمہارا رتبہ بڑھا دیا ہے۔ تم گمنام تھیں۔ اس نے تمہارا نام مشہور کر دیا۔ اور اس پر رمیش کو بجا طور پر فخر ہے۔ چند دنوں تک تمہاری اور رمیش کی فوٹو سب اخباروں میں ہوگی اور شاید لٹریری۔ پویو تمام بھی۔

پورنیما۔ رمیش بالکل بے وقوف ہے۔

نلنی۔ شاید اسی وجہ سے وہ نرمل کی طرح بدرخاک نہیں پہنتا پھرتا۔ اور شاید اسی لئے وہ تمہیں پسند بھی ہے۔ بیوقوف رمیش:

پورنیما۔ نلنی میں کسی کی نسبت اس قسم کے توہین آمیز کلمات نہیں سن سکتی۔ اگر نرمل کے پاس تمہارے بھائی کی دولت کا ایک عشر عشیر بھی ہوتا۔ تو ....

نلنی۔ تو تم اس سے شادی کر لیتیں نا؟

پورنیما۔ پاگل مت بنو!

نلنی۔ تمہاری ان باتوں نے میرے دل میں نرمل کے بارے میں اشتیاق پیدا کر دیا ہے۔ میں اسے بلانا چاہتی ہوں خاص کر اپنی کہانیوں کے لئے۔ پورنیما! کیا تم اسے اپنی شادی پہ مدعو کرو گی؟

پورنیما۔ شادی پہ؟ ...... اوہ ...... نہیں تو ......

(پورنیما اٹھتی ہے۔ اور کمرے سے باہر نکل جاتی ہے نلنی اور رجنی بھی اس کے پیچھے چلی جاتی ہیں۔)

مکتبہ اردو

چند اہم تصریحات

جیسا کہ آپ جانتے ہیں، مکتبہ اردو ایک علمی ادارہ ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ مختلف علمی و ادبی موضوعات پر کامیاب و مفید کتابیں شائع کر کے اردو کی نشر و اشاعت میں ہر ممکن کوشش کی جائے۔

سب سے پہلے تو آپ یہ پوچھیں گے اور یقیناً آپ کو اس استفسار کا حق ہے کہ آخر ملک کے اتنے اداروں کی موجودگی میں مکتبہ اردو کو کیوں اہمیت دی جائے۔ آخر مکتبہ اردو کونسی ایسی خصوصیات رکھتا ہے جن سے دیگر علمی ادارے محروم ہیں یا مکتبہ اردو کے لائحہ عمل میں کونسی ایسی جاذبیت ہے جو اسے اردو کے باقی اشاعت خانوں کے مقابلے میں امتیازی درجہ دے رہی ہے؟ آئیے اس فرصت میں ہم ان استفسارات پر حقائق کی روشنی میں غور کریں!

سب سے پہلے ہم مکتبہ اردو کی اشاعتی کوششوں پر روشنی ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں کیونکہ اس سے پیشتر ایک معیار قائم کر لینا ناگزیر ہے!

کسی علمی و ادبی ادارے کے محاسن و معائب کو پرکھنے کے لئے ذیل کے امور کو ذہن میں محفوظ کر لینا نہایت ضروری ہے!

(۱) ادارہ کی مطبوعات کا معیار۔

(۲) ادارہ کی رفتار اشاعت۔

سب سے پہلے شق اول کو لیجئے۔ یہ شق دو امور پر مشتمل ہے مطبوعات کی معنوی خوبیاں اور ظاہری محاسن۔

معنوی خوبیاں

معنوی خوبیوں پر روشنی ڈالنے کے لئے مکتبہ اردو کی مطبوعات پر ایک نظر ڈالئے:

پیغمبر صحرا۔ مذہب اور باطنی تعلیم

تین پیسے کی چھوکری۔

چاند کا گناہ اور دیگر افسانے۔

عورتوں کے افسانے۔

شعلے۔ آخری فیصلہ

آہنگ رزم۔ شہنشاہ حبشہ

ترکی جمہوریہ

پھول اور کانٹے

دنیائی حور۔ شبستان الم

کمپنی کی حکومت

لینن۔ حاجی لق لق کے افسانے

طلسم خیال۔

نغمۂ حرم۔ کولمبس

صحرا نورد کے خطوط

پریم کا جادو اور دیگر افسانے

باسی پھول۔

ہم دیکھیں گے کہ ان مطبوعات میں سے ہر ایک کتاب اپنے موضوع کے لحاظ سے اردو لٹریچر میں کیا حیثیت رکھتی ہے!

ملک کے مفکرین نے ان مطبوعات کو بنظر استحسان دیکھا ہے اور پبلک نے ہماری کوششوں کو نوازتے ہوئے نہایت شوق کے ساتھ ان کا مطالعہ کیا ہے اور ان کی شہرت ہندوستان کے گوشے گوشے میں پھیل چکی ہے اور برابر پھیل رہی ہے! آئندہ صفحات میں ہم ان مطبوعات کے موضوعات مختلفہ پر روشنی ڈالیں گے!

اب سوال آتا ہے ظاہری محاسن کا! اس امر کے متعلق زیادہ

کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ مکتبہ اردو کی مطبوعات کی بہترین حیثیت
ہندوستان میں کافی شہرت حاصل کر چکا ہے۔ [illegible] مکتبہ اردو نے جو تمام
کی طرف خاص توجہ دی ہے اور اسی خاص نوع کا اثر ہے کہ متعدد بلا
کتابیں [illegible] کی جاتی ہیں [illegible]
[illegible] حیثیت سے [illegible] مکتبہ اردو نے جو آپ کی
ایک بالکل نئی [illegible] کافی ہے۔ [illegible] مکتبہ اردو [illegible] یقیناً قابل فخر ہے
کہ آج ہندوستان کے مشہور مصنفین [illegible]
[illegible] پہنچ چکے ہیں!

[illegible] نہایت جاذب دل طباعت
[illegible] اور
[illegible] مکتبہ اردو کی مطبوعات کی چند [illegible]
[illegible]

ایک نہایت اہم مسئلہ۔ ہماری پبلک کی یہ ایک
دیرینہ شکایت ہے کہ اردو کتابوں کی قیمت اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ غریب
تو ایک طرف متوسط الحال شخص بھی انہیں خریدنا ایک قسم کا "بوجھ"
سمجھتا ہے۔ غور کیا جائے تو یہ شکایت کسی لحاظ سے بھی بے جا نہیں
واقعی اردو کی بیشتر کتابوں کی قیمت اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ ہماری
پبلک خریدنے کی استطاعت ہی نہیں رکھتی!! اسلئے ہر ایک بہی خواہ
اردو ادارہ کا فرض ہے کہ وہ اپنی مطبوعات کی قیمت مناسب رکھے!
اور پبلک کی اس تکلیف کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے "ادارہ مکتبہ اردو" نے
اپنی مطبوعات کی قیمت ہر لحاظ سے مناسب رکھی ہے!! اور غریب سے
غریب بھی بشرطیکہ وہ صاحب ذوق ہو مطبوعات مکتبہ اردو سے
فائدہ اٹھا سکتا ہے!

ماضی کے متعلق چند اشارات پیش کرنے کے بعد اب ہم "حال"
پر نظر ڈالتے ہیں۔ یہ نظر سرسری ہوگی۔ مگر ہمارے محترم قارئین اسی
کو مد نظر رکھ کر ادارہ کے مقاصد سے بہت حد تک آگاہ ہو سکتے ہیں۔!
ادارہ کی سب سے بڑی کوشش یہ ہوتی ہے کہ مکتبہ اردو کی طرف سے ہر ماہ
کامیاب و مفید کتابیں شائع ہوں!! اور اس کے ساتھ رفتار اشاعت
بھی ملک کے کسی ادارے کی رفتار اشاعت سے کم نہ ہو!!

فی الحال مکتبہ کا لائحہ عمل یہ ہے!
(۱) ادب کے ہر موضوع پر مفید کتابیں شائع کی جائیں۔!
(۲) ہر ماہ کم از کم ایک کتاب ضرور شائع ہو!
اور مکتبہ اردو اپنی تمام کوششوں سے کام لیکر اس لائحہ عمل
پر کاربند ہے۔ کم از کم دس مسودات کی کتابت ہو رہی ہے اور نئی
کتابوں کی کاپیاں پریس میں پہنچ چکی ہیں!

مستقبل۔ قاعدہ ہے کہ کسی ادارہ کی ماضی اور حال
پر نظر ڈالنے کے بعد اس کے مستقبل کے متعلق فیصلہ کر لینا کوئی زیادہ
مشکل نہیں۔ "ماضی و حال" آپ کے سامنے ہیں۔ مستقبل کے متعلق
آپ کچھ نہ کچھ فیصلہ ضرور کر سکتے ہیں۔!

رسالہ ادب لطیف۔ کہا جاتا ہے "آفتاب آمد دلیل
آفتاب" یعنی حقیقت کو واضح کرنے کے لئے یہی کافی ہے۔ کہ وہ
حقیقت ہے! جس طرح آفتاب کا وجود ہی آفتاب کی موجودگی پر
شاہد!! رسالہ "ادب لطیف" اردو کے ممتاز ترین رسائل میں سمجھا
جاتا ہے! "بہترین اور رنگین ترین" یہ دونوں الفاظ حقیقی معنوں میں
اس پر منطبق ہوتے ہیں۔!

سال میں اس کے دو ضخیم نمبر شائع ہوتے ہیں۔ ایک تو
سالنامہ اور دوسرا افسانہ نمبر! یا نمبر یا کسی اور اہم موضوع پر
ضخیم نمبر۔!

ادب لطیف کے سالناموں کی اشاعت نے اردو صحافت
کی دیرینہ روش کو بالکل تبدیل کر دیا ہے اور آج ہر رسالہ صحیح معنوں
میں مقبول ہونے کے لئے اس امر پر مجبور ہے کہ وہ اپنے قارئین کے
سامنے نہایت پاکیزہ اور کامیاب لٹریچر پیش کرے۔!

ادب لطیف کے افسانہ نمبروں نے اردو کے سینکڑوں کامیاب
افسانے پبلک کے سامنے پیش کر دیئے ہیں۔!! اور آج ہم بلا خوف
مبالغہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اردو کی "افسانوی ترقی" میں "ادب لطیف"
کی کوششوں کو خاص حیثیت حاصل ہے۔ اور تاریخ ادبیات اردو
کا مصنف ان کوششوں کو کسی صورت میں بھی نظر انداز
نہیں کر سکتا!

علاوہ افسانہ نمبروں کے ادبِ لطیف کے دیگر اہم موضوعات پر بھی خاص نمبر شائع ہوتے رہتے ہیں۔ اس سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ اردو لٹریچر میں ہر موضوع کا ادب جمع ہو جائے۔ قارئین کرام بخوبی جانتے ہیں کہ کوئی ادب اس وقت تک حقیقی معنوں میں ترقی پذیر ادب نہیں کہا جا سکتا جب تک اس کا ہر پہلو ترقی یافتہ نہ ہو!

ادبِ لطیف کی صوری حیثیت بھی قابلِ تحسین ہے۔ کتابت و طباعت نہایت اعلیٰ، کاغذ بہترین، ٹائٹل پیج حسین ترین، اور ان کے علاوہ اس کے دوسرے ظاہری عناصر بھی اپنی اپنی جگہ پر صاف ستھرے ہیں۔

ان تمام خوبیوں کے باوجود "ادبِ لطیف" کا چندہ اتنا کم ہے کہ غریب سے غریب شخص بھی آسانی کے ساتھ اس کا مطالعہ کر سکتا ہے۔ ملک کے دوسرے رسائل و جرائد کی طرح "ادبِ لطیف" اپنے خاص نمبر علیحدہ قیمت پر نہیں دیتا! بلکہ اس کی قلیل ۔ ۔ ۔ میں دونوں ضخیم نمبر خریداروں کی خدمت میں پہنچ جاتے ہیں۔!!

ملک میں کونسا ایسا رسالہ ہے جو اتنی خوبیاں رکھنے کے باوجود اتنی قلیل زرسالانہ کا مطالبہ کرتا ہو؟

قارئین کرام کی خدمت میں!

قارئین کرام! موجودہ دور میں جبکہ اردو پر ہر طرف سے حملے کئے جا رہے ہیں اور مخالفانِ اردو کی بے شمار ۔ ۔ ۔ اردو کو ہمیشہ کی نیند سلانے کے لئے پوری پوری کوشش سے کام لے رہے ہیں، ہمارا اور آپ کا فرض ہے کہ اردو یعنی ہندوستان کی مشترکہ زبان کی حفاظت کریں۔ آپ کبھی بھی یہ خیال ذہن میں نہ لائیں کہ آپ کی مسلسل کوششیں مخالفانِ اردو کے ہمہ گیر پراپگنڈے کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں!

یاد رکھئے! اردو میں یہ صلاحیت موجود ہے کہ وہ زندہ رہے۔ مخالفتوں کے باوجود زندہ رہے مگر یہ اس وقت ہو سکتا ہے جب آپ بھی حتی الامکان اسے زندہ رکھنے کے لئے کوشش کریں۔ کوشش کے بغیر کچھ بھی نہیں ہو سکتا اور کوشش کے ساتھ سب کچھ ہو سکتا ہے! اس لئے اردو کے سرپرستوں کو کبھی بھی یہ نہ بھولنا چاہئے کہ ازروئے قانون اس پر کچھ حقوق نہیں۔ جب اردو کے سرپرستوں کے دل میں یہ احساس پیدا ہو جائیگا تو اس وقت اردو یقیناً روز افزوں ترقی کرے گی۔ اور موجودہ صوبائی تعصب اور ہمسایہ عناصر اس کی ترقی کے راستے میں ذرہ بھر رکاوٹ نہیں پیدا کر سکیں گے! اگر آپ سمجھتے ہیں کہ مکتبہ اردو اپنا فرض ادا کر رہا ہے۔ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ مکتبہ اردو کی مطبوعات نے اردو لٹریچر میں خاص اضافہ کیا ہے اور اگر آپ سمجھتے ہیں کہ اردو کی ترقی و فروغ میں حصہ لینا آپ کا فرض ہے تو پھر آپ پر واجب ہے کہ مکتبہ اردو کی کوششوں کو نوازیں اور اس کا بہترین طریقہ یہی ہے کہ آپ اردو کی مطبوعات کو خریدیں۔ رسالہ ادبِ لطیف کی سرپرستی قبول فرمائیں۔

یہ بات خاص طور پر نوٹ کرنے کے قابل ہے کہ مکتبہ اردو میں ہندوستان کے تمام ادبی اداروں کی تمام مطبوعات موجود ہیں۔ آپ ہر قسم کی کتاب مکتبہ اردو سے منگوا سکتے ہیں! اس سے آپ کو دو فائدے ہونگے، ایک تو کتاب بہت جلد آپ کی خدمت میں پہنچ جائیگی اور دوسرے ڈاک خرچ بھی آپکو کم دینا پڑے گا۔

کتابوں کا نمونہ ادبِ لطیف ہی پر چھپا کیا جاتا ہے اس لئے مکتبہ اردو ۔ ۔ ۔

پیغمبر ؑ ا

مصنفہ علامہ خالد لطیف گابا

حضور سرور کونین کی حیات با برکات

دنیا کی معرکتہ الآرا ہستی کے معرکتہ الآرا حالات

ایک نومسلم کا ہادیِ اسلام کے ساتھ عشق

حضور رحمتہ اللعالمین کی مقدس و پاک زندگی کو علامہ نے
اپنے زورِ قلم کے ساتھ ایک نہایت اعلیٰ اور نرالے انداز میں پیش کر کے
دنیائے ادب میں تہلکہ مچا دیا ہے۔

حضورِ اقدس کا باطل سوز اسوۂ حسنہ حق و کفر کی رزم و پیکار،
حق کی فتح اور باطل کی کامل شکست یہ ایسی چیزیں ہیں جنکو علامہ
کے گوہر فشاں قلم نے اس جذوبیتِ بیان اور لطافت انداز کے
ساتھ مصورانہ رنگ میں پیش کیا ہے کہ ان زریں خیالات کو دیکھتے ہی
انسان بے اختیار کہہ اٹھتا ہے ع

نرخِ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

ایک چھوٹا سا ٹکڑا ملاحظہ فرمایئے

حضور سرورِ کائنات کی کوشش یہ ہے کہ خدا اور انسان دونوں کے
وقار کو اپنی صحیح حالت میں رکھیں یعنی خدا کو وحدہٗ لاشریک
ٹھیرائیں اور بندہ کو ایسا بنا دیں جیسا خالق نے دراصل اسے بنایا۔
خدا اور انسان میں بلا واسطہ تعلق پیدا ہو چکا ہے، اور اگرچہ
نبی کریم ان کی شفاعت کا ذمہ نہیں لیتے، تاہم خدا کو مکان و زمان
کی قیود کے بغیر عامتہ الناس کے لئے قابلِ رسائی بنا دیتے ہیں اسلام
میں گناہوں کی فہرست بھی کم سے کم کر دی گئی ہے، انہوں نے گوشے
میں بیٹھ کر راہبوں کی طرح ریاضتیں کرنے اور جسم کو اذیتیں دینے
یا انسانی صلاحیتوں کے عدم استعمال کا حکم نہیں دیا، حضور اکرم
صرف نذیر ہی نہیں بلکہ بشیر بھی ہیں، آپ بشارت دیتے ہیں۔

زندگی کی نعمتوں کو کھاؤ اور خدا کا شکر ادا کرو۔

نیز آپ فرماتے ہیں [illegible] ایمان والو! جو اچھی چیزیں تم نے
کمائی ہیں اور جو زمین سے پیدا ہوئی ہیں انہیں صرف کرو۔
ان احکام سے معلوم ہوتا ہے کہ زندگی سے متعلق اسلام
کا زاویہ نگاہ کیا ہے۔

کتابت و طباعت نہایت اعلیٰ۔ صفحات تین سو کے قریب
سائز کلاں۔ قیمت مجلد دو روپے

عہ

کمپنی کی حکومت

اشتراکی ادیب باری علیگ

گبن، کارلائل اور میکالے کے طرزِ بیان پر ہندوستان کے اس
صد سالہ دورِ پر آشوب کی داستان جو ۱۷۵۷ء سے ۱۸۵۷ء تک
پھیلا ہوا ہے۔ تاریخ کے اقتصادی نظریوں کی تشریح، طرزِ تحریر
خطیبانہ، اندازِ بیان پرجوش، اس کتاب کا ہر سبق قاری کا خون
گرمانے کے لئے کافی ہے۔

وطنی ادبیات میں اس سے بہتر کتاب شائع نہیں ہوئی

تاریخ —— ادب —— تنقید

"قوت کے مقابلہ میں سازش کامیاب ہو گئی"

اور نالہ بنگال کے جادۂ حریت کا آخری سنگِ میل تھا، اس نشان
سے آگے دل ہلا دینے والا منظر ہے۔ ایک مقام جسکا ہر گوشہ آتش پارہ
جس کی فضا مسموم اور جس کے انسان پیٹ کے بل رینگنے والے
حیوان ایک دوسرے کو کھانے والے درندے۔

جہنم —— بہت بڑا جہنم!

کتابت و طباعت نہایت اعلیٰ، صفحات تین سو کے قریب۔

سائز میڈیم رنگین

قیمت مجلد

ایک روپیہ آٹھ آنے

عہ

اردو ادب اس پر جتنا فخر کرے کم ہے! زبان نہایت شیریں اور پیاری ہے۔

ملاحظہ فرمائیں

"میں یہ سنکر سناٹے میں آگئی، معلوم ہوتا تھا کہ زمین میرے پاؤں کے نیچے سے نکل جاتی ہے، تباہی بربادی اور رسوائی کی بھیانک تصویر میری آنکھوں کے سامنے تھی، میں نے ضبط کرکے پوچھا۔

"تو پھر اس کا کچھ علاج بھی ہے"

"سوائے اس کے کہ روپیہ ادا کیا جائے اور کیا ہو سکتا ہے، اور روپیہ کی ادائیگی کی مجھے کوئی صورت نظر نہیں آتی"

"اور آپ کا خیال ہے کہ انکمٹیکس والے آجکل ہیرا پھیری کرکے مکان وغیرہ قرق کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔؟

"سنا تو ایسا ہے، خدا کرے جھوٹ ہو"

کتابت و طباعت نہایت اعلیٰ، ٹائیٹل پیج نہایت حسین و جمیل صفحات چار سو کے قریب۔ قیمت — عہ

طلسمِ خیال

مصنفہ کرشن چندر ایم اے

کرشن چندر فطرتاً رومانی واقع ہوئے ہیں

آپ کا طرزِ انشاء رومانیت کی خوشبو سے بھرپور ہے، لیکن آپ نے کہیں بھی واقعیت سے گریز نہیں کیا۔ حیاتِ انسانی کا گہرا مطالعہ موجودہ معاشرت پر طنز کے تیز نشتر۔

بہترین افسانوں کا مجموعہ

اندازِ تحریر ملاحظہ فرمائیں

چھلک... چھلک... چھلک... چھلک کشتی بھاگی جا رہی تھی۔ قافلہ بین باری باری بول رہی تھیں، مغرب میں سورج غروب ہو رہا تھا، دریا کی خاموش سطح پر ایک عجیب نازک نرالی سحر طراز روشنی پھیل گئی تھی۔ میں نے سمجھا یہ غروبِ آفتاب نہیں، نمودِ سحر ہے، مغرب نہیں مشرق ہے، روشنی کا منبعِ اعظم ہے۔ ہم غیر فانی انسان ہیں، جو اس کبھی نہ غرق ہونے والی کشتی پر سوار ہو کر اپنے محبوب سے ملنے جا رہے ہیں۔" کتابت و طباعت نہایت اعلیٰ۔ ٹائیٹل پیج نہایت حسین و جمیل قیمت — — — عہ

لینن

مترجمہ ڈاکٹر محمد اشرف ایم اے، پی ایچ ڈی۔

اس کتاب میں لینن کے سوانح حیات، اس کی محیر العقول جد و جہد، اس کا آہنی عزم الغرض سب کچھ درج ہے۔

لینن لوہے کا انسان ہے جس کے آہنی عزم نے انسانیت کے پاؤں میں پڑی ہوئی لوہے کی زنجیروں کو کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، اور اس کتاب میں اسی لوہے کے انسان کے حیرت انگیز کارنامے نہایت شگفتہ اردو میں درج ہیں —— ملاحظہ فرمائیے۔

"انٹرنیشنل دوم کی تعریف کے مقابلے میں لینن نے مارکس کے انقلابی نظریوں کو از سرِ نو قائم کرنے کا فریضہ اپنے ذمے لیا، اس باب میں اس نے میکانکی مادیت کے مقابلے میں منطقی طریقہ پیش کیا۔ مخالف انقلاب اشتراکیوں کی بدولت مارکس کا مسئلہ جو علمی دماغ کا لازمی جزو ہے، مسخ ہو کر نفاق آمیز قسمت پرستی کی صورت اختیار کرنے کو تھا، جس کے معنی یہ تھے کہ اگرچہ مخالف انقلاب اشتراکیوں کے حلقوں میں یہ عقیدہ عام ہو گیا تھا، لیکن ایک مدت تک اس کا باضابطہ اظہار نہیں ہوا"

کتابت و طباعت نہایت اعلیٰ صفحات ۲۰۰، قیمت مجلد عہ

ترکی جمہوریہ

مصنفہ ضمیر محمد صاحب ہاشمی ایم اے، پی سی ایس

ترکی جمہوریہ میں ترکی کی مختلف ترقیات کا حال نہایت دلپذیر پیرائے

پانچ ادویات کا مجموعہ

۵۔ ادویات (کستوری، جدوار، مستو، مومیائی، زعفران) ایک اور دوائی کا مجموعہ طبی اصول کے مطابق ایسے وزن سے گولیاں تیار کی ہیں۔ کہ سنہ ۱۹۱۲ء سے ۲۵ بیماریوں کی بیخ کنی کر رہا ہے۔

(۱) سر کا چکرانا (۲) دل کی دھڑکن (۳) دم یعنی سانس کا پھولجانا (۴) سردی سے کانپنا (۵) سرد ہاتھوں کا ہلنا (۶) فاسد خیالات کا پیدا ہونا (۷) جوانی میں بڈھا معلوم ہونا (۸) جسم کا کوئی حصہ پھڑکنا (۹) گردن میں بل پڑجانا (۱۰) بدن کا کوئی حصہ سو جانا (۱۱) بدن کے کسی حصہ میں پٹھوں کا درد (۱۲) چہرہ پژمردہ ہونا (۱۳) پیشاب زیادہ اور بار بار آنا (۱۴) درد کمر (۱۵) نظر کی کمزوری (۱۶) تھوڑی محنت یا پڑھائی سے دماغ تھک جانا (۱۷) سستی (۱۸) بخار کے بعد کمزوری کا رہنا (۱۹) غم بے سبب (۲۰) جماع کے بعد کمزوری (۲۱) شکم میں درد ہونا (۲۲) عورتوں کو سوتے وقت چھاتی پر بوجھ معلوم ہونا (۲۳) رنگ جانا (۲۴) ٹانگوں کی پنڈلیوں میں درد ہونا (۲۵) بلغمی کھانسی (۲۵) بچوں کی کھانسی اور سانس پھولجانا قیمت ۵۰ گولیاں صرف للعہ نمونہ کی گولیاں صرف ایک روپیہ علاوہ محصول ڈاک :۔ پرچہ ترکیب استعمال ہمراہ ہوگا۔

ان گولیوں کا استعمال کنوارے کنواریاں نہیں کرسکتے۔ اور نئے بخار میں، خارش تر و خشک، خشک کھانسی میں اور خون کا کسی عضو سے ان حالتوں میں بھی یہ گولیاں استعمال نہیں کرسکتے۔

ملنے کا پتہ۔ **اکمل یونانی شفاخانہ۔ باغیچی صمدو۔ اکبری گیٹ۔ لاہور**

سفید بالوں کا جھگڑا ہی ختم

اگر آپ کے بال نزلہ یا کسی اور وجہ سے قبل از وقت سفید ہوگئے ہوں۔ تو لائیے ہم اس کا مستقل علاج کرکے ان کو دوبارہ اصلی رنگت پر لائیں گے۔ سائنس کی تازہ ترین ایجاد "کیلوبل" کے استعمال سے سفید بال جڑ سے کالے ہوجاتے ہیں۔ یہ بیسویں صدی کی حیرت انگیز ایجاد ہے۔ اس نے نہ صرف یورپ بلکہ ہندوستان بھر میں تہلکہ مچادیا ہے۔ ہزاروں اس کے استعمال سے دوبارہ جوان دکھائی دینے لگتے ہیں۔ یہ نہ نزلہ پیدا کرتا ہے۔ نہ کپڑوں یا ہاتھوں کو کسی قسم کا داغ دھبہ لگاتا ہے۔ یہ خوشبودار عرق ہے۔ جس کا طریقہ نہایت سہل ہے۔ آج ہی ایک شیشی منگا لیجئے۔ اور تجربہ کیجئے۔ قیمت صرف دو روپیہ ہے۔ یک مشت تین شیشی کے خریدار کو محصول ڈاک معاف۔

آرڈر کرتے وقت اس اخبار کا حوالہ ضرور دیں۔

سول ایجنٹ:۔ مینجر اخبار "خاتون" ممبئی نمبر ۸

مکتبہ جامعہ کے تازہ ترین علمی کارنامے

وقت کی تین لاجواب کتابوں کی اشاعت

(۱) ہندوستانی (۲) جوہر اقبال (۳) مضامین محمد علی

ہندوستانی - جو تقریریں آل انڈیا ریڈیو نے ۲۰ فروری ۳۹ء سے ۲۵ فروری ۳۹ء تک نشر کرائی تھیں مکتبہ جامعہ نے ۲۸ فروری ۳۹ء کی صبح کو انہیں بیک وقت اپنے تینوں دفاتر دہلی - لاہور اور لکھنؤ سے شائع کرایا۔ ڈاکٹر تاراچند مولوی عبدالحق، بابو راجندر پرشاد، ڈاکٹر ذاکر حسین، پنڈت برجموہن دتاتریہ کیفی، مسٹر آصف علی نے وقت کے اہم ترین مسئلہ کا حل جس طرح پیش کیا ہے۔ آپ کو صرف اس کتاب سے معلوم ہوگا۔ کتاب اردو اور ہندی دونوں رسم الخط میں شائع کی گئی ہے۔ قیمت اردو ایڈیشن ۱۰؍ - قیمت ہندی ایڈیشن ۱۰؍

جوہر اقبال | علامہ اقبال کی زندہ جاوید بے مثال شخصیت پر ہندوستان کے چوٹی کے ارباب علم و فضل ڈاکٹر ذاکر حسین ڈاکٹر عابد حسین، مولوی عبدالحق، سید سلیمان ندوی، مہاتما گاندھی، سر سید راس مسعود، سر اکبر حیدری، پروفیسر محمد مجیب، پروفیسر رشید احمد صدیقی اور غلام السیدین کے مضامین اور پیامات قیمت مجلد عہ؍

مضامین محمد علی | مرتبہ پروفیسر سرور صاحب مولانا کی سیاسی، مذہبی، ادبی اجتماعی زندگی کی سرگرمیوں کا نہایت دلآویز مرقع جس میں انکی شخصیت وطن و ملت کے مسائل سیاسی اور اجتماعی تحریکات کی شکل میں پیش کی گئی ہے یہ مولانا کی خود نوشت سوانح عمری بھی ہے اور ہندوستان کی سیاسی تاریخ ضخامت ۶۰۰ صفحات قیمت مجلد عہ؍

نوٹ: - تینوں کتابوں کا محصولڈاک ۱۵؍ ہے۔ جو حضرات رقم بذریعہ منی آرڈر پیشگی بھیج دیں گے - ان کے ساتھ نصف محصولڈاک کی رعایت ہوگی - یعنی منی آرڈر ... کے بجائے ... کا کیجیے۔

مکتبہ جامعہ

۱- قرولباغ - نئی دہلی	۲- جامعہ مسجد - دہلی
۳- امین آباد - لکھنؤ	۴- لوہاری دروازہ - لاہور